یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔
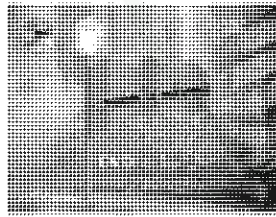
منجانب۔

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

منتخب نفس الرحمٰن فی فضائل سلمانؒ
تالیف
آقا علامہ محدث میرزا حسین نوری طبرسیؒ
ترجمہ
مولانا الحاج الشیخ نصیر الرضا صفدر
ناشر
ترابی پبلیکیشنز کراچی

فخرِ فارس

نفس الرحمٰن فی فضائل سلمانؑ

انتساب

اُس مالکۂ تطہیر کے محترم دروازے کے نام جس پر جناب سلمان اپنی مقدس ریش سے جھاڑو دیا کرتے تھے۔ اُنھیں کیا معلوم تھا کہ اس دروازے کو اُمت سفاکیت کی تمام حدوں کو پھلانگ کر جلا ڈالے گی۔

خاک پائے خاندانِ حضرت ابوطالبؑ

الحقیر پُر تقصیر!

حسنین اقبال خان

ترتیب

باب اوّل

باب دوم

☼☼☼

عرضِ ناشر

آلِ محمد ﷺ کے مناقب ومحامد کے بعد اصحاب محمدؐ کے فضائل ومراتب سے کون انکار کر سکتا ہے۔ یہ وہ نابغۂ روزگار ہستیاں ہیں جن کے وجود کی برکت سے خلاق عالم کائنات کو رزق کی دولت تقسیم کرتا ہے۔ زمین انھی مقدس ہستیوں کے طفیل دانہ اُگاتی ہے، آسمان اُنھی کی ذوات عالیہ کو خراج پیش کرنے کے لیے پانی برساتا ہے۔ مزید یہ کہ اللہ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کو ایسے ہی نادر روزگار اور وفادار ساتھیوں سے محبت رکھنے کا حکم فرمایا جیسا کہ جناب سلمان، جناب عمار، جناب مقداد اور جناب ابوذر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ یقیناً حضرت اقبال کا ایسے ہی وفاشعار اور جانباز ساتھیوں کی جانب اشارہ تھا کہ

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ایسی ہی مقدس اور محترم ہستیوں میں ایک ہستی جناب سلمان فارسی، جنھیں بجا طور سلمان محمدی کہنا چاہیے، رضی اللہ عنہ کی ہے۔ جن کی معرفت آل محمدؐ، اطاعت رسولؐ اور خدمت باب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا جیسی صفات نے اُنھیں سلمان فارسی، صحابی رسولؐ کے مقام سے مزید بلند کرتے ہوئے السلمان منا اھل البیت کے مرتبے پر فائز کر دیا۔ جنابِ سلمانؓ کی محمدؐ و اہلِ بیتِ محمدؐ سے عقیدت کا ذکر کرتے ہوئے جناب اختر چنیوٹی مرحوم فرماتے ہیں،

ہوں اُس در کا فقیر اخترؔ، جس در پہ کیا جھاڑو

سلمانؓ نے داڑھی سے، جبریلؑ نے شہپر سے

جناب علامہ محدث میرزا حسین نوری طبرسیؒ کی کتاب فخرِ فارس (نفس الرحمن فی فضائل سلمانؓ) جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، مذکورہ صحابی رسولؐ کی زندگی کے ہر گوشے کے متعلق سیر حاصل معلومات کا بیش بہا ذخیرہ ہے اور عام موضوعات سے ہٹ کر ایک منفرد موضوع پر اتنی ضخیم تحقیق مہیا کرنا مصنف کی تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

''تراب پبلی کیشنز'' کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اپنے قارئین کو ایسا علمی اور معیاری مواد فراہم کی جائے جس سے معاشرہ کی تعمیر تو ہو سکے اور دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کی کامیابی کو بھی یقینی بنایا جا سکے۔

''فخرِ فارس'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ کتاب ہذا علما و فضلا کے ساتھ ساتھ ہر مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے شائقین و قارئین کے لیے نہایت ہی مفید اور نفع بخش ثابت ہو گی۔ دُعا ہے کہ ہماری یہ کوشش امام زمانہ سرکار عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اپنی بارگاہ عالیہ میں شرف قبولیت سے ہمکنار فرمائے۔

آخر میں التماس ہے کہ بانیٔ ادارہ شہید علامہ ناصر عباس آف ملتان کی بلندیٔ درجات کے لیے سورۂ فاتحہ کی تلاوت ضرور فرما دیں۔ نیز میں اپنے مخلص دوستوں حسنین اقبال خان نوانی، قمر چنیوٹی کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر قدم پر ادارہ کو اپنی بے لوث خدمات سے نوازا ہے۔

خادم علوم آلِ محمدؐ

الحقیر پُر تقصیر!

علی ابو تراب خان (ایم بی اے)

سربراہ ادارہ تراب پبلی کیشنز، لاہور

عرضِ مترجم

الحمدللہ رب العالمین، الصلاۃ والسلام علی سیّد الانبیاء والمرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین واللعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین امابعد!

مرحوم علامہ محدث میرزا حسین نوری طبرسیؒ کی شخصیت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ موصوف نے صحابی رسولؐ حضرت سلمان محمدی رضوان اللہ علیہ کی شخصیت، فضائل اور ان کے عقیدہ کے بارے میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان کے ولایت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام پر کاربند ہونے کی نظیر نہیں ملتی۔

اسی لیے تو آپؐ نے فرمایا:

سلمان منا اھل البیتؑ

میری دعا ہے کہ خداوند ادارہ تراب پبلی کیشنز کو مزید ترقی عطا فرمائے۔

نصیر الرضا صفدر

پیش گفتار

نورِ اسلام کے ظہور سے پہلے اور بعد میں لوگ تنگدستی، تکلیف دہ کسمپرسی اور اندوہناک ذلت کی زندگی گزار رہے تھے۔ روزی کی تنگی کی مصیبتوں کو اُٹھا رہے تھے اور سختیوں کو جھیل رہے تھے اور دولت مندوں کی طرف سے سختیاں برداشت کر رہے تھے۔ خداوند نے فرمایا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ..... (سورۂ کہف، آیت ۲۸)

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ..... (سورۂ ہود، آیت ۲۹)

وہ اس گروہ سے تھے کیونکہ انھوں نے مصیبتوں کو برداشت کیا اور جواں مردی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور ان مصائب کے سامنے محکم پہاڑوں کی طرح ڈٹ گئے یہاں تک کہ دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہو گئے۔ ان کے اعمال پسندیدہ اور اخلاقیات ہمیشہ رہنے والے اور عمدہ تھے اور ان کا ذکر مقدس تھا جب تک انسانیت باقی ہے ان کا ذکر باقی رہے گا جس سے ہر دور میں ان کو نئی زندگی ملتی رہے گی وہ ان کی یاد کی زندگی ہے۔

یہاں ہم ایسے شخص کے ساتھ ہیں جس نے دلوں، عقلوں، نگاہوں، ساعتوں، افہام و افکار کو ایمان، تقویٰ، علم و معرفت کے لحاظ سے پُر کر دیا اور ساطع نور بن گیا۔ ایسے شخص کے ساتھ ہیں جس کے لیے توحید، تقویٰ اور پرہیزگاری میں واضح نشانیاں ہیں اور علم و معرفت اور حکمت میں بہت زیادہ انوار ہیں۔ وہ اپنے دل سے کلام کرتا ہے۔ لوگوں کو دنیا کی بابت زہد بتاتا ہے اور انھیں آخرت میں رغبت دلاتا ہے اور

اس پر انھیں آمادہ و تیار کرتا ہے ـــــ وہ شخصیت سلمان فارسیؓ ہیں جو جلیل القدر صحابی ہیں، جن کے ایمان، عقیدہ کی طاقت اتنی ہے کہ انھوں نے اُس طاقت سے خود کو بلند کیا اور تعریف کے قابل صفات اور فضائل کو حاصل کیا اور تہذیب و اصلاح قبول کرنے کے قابل بنایا اور بزرگ صحابہؓ کی صف میں آکھڑے ہوئے اگرچہ دوسرے صحابہؓ اُن سے ہجرت اور اسلام لانے میں سبقت رکھتے تھے۔ اُن کی صفات نے اُنھیں محمدی بنا دیا اور اُنھیں عظمت والا مقام ملا اور وہ سلمانؓ منا اهل البیتؑ بن گئے۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے سخت زندگی بسر کی ہے کیونکہ اُنھوں نے اپنی قوم میں ایسا عقیدہ نہ دیکھا جسے وہ قبول کر سکتے تھے۔ پس آپ نے حقیقت کی چھان بین کے لیے سفر کو شروع کیا۔ وہ دنیا کے کونے کونے میں حقیقت کے حصول کے لیے گئے۔ اس کے لیے اُنھوں نے اپنے والد کی طرف سے ملنے والے مقام اور جائیداد کو بھی چھوڑ دیا اور ایک جماعت کے ساتھ دین کی طلب کا سفر شروع کر دیا۔ اُس جماعت نے اُن سے دھوکا کیا اور اُنھیں ایک یہودی شخص کو فروخت کر دیا۔

شام میں رھبان اور قساوسہ سے ملے لیکن ان کے افکار اور دینی مسائل نے اُنھیں قانع نہ کیا اور اُن کے ایمان کی تشفی نہ ہوئی لیکن آپ نے اپنے سفر کو جاری رکھا یہاں تک کہ عربستان میں پہنچ گئے جہاں وہ عبد مکاتب بن گئے (جس غلام سے رہائی کے لیے لکھ پڑھ ہو جاتی ہے)۔ رسولؐ خدا نے اس کی مکاتبت میں اُن کی مدد کی۔

اسلام سے پہلے سلمانؓ کا نام روزبہ بن خشبوذان تھا۔ آپؐ نے ان کا نام سلمانؓ رکھا اور موصوف سلمان فارسیؓ کے نام سے معروف ہوئے۔ موصوف ایران کے شہر رامھرمز کے رہنے والے تھے۔ ایک قول کے مطابق: اصفہان کے قبیلہ "حی" جسے جبی کہتے ہیں، سے تھے آپؐ کے غلاموں میں سے شمار کیے جاتے تھے۔ ان کی کنیت عبداللہ تھی۔

جب اُن سے کہا جاتا کہ آپ کس کے بیٹے ہیں تو کہتے کہ میں سلمان بن اسلام ہوں، میں بنی آدم سے ہوں۔ سلمانؓ نیکوکار صحابہؓ اور فضلاء اور زاہد ترین اور آپؐ کے قریب ترین لوگوں میں سے تھے۔ وہ رات بھر رسولؐ خدا کی مجلس میں بیٹھتے تھے یہاں تک کہ آپؐ کی بیویاں اُن کی وجہ سے آپؐ سے چہ میگوئیاں کرنے لگیں اور واویلا کرنے لگیں۔

آپؐ نے فرمایا: ان الجنة تشتاق الی ثلاثة علی و عمار و سلمان۔ ''جنت تین لوگوں کی مشتاق ہے: علیؑ، عمارؓ اور سلمانؓ''۔

سلمانؓ دنیا سے منہ موڑے ہوئے اور آخرت کی طرف رُخ رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے لیے محل بنائے جانے کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ مدائن کے گورنر تھے اور کہا کہ میرے لیے لکڑیوں اور پتوں کی جھونپڑی بنائی جائے۔ جب سلمانؓ اُس میں کھڑے ہوتے تھے سر چھت سے لگنے لگتا۔ جب سوتے تو اُس کی دونوں طرفیں چھوتیں۔ مدائن کی گورنری کے دوران ان کا وظیفہ پانچ ہزار مقرر ہوا۔ وہ وظیفہ لیتے اور اُسے صدقہ کردیتے اور اپنے ہاتھ سے کما کر گزر بسر کرتے۔

سلمان فارسیؓ ہدایت کرنے والے، دانا اور عالم شخص تھے اس لیے وہ حق کے مدار پر گھومتے تھے اور انھوں نے اپنی ذمہ داری کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھایا۔ اُن کے پاس رسولؐ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور آپؐ کے اہلِ بیتؑ کی فضیلت پر دلائل اور براہین تھے۔ اور یہ دلائل وہ آپؐ اور آپؐ کی اہلِ بیت علیہم السلام کے پیدا ہونے سے پہلے سے رکھتے تھے حالانکہ وہ فارس کے رہنے والے تھے۔ جب رسولؐ خدا کے بعد مسلمانوں کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے تو سلمانؓ اہلِ بیتؑ نبوت کی جانب کھڑے ہوئے اور بہت زیادہ مقامات میں اُنھوں نے اہلِ بیت کا دفاع کیا اور آواز بلند کی کہ رسولؐ خدا کے بعد حضرت امام علی علیہ السلام خلیفہ برحق ہیں۔

بہت زیادہ بحث کرنے والوں کو حضرت سلمانؓ کی شخصیت نے اپنی طرف کھینچا ہے اور انھوں نے اس کی جمع آوری میں کوشش کی ہے تا کہ اس صحابی کے بارے میں سچی اور واضح صورت کو پیش کریں۔ ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں بحث کی گئی ہے۔

اس بارے میں خاتمۃ المحدثین میرزا حسین نوریؒ نے کتاب تحریر کی ہے جس میں تفصیل کے ساتھ ان کے حالات کو قلم بند کیا ہے اور اس کا نام ''نفس الرحمٰن فی فضائل سلمانؓ'' رکھا ہے۔

اسے ایک مقدمہ، سترہ باب اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے۔ اس موضوع پر اس کی مثل کوئی جامع کتاب نہیں ہے۔ اس کی علماء اور شعراء نے گواہی دی ہے جیسا کہ اس کتاب کی تقریظ میں ہے۔ یہ صحابی رسولؐ سلمان فارسیؓ کے بارے میں لکھی گئی نئی طرز کی کتاب ہے۔ شرق و غرب کی تمام زبانوں میں لکھی گئی منفرد کتاب ہے کیونکہ اس نے فوائد مفیدہ اور تحقیقات لطیفہ کو جمع کیا ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کے بارے میں لکھی گئی کتابوں کے نام

① اخبار سلمان محمدیؓ تالیف ابو احمد عبدالعزیز جلودی (متوفی ۳۳۲ھ)
② اخبار سلمانؓ وزہدہ وفضائلہ تالیف رئیس المحدثین الشیخ صدوقؒ
③ سلمانؓ فارسی فی مواجھۃ التحدی تالیف سیّد جعفر مرتضیٰ عاملیؒ

☆☆☆

مقدمہ

مصنف کے حالات

مصنف کی سیرتِ مبارکہ

نام: حسین بن محمد تقی بن علی محمد نوری طبرسیؒ۔ (خاتمۃ المستدرک ۳/۸۷۷، الفوائد الرضویہ:ص ۱۴۰، ریحانۃ الادب: ۳۸۹/۴۔ نقباء البشر :۲/۵۴۳، معارف الرجال:۱/۲۷۱۔ ہدیۃ الاحباب:ص ۱۸۰)

ولادت: ۱۸ شوال ۱۲۵۴ھ میں تری کے شہر یالومن میں پیدا ہوئے۔ یہ طبرستان کا شہر ہے جسے ماندران کہتے ہیں۔ اسی لیے انھیں طبرسی یا ماندرانی کہتے ہیں۔ (معارف الرجال:۱/۲۷۱)

پدر بزرگوار: میرزا محمد تقی بن علی بن محمد تقی نوری بستی نور میں ۱۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے اور دینی تعلیم کے حصول کے لیے اصفہان تشریف لے گئے۔ وہاں فضلاء کرام کی خدمت میں زانوئے تلمذ طے کیا جہاں محقق مولی علی نوری سے کسب فیض کیا۔ پھر کربلا میں سیّد محمد مجاہد سے فیض پایا جو صاحب کتاب ریاض کا پوتا ہے۔ عراق کا سفر کیا اور کربلا میں قیام فرمایا اور وہاں کے علماء کی خدمت میں حاضری دی۔ پھر نجف اشرف تشریف لے گئے۔ پھر درجہ اجتہاد پر فائز ہونے کے بعد اپنے وطن واپس آ گئے جہاں لوگوں کو تبلیغ فرمانے لگے اور ان کے مقدمات کا فیصلہ کرنے لگے اور طلبائے کرام کے لیے حوزہ علمیہ (مدرسہ) قائم کیا اور مرجع تقلید ہو گئے۔ وہ اپنے

فتووٴں میں احتیاط سے کام لیتے تھے۔ عباس نوری اور عالم فقیہہ شیخ محمد تنکابنی اور مولی فتح وغیرہ نے ان سے کسب فیض کیا۔

ان کی بہت زیادہ تصنیفات ہیں جن میں درج ذیل قابلِ ذکر ہیں:

- المدارج فی الاصول
- دلائل العباد فی شرح الارشاد۔ یہ بہت ضخیم کتاب ہے۔ اس کی تیرہ جلدیں ہیں۔
- کشف الحقائق
- ہدیۃ الانام
- کشف الاوھام
- رسالۃ فی الفور والتراضی
- رسالۃ فی الصوم
- رسالۃ فی الامامۃ
- رسالۃ فی الاشتقاق والتصریف
- رسالۃ فی الصید والاباحۃ والاطعمۃ والاشربۃ
- رسالۃ فی الرضاع۔

اس کے علاوہ زیادہ کتابیں ہیں۔ موصوف ربیع الاول ۱۲۶۳ھ میں فوت ہوئے۔ (معارف الرجال: ص ۲۰۵، الکرام البررہ: ۱/۲۲۳)

بھائی

① میرزا ہادی: موصوف عالم تھے۔ باپ کے بعد علمی ریاست کی ذمہ داری انھیں منتقل کی گئی اور یہی دینی مرجع بنے اور تیرہ سال اس ذمہ داری کو ادا کیا اور تقریباً ۱۲۹۰ھ میں فوت ہوئے۔ (فقہاء البشر: ۲/۵۵۵)

② میرزا علی جو فقیہ اور فلسفی تھے۔ بھائی کی وفات کے بعد مرجع بنے اور ۱۲۹۱ھ

میں فوت ہوئے۔ (نقباء البشر: ۵۵۵/۲)

③ میرزا حسن۔

④ میرزا قاسم سارے بھائیوں سے پہلے جوانی میں ہی فوت ہو گئے۔ عالم فاضل تھے۔ ۱۳۰۰ھ سے پہلے فوت ہو گئے۔ (الکرام البررہ: ۲۲۴/۱، نقباء البشر: ۵۵۵/۲)

⑤ شیخ حسین نوریؒ سب بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ (نقباء البشر: ۵۵۵/۲)

⑥ بھانجا: شیخ فضل اللہ بن مولی شیخ عباس نوری۔ (معارف الرجال: ۲۰۶/۲، الکرام البررۃ: ۲۲۴/۱)

پرورش

انھوں نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔ ان کے والد بزرگوار فوت ہوئے تو اُس وقت ان کی عمر آٹھ سال کی تھی (نقباء البشر: ۵۴۴/۲)۔ انھیں یتیمی کے اثرات بھولے نہ تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنی کتاب "المستدرک" کے آخر میں اپنے حالات لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے:

میرے والد بزرگوار علامہ محمد تقی اعلی اللہ مقامہٗ فوت ہوئے تو اُس وقت میری عمر آٹھ سال کی تھی۔ میں کئی سال تک اس حال میں رہا کہ میری تربیت کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ (خاتم المستدرک: ۸۷۷/۳، طبع حجریہ)۔ وہ خود پر اعتماد کرتے ہوئے بڑھتے پھولتے رہے۔

عبادت کا شیڈول

موصوف کے عبادت والے شیڈول سے ان کے عبادت والے پہلوؤں کی وضاحت ہوتی ہے۔

زُہد اور عبادت

موصوف زاہد، عابد تھے۔ ان کی کوئی نماز تہجد قضا نہ ہوتی تھی۔ وہ بہت عبادت کرتے اور بہت زیادہ زُہد کے مالک تھے۔ رات میں اپنے رب کی اطاعت گزاری اور نمازِ شب کو قضا نہ کرتے۔ (الفوائد الرضویہ:۱۵۱)

انسان کے روز مرہ کے ربانی سلوک اور دنیا سے کٹ کر حق تعالیٰ سے پیوستگی واضح ہوتی ہے جس سے انسان کی انسانیت کا پتہ چلتا ہے جس کی طرف سے کمالِ انسانیت کے انوار اور کامل انسان کی کمالیت روشن ہوتی ہے اور اسمائے جلالیہ اور جمالیہ کے آثار خود بخود ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کے ظاہر کی محتاجی نہیں ہوتی۔ اس کی ان کے شاگرد آغا بزرگ طہرانیؒ نے تصویر کشی یوں فرمائی ہے:

موصوف اعلیٰ اللہ مقامہٗ ہمیشہ وظائف شرعیہ کو ادا کرتے رہتے تھے۔ دن کے ہر گھنٹے میں مخصوص مصروفیت رکھتے، جس کی خلاف ورزی نہیں کرتے تھے۔ نمازِ عصر تا غروبِ آفتاب تحریر کا کام کرتے اور عشاء کے بعد سے سونے تک مطالعہ میں مصروف رہتے۔ بغیر وضو کے سوتے نہیں تھے اور رات میں بہت کم مقدار سوتے تھے۔ پھر طلوعِ فجر سے دو گھنٹے پہلے بیدار ہو جاتے، وضو کرتے، کم پانی استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ کُر بھر پانی سے نہاتے اور طلوعِ فجر سے ایک گھنٹہ پہلے حرمِ مطہر میں تشریف لے آتے۔ گرمی، سردی کے دنوں میں بابِ قبلہ کے پیچھے کھڑے ہوتے اور نائب خازن حرم سیّد داؤد کے آنے تک نمازِ شب میں مصروف رہتے جس کے ہاتھ میں روضہ مبارکہ کی چابیاں ہوتی تھیں۔ وہ دروازہ کھولتا تو ہمارے استاد روضہ کے اندر چلے جاتے۔ اُس وقت سب سے پہلے روضہ میں یہی داخل ہوتے اور خازن کے ساتھ مل کر قندیلیں روشن کرتے۔ پھر امامؑ کے سرہانے کی جانب کھڑے ہوتے اور زیارت پڑھنے لگتے اور تہجد کی نماز پڑھتے یہاں تک کہ طلوعِ فجر ہو جاتی۔ پھر اپنے خاص

لوگوں کے ساتھ نمازِ فجر ادا کرتے اور تعقیبات نماز میں مصروف ہو جاتے۔ سورج نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے گھر واپس لوٹ آتے۔ اپنی بڑی لائبریری میں جاتے جس میں ہزاروں نفیس کتابیں نادر آثار موجود تھے، یا ایسی کتابیں تھیں جو صرف انھی کے پاس تھیں۔ وہ ضرورت کے بغیر لائبریری سے باہر نہ نکلتے۔ صبح کے وقت وہ لوگ آجاتے جو ان کی کتابوں کی تصحیح کرتے تھے یا حدیث کی کتابوں سے احادیث کو لکھتے۔ جیسے دو علامہ صاحبان الشیخ علی بن ابراہیم اور مولی محمد تقی قمی باوزیری۔ (نقباء البشر: ۲/۵۴۶)

وعظ اور خطاب

ان کے شاگرد عزیز نے کہا ہے: موصوف کی موجودہ سیرت: جمعہ کے دن کے بارے میں اپنے پروگرام کو تبدیل کرنا، حرم سے واپسی پر بعض نصیحت اور مصیبت والی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور اپنے گھر میں منبر پر جاتے تو اس سے بیان کرتے۔ سورج نکلنے کے ایک گھنٹہ بعد لائبریری سے عمومی مجلس میں تشریف رکھتے اور حاضرین کو نصیحت فرماتے۔ پھر منبر پر جاتے اور جو مطالعہ کیا ہوتا اُس دن اُسے بیان کرتے اور واقعات نقل کرنے میں احتیاط سے کام لیتے۔ جب مصائب پڑھتے تو ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ مجلس کے بعد جمعہ کے دن کے وظائف میں مصروف ہو جاتے اور وہ یہ ہیں: ناخن تراشی، بال اور خط رکھنا، مونچھوں کا کاٹنا، غسل کرنا، دعائیں، آداب و نوافل۔

اپنی عادت کے مطابق جمعہ کی عصر کے بعد کچھ لکھتے نہیں تھے بلکہ حرم میں زیارت کے لیے تشریف لے جاتے اور غروب تک منقول دعائیں پڑھتے۔ مرتے دم تک موصوف کی یہی عادت رہی۔ (نقباء البشر: ۲/۵۴۷)

امام حسین علیہ السلام کی پیدل زیارت کی سنت کو جاری کیا

یہ بہت بڑی سنت ہے جسے رسولؐ خدا اور آئمہ طاہرین علیہم السلام نے بیان کیا

ہے۔ ابوصامت کی روایت میں ہے: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، امامؑ نے فرمایا:

من اتی قبر الحسین علیہ السلام ما شیا کتب الله له بکل خطوة الف حسنة ومحی عنه الف سیئة ورفع له الف درجة فاذا اتیت الفرات فاغتسل وعلق نعلیك واش حافیا وامش شی العبد الذلیل فاذا اتیت باب الحائر فکبر اربعا

"جو امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے پیدل جاتا ہے اللہ اُس کے نامۂ اعمال میں ہر قدم کے بدلے میں ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور اُس کے ہزار گناہ معاف کرتا ہے اور اُس کے ہزار درجے بلند کرتا ہے۔ پس جب فرات پر آؤ تو غسل کرو اور اپنی جوتیوں کو لٹکا لو اور پاؤں ننگے چلو اور ذلیل غلام کی طرح چلو۔ بس جب روضہ کے دروازہ پر آؤ تو چار دفعہ اللہ اکبر کہو۔ (وسائل الشیعۃ، کتاب الحج، باب المزار، باب ۴۱، حدیث ۳)

قاضی ابوسعید کی روایت میں ہے: میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ان کے کمرہ میں داخل ہوا، میں نے سنا آپؑ نے فرمایا:

من اتی قبر الحسین علیہ السلام ماشیا کتب الله له بکل خطوة وبکل قدم یرفعها ویضعها عتق رقبة من ولد اسماعیل

"جو امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے پیدل جاتا ہے اللہ اُس کے نامۂ اعمال میں ہر قدم کے بدلے میں اُس کے درجہ کو بلند کرتا ہے اور اُسے اولادِ اسماعیلؑ سے غلام کے آزاد

کرنے کا ثواب لکھتا ہے"۔(وسائل الشیعہ، کتاب الحج، باب المزار، باب ۴۱، حدیث ۶)

علی بن میمون صائغ کی روایت میں ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

یاعلی! زر الحسین ولا تدعه قلت: ما لمن زاره من الثواب؟ قال: من اتاه ماشیا کتب الله له بکل خطوة حسنة ومحی عنه سیئة وترفع له درجة

"اے علی! امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرو اور اس زیارت کو مت چھوڑو۔ میں نے کہا: ان کی زیارت کا ثواب کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: جو پیدل زیارت کرتا ہے اللہ ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک بُرائی معاف کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے"۔(وسائل الشیعہ، باب المزار، باب ۴۱، حدیث ۴)

اس کے بارے میں روایات مستفیض میں جس طرح پیدل حج کرنے کے لیے استحباب کے بارے میں روایات وارد ہوئی ہیں اور امیرالمومنین علیہ السلام کی پیدل زیارت کے بارے میں روایات وارد ہوئی ہیں اس لیے دین دار لوگ اس اسلامی شعار کو اچھے طریقے سے انجام دیتے تھے لیکن بہت سارے دوسرے مستحبی اُمور کی طرح یہ سنت بھی متروک ہوگئی تھی اسے مہمل قرار دیا اور اس کی انجام دہی میں سستی کارفرما ہوئی۔ مگر شیخ نوریؒ کا مقصد متروکہ سنتوں کو زندہ کرنا تھا اور چھوڑ دیئے گئے الٰہی شعائر کو انجام دینا تھا۔ ان برسوں میں آپ نے جس سنت کو جاری کیا وہ پیدل چل کر امام حسین علیہ السلام کی زیارت ہے۔

شیخ انصاریؒ کے دور میں یہ نیک لوگوں کی سنت تھی اور بڑے شعائر میں سے تھی لیکن ان کے بعد اسے غریبوں اور گھٹیا لوگوں کا کام شمار کیا جانے لگا کہ جن کے

پاس پیسے نہیں وہ پیدل جاتے ہیں۔ اب جو پیدل جانے لگتا اُسے لوگوں کی طرف سے ذلت اور عار کا خوف ہوتا تھا۔ جب شیخ نوریؒ نے اس کمزوری کو دیکھا تو خود بہ نفسِ نفیس پیدل چلے اور عید قربان والی زیارت چار راتوں کی مسافت سے طے کر کے انجام دی۔ نجف اشرف تا کربلا پیدل ایک رات کا سفر ہے لیکن انھوں نے ایسا کمزوری کے باعث کیا۔ اپنے ساتھ خیمہ لے گئے۔ عبادت کھانے اور آرام کے وقت خیمہ لگا لیتے پھر اگلے دن چل پڑتے۔ جس کی وجہ سے اگلے سال عوام اور نیک لوگوں کی رغبت پیدل چلنے میں زیادہ ہوئی جس سے انھوں نے دوبارہ سے اس سنت کو جاری کر دیا۔ اب وہ توہین اور ذلت والی صورت ختم ہوگئی۔ یہاں تک کہ کچھ برسوں میں تیس تک خیمے ہوگئے جن میں بیس سے تیس لوگ رہ سکتے تھے۔ (نقباء البشر: ۲/۷ ۵۴)

موصوف کی شخصیت

موصوف کی شخصیت کے بارے میں ان کے شاگرد شیخ عباس قمیؒ نے تحریر کیا ہے: آپ اچھی محفل والے، تیز لکھنے والے، بہت زیادہ حافظے والے، شان و شوکت والے، اپنے باوثوق بھائیوں سے وحشت کھانے والے تھے۔ بہت عبادت کرتے تھے۔ زُہد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کبھی نمازِ شب قضا نہ کی۔ ساری رات عبادت میں بسر کرتے۔ ہر کرامت اور شرافت کے جامع تھے۔ ہر علم سے اُس کے جوہر کو لیا۔ علمِ حدیث، رجال کے ماہر تھے۔ سب اقوال کا احاطہ رکھتے تھے۔ دقیق آیات کو جانتے تھے اور اخبار کے نکات سے آگاہ تھے۔ انھوں نے بے فائدہ کاموں میں کبھی اپنی عمر کو ضائع نہیں کیا بلکہ ہر آن، ہر لحہ سے فائدہ اُٹھایا۔ ہر مشکل مستحبی امر کو ادا کرتے۔ ان کا قول و فعل ایک ہوتا تھا۔ (الفوائد الرضویہ: ۱۵۲)

موصوف کے دوسرے شاگرد علامہ طہرانیؒ نے ان کی شخصیت کے بارے میں

کہا ہے: شیخ نوریؒ سلف صالح کی مثال تھے جو اس دور میں نادرالوجود ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عجیب نشانیوں میں سے تھے۔ انھوں نے اپنی عمر شریف دین و مذہب کی خدمت میں گزاری اور نیک اعمال بجالائے۔

مصنفؒ کی سیاسی زندگی

شیخ نوریؒ کا دور استعماری جنگ کا دور تھا جو غیر اعلانیہ اور مختلف شکلوں میں واقع ہوئی ہے۔ یہ اقتصادی، ثقافتی، فکری اور سیاسی جنگ تھی۔ مغرب نے اس سے فائدہ اُٹھایا کیونکہ اسلامی ممالک پر مسلط حکمرانوں کی سوچ اور شخصیت کمزور تھی۔ دوسری طرف سے مسلمانوں میں مغرب کی طرف دھیان اور اجنبیوں کی تقلید کو ایجاد کیا گیا۔

تمباکو نوشی کا دور دورہ ہوا تو شیخ نوریؒ نے ۱۸۹۰ء میں کمر ہمت باندھی اور اس کا مقابلہ کیا جس سے انگریز کو منہ کی کھانی پڑی۔ پھر ان کے بعد ان کے بھانجے اور داماد شیخ فضل اللہ شہید نے المشروطہ کی تحریک میں ۱۹۰۵ء میں انگریز کو شکست دی۔

شیخ نوریؒ نے تمباکو نوشی کی حرمت پر فتوٰی صادر کیا جس سے انگریز اور اُس کی سوچ کو ہلا کے رکھ دیا اور وہ اپنے مقصد میں ناکام ہوگیا۔ وہ فتوٰی یہ ہے:

> الیوم استعمال التنباک والفتن بای نحو کان بحکم محاربة امام الزمان عجل الله فرجهٗ
>
> ''آج تمباکو کا استعمال جس طرح سے بھی ہو ایسا ہے جیسے امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ سے جنگ کرنا ہے''۔ (محمد حسین الحسینی، نہضت روحانیون، ایران: ۱/۹۲)

مصنفؒ کی علمی زندگی

موصوف رشد کی حالت میں سوجھ بوجھ کے دور میں آئے تو عالم الجلیل، فقیہ،

زاہد، ورع مولی، محمد علی محلاتی سے کسب فیض کرنے لگے۔ (خاتمۃ المستدرک: ۸۷۷/۳، اعیان الشیعہ: ۱۴۳/۶، نقباء البشر: ۵۴۴/۲)

پھر نجف اشرف تشریف لے گئے جہاں پر چار سال تعلیم حاصل کی البتہ معلوم نہیں کہ اس عرصہ میں انھوں نے کن کن اساتذہ کرام سے علم حاصل کیا ہے۔ چار سال کے بعد اپنے وطن واپس آگئے پھر ۱۲۷۸ھ میں دوبارہ نجف اشرف گئے اور آیت اللہ شیخ عبدالحسین طہرانی المشہور شیخ العراقین سے پڑھا۔ سب سے پہلے موصوف کو اجازہ انھوں نے ہی دیا ہے۔

اپنے استاد آیت اللہ طہرانی کی زندگی ہی میں چند ماہ شیخ انصاریؒ کے درس میں شریک ہوئے اور وہ نئے استاد ۱۲۸۱ھ میں فوت ہوگئے۔ ۱۲۸۶ھ سے سید مجدد کے درس میں شریک ہوئے یہاں تک کہ وہ ۱۳۱۲ھ میں انتقال فرماگئے۔

موصوف کے اساتذہ میں شیخ عبدالرحیم بروجردیؒ کو شمار کیا گیا ہے جن سے تہران میں پڑھا۔ موصوف کے اساتذہ میں شیخ فتح علی سلطان آبادی کو شمار کیا گیا ہے۔ موصوف نے مُلّا علی کنی سے بھی کسب فیض کیا ہے۔

جن اساتذہ نے انھیں اجازہ دیا سید مہدی قزوینی، میرزا محمد ہاشم خوانساری ہیں۔ اسی طرح فقیہہ کبیر مولی شیخ علی خلیلی کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے۔

مصنفؒ کے شاگرد

مصنف کے چند جید شاگرد یہ ہیں:

① شیخ عباس قمیؒ
② شیخ آغا بزرگ طہرانی
③ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطا
④ سید عبدالحسین شرف الدین

مصنفؒ کی تصنیفات

مصنفؒ کی درج ذیل تصنیفات ہیں:

1. اجوبۃ المسائل
2. اخبار حفظ القرآن
3. الاربعونیات
4. البدر المشعشع فی ذریۃ موسیٰ المبرقع
5. تحیۃ الزائر
6. ترجمۃ المجلد الثانی من دار السلام الی اللغۃ الفارسیۃ
7. جنۃ الماوی فیمن فاز بلقاء الحجۃ علیہ السلام فی الغیبۃ الکبریٰ
8. الحواشی علی توضیح المقال
9. الحواشی علی رجال ابی علی
10. دار السلام فیما یتعلق بالرویا والمنام
11. دیوان شعر
12. رسالۃ فی ترجمۃ المولیٰ ابی الحسن الشریف العاملی الفتونی
13. رسالۃ فی ردلع الشبہات علی فصل الخطاب
14. سلامۃ المرصاد
15. شاخہ طوبیٰ فیما یتعلق بعید البقر
16. الصحیفۃ السجادیۃ الرابعۃ
17. الصحیفۃ العلویۃ الثانیۃ
18. ظلمات الھاویۃ فی مثالب معاویہ
19. فصل الخطاب فی اثبات التحریف الکتاب رب الارباب

۲۰. الفیض القدسی فی احوال المجلسیؒ
۲۱. فہرس کتب خزانتہ
۲۲. کشف الاستار عن وجہ الغائب عن الابصار
۲۳. الکلمۃ الطیبۃ
۲۴. اللولؤ والمرجان در شرط پلہ اول و دوم روضہ خان
۲۵. مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل
۲۶. مستدرک مزار البحار
۲۷. معالم العبر فی استدراک البحار السابع عشر
۲۸. مواقع النجوم ومرسلۃ الدر المنظوم والشجرۃ المونقۃ الطیبۃ
۲۹. موالید الائمہ
۳۰. میزان السماء فی تعیین مولد خاتم الانبیاءؐ
۳۱. النجم الثاقب فی احوال الامام الغائب علیہ السلام
۳۲. نفس الرحمٰن فی فضائل سلمانؓ

مصنف کے بارے میں علماء کے اقوال

شیخ نوریؒ کی علمی شخصیت جاننے کے لیے ہم ان کے بارے میں علماء کے اقوال کو مختصر طور پر تحریر کرتے ہیں کیونکہ علماء کے اقوال ان کی علمیت کی گواہی دیتے ہیں:

۱. علامہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاءؒ: امام حجت علیہ السلام کے بارے میں لکھا گیا قصیدہ علامۃ الفقہا والمحدثین، جامع اخبار الائمۃ الطاہرینؑ، حائز علوم الاولین والآخرین حجۃ اللہ علی الیقین جس جیسے کو جنم دینے سے عورتیں بانجھ ہیں۔ جس کی فضیلت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ پرہیزگار ہے جس نے آسمان کے فرشتوں کو اپنی پرہیزگاری

کی وجہ سے حیران کر دیا۔ مولانا ثقۃ الاسلام حاج میرزا حسین نوری دام اللہ تعالیٰ وجودہ الشریف کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے رسالہ لکھا جس نے عقلوں کو حیران کر دیا۔ اس باب میں ان جیسا کوئی بیان نہیں کر سکا۔

۲ شیخ حرز الدینؒ: عالم، فاضل جامع، ثقہ، جلیل...... وہ شیخ، عالم، علم حدیث اور رجال کے ماہر تھے۔ (معارف الرجال: ۱/۲۷۱)

۳ شیخ عباس قمیؒ: آپ اچھی محفل والے، تیز لکھنے والے، بہت زیادہ حافظے والے، شان وشوکت والے، اپنے باذوق بھائیوں سے وحشت کھانے والے تھے۔ بہت عبادت کرتے تھے۔ زُہد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کبھی نمازِ شب قضا نہ کی۔ ساری رات عبادت میں بسر کرتے۔ ہر کرامت اور شرافت کو جامع تھے۔ ہر علم سے اُس کے جوہر کو لیا۔ علم حدیث اور رجال کے ماہر تھے۔ سب اقوال کا احاطہ رکھتے تھے۔ دقیق آیات کو جانتے تھے اور اخبار کے نکات سے آگاہ تھے۔ انھوں نے بے فائدہ کاموں میں کبھی اپنی عمر کو ضائع نہیں کیا بلکہ ہر آن لحہ سے فائدہ اُٹھایا۔ ہر مشکل مستحبی امر کو ادا کرتے، ان کا قول وفعل ایک ہوتا تھا۔ (الفوائد الرضویۃ: ۱۵۲)

ایک اور جگہ پر فرمایا: ہمارے استاد جلیل القدر اور بڑے تھے۔ ہمارا بلند اور قیمتی ستون تھے۔ متقدمین اور متاخرین میں برگزیدہ تھے۔ خاتم الفقہاء والمحدثین تھے۔ فضیلت و مقام کا بادل اور علم کا ایسا سمندر تھے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔ اخبار کے خزانوں کو نکالنے والے تھے۔ مُردہ آثار کو زندہ کرنے والے تھے۔ فضائل کا خزانہ اور جاری دریا تھے۔ وہ ہمارے شیخ، مولانا علامہ محدث ثقہ نوریؒ تھے۔

۴ الشیخ آغا بزرگ طہرانی: قیامت کے دن کے لیے جلیل ترین استاد میں سے سند ہے۔ کیسے نہ ہو وہ تو اس صنعت علمی کے رئیس ہیں اور اس فن کے امام ہیں۔ وہ حدیث کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوئے ہیں۔ اس مسئلے میں خاتمۃ المجتہدین ہیں۔

ان سے بعد والے علمائے دین اور حجج الاسلام حضرات نے ان سے فیض پایا ہے۔ آج تک جتنے حدیث کے اجازے لکھے جارہے ہیں بہت کم ہیں جن کے سلسلہ اسناد میں ان کا ذکر نہ ہو۔ انھوں نے مجھے سب سے پہلے اجازہ دیا جب کہ میں جوانی میں تھا اور مجھے شیوخ کی صف میں داخل کر دیا۔

ایک اور مقام پر کہا ہے: شیخ نوریؒ سلف صالح کی مثال تھے جو اس دور میں نادرالوجود ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عجیب نشانیوں میں سے تھے۔ انھوں نے اپنی عمر شریف دین و مذہب کی خدمت میں گزاری اور نیک اعمال بجالائے۔

[۵] مورخ ایرانی اعتماد السلطنت: مورخ ایرانی ناصرالدین شاہ کے آخری دور میں وزیر مطبوعات رہے۔ کہتے ہیں کہ حاج میرزا حسین طبرسیؒ بڑے علمائے اعلام میں سے تھے۔ وہ اپنی جلیل القدر اور بلندیٔ شان کی وجہ سے اپنے ہم عصر علماء سے امتیاز رکھتے تھے۔ مذہب جعفری کی ترویج میں مصروف رہے اور اثنا عشری طریق کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ اہل بیت عصمت وطہارت علیہم السلام کی اخبار اور آثار کو پھیلایا۔

[۶] مورخ رجالی شیخ میرزا محمد علی المدرس: موصوف عالمِ ربانی قدوسی، صاحبِ فیض قدسی، صفوۃ خاتم الفقہاء والمحدثین متقدمین و متاخرین ہیں۔ انھوں نے آئمہ طاہرین علیہم السلام کے آثار کو پھیلایا۔ یہ حاج میرزا حسین بن محمد تقی بن میرزا محمد علی نوری طبرسیؒ باوثوق علماء میں سے ہیں۔ امامیہ اثنا عشریہ کے اکابر علماء میں سے ہیں جو چودھویں صدی کے اوائل میں تھے۔ فقیہہ، محدث، متتبع، مفسر، رجالی، عابد، زاہد، متقی تھے۔

[۷] امام خمینی قدس سرہ الشریف: موصوف کے بارے میں فرماتے ہیں: مولیٰ، عالم، زاہد، عابد، فقیہہ، محدث میرزا حسین نوری نور اللہ مرقدہ الشریف ہیں۔ (اربعین مقدمہ شرح حدیث اول)

[۸] صاحب اعیان الشیعہ: موصوف عالم، فاضل، محدث تھے۔ علمِ حدیث

اور رجال میں سند رہے۔ سیرت اور تاریخ سے آگاہ تھے۔ کبھی نماز شب قضا نہ کی۔

[۹] سیّد عبدالحسین شرف الدینؒ: سیّد عبدالحسین شرف الدینؒ نے علامہ نوریؒ سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو ذوالثدیہ کے قتل کا حکم دیا تھا۔ حضرت ابوبکر اس خارجی کے پاس سے گزرے۔ اُس وقت اس کے قتل کا حکم جاری ہو چکا تھا۔ پس اُنھوں نے اُس کے قتل کرنے کو پسند نہ کیا۔ اُسے کسی وادی میں نماز پڑھتے دیکھا جہاں سوائے خداوند کے اُسے کوئی دیکھ نہیں رہا تھا۔ وہ خشوع و خضوع اور تضرع وزاری سے نماز پڑھ رہا تھا۔ پس حضرت ابوبکر نے اُسے قتل نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

مصنفؒ کا علمی راستہ

جو شخص شیخ نوریؒ، ان کے شاگرد عباس قمیؒ، شیخ آغا بزرگ طہرانی کی کتابوں کی چھان بین کرتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ ان کے اعمال کا ایک ہی راستہ ہے۔ اس موضوع کو تین نکات میں بند کیا جاسکتا ہے:

۱۔ ان کی تصنیفات ۲۔ ان کے شاگرد

۳۔ ان کے بارے میں علماء کے اقوال

ان اُمور میں چھان بین کی جائے تو پتا چلتا ہے کہ انہوں نے علمِ حدیث اور علمِ رجال کا بہت اہتمام کیا ہے۔ وہ اپنے دور کے لوگوں پر ناراض ہوتے تھے کہ وہ ان دو علموں کی پرواہ کیوں نہیں کرتے ہیں۔

مصنفؒ کی وفات

آغا طہرانیؒ نے موصوف کی وفات اور تاریخ وفات کو یوں بیان کیا ہے:

آخری سال میں ــــ یعنی ۱۳۱۹ھ کی زیارتِ عرفہ (۹ ذی الحجہ) کو حج اکبر تھی اور عید

نوروز، جمعہ اور قربانی ایک دن آ گئے۔ حاجیوں کا ہجوم ہوگیا جس کی وجہ سے مکہ میں بہت بڑی وبا آ گئی جس کے نتیجے میں بہت سارے لوگ مر گئے۔ میں شیخ نوریؒ کی خدمت میں پیدل کربلا گیا اور واپسی پر نجف اشرف پیدل آئے حالانکہ ان کی عادت تھی کہ جاتے پیدل تھے اور آتے سواری پر تھے اور یہ میرزا محمد مہدی ابن محمد صالح مازندرانی اصفہانی کی اپیل پر کیا جو شیخ محمد باقر بن محمد تقی محشی معالم کے سُسر تھے۔ انھوں نے نذر کی تھی کہ نجف اشرف پیدل جائیں گے۔ اُنھی کی شیخ سے کربلا میں ملاقات ہوئی تو انھوں نے موصوف سے درخواست کی کہ پیدل نجف اشرف جاتے ہیں جسے موصوف نے قبول کرلیا۔

اس سفر میں بیمار ہوگئے اور اسی مرض سے فوت ہوئے کیونکہ انھوں نے راستے میں کھانا کھایا جسے ان کے ساتھی تیار کر کے ساتھ لائے تھے۔ وہ بند ہونے کی وجہ سے خراب ہوگیا تھا۔ اُسے کھانے سے انھیں قے اور پیچش لگ گئے۔ ان کے ساتھ تیس کے قریب ساتھی تھے جنھوں نے نہیں کھایا وہ بچ گئے۔ میں اُنھی نہ کھانے والوں میں سے تھا۔ کچھ قے کی وجہ سے بچ گئے مگر ہمارے استاد مریض ہوگئے۔ انھیں راستہ میں قے آ گئی اور بخار آ گیا۔ دن بدن بیماری بڑھتی گئی۔ وہ ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۲۰ھ کو فوت ہوئے اور ان کی وصیت کے مطابق انھیں ایوانِ سوم میں باب قبلہ کی طرف سے صحن امام علی علیہ السلام میں دفن کیا گیا۔ بعض نے ان کی وفات میں اشعار لکھے ہیں اور وہ بہت بڑے شاعر شیخ محمد مُلّا تستری (متوفی ۱۳۲۲ھ) تھے۔

کتاب کا موضوع

اس کتاب کا موضوع اکابر صحابہؓ میں سے صحابی رسول سلمان فارسیؓ کے بارے میں ہے۔ ان کی زندگی، صفات، فضائل اور اس کے عقیدے کو بیان کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ محدث نوریؒ نے اس کتاب میں سلمان فارسیؓ

کو حضرت عباس علَم دارؑ پر فضیلت دی ہے لیکن اس میں بحث کرنے کے بعد اور اسے اوّل تا آخر پڑھنے کے بعد اس دعوت کی صداقت نظر نہیں آتی ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ یہ افترا پردازی ہے جس کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔

جب کہا جاتا ہے کہ سلمانؓ مقام اور رُتبہ میں اہلِ بیتؑ کا تالی ہے تو اس سے مراد اہلِ بیتؑ بمعنی عام ہوتے ہیں جو حضرت عباسؑ بن علیؑ اور سیدہ زینب علیہا السلام کو حاصل ہے۔

کتاب کی تحقیق اور تخریج

محققین نے ان کے تحقیق کے راستے کے بارے میں باتیں بیان کی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تحقیق کے قواعد یہاں مستقر ہیں جو ہر قسم کے محقق کے لیے ان کی پیروی کو لازم قرار دیتے ہیں۔ وہ کوشش کو ایسی حدود کے اندر صرف کرتا ہے جو اس سے تنگ ہو جاتی ہے اور اگر یہ حدود نہ ہوتیں تو میں کتاب کی تحقیق کی بابت حدیث کے لیے کسی شے کو بیان نہ کرتا۔ میرے لیے ضروری ہے کہ کیونکہ یہ میدان عملی ہے جس میں راویوں اور علماء کے حالات کو بیان کیا جائے۔

اوّل: کتاب کی اکثر اخبار حدیث پر چکر کاٹتی ہیں جس سے میرا خیال ہے کہ حدیث کے راوی قارئین کے لیے مجہول نہیں تھے۔ پس وہ مجہولوں کے مشابہہ تھے جو تقاضا کرتا ہے کہ ان کی معرفی (تعارف) کیا جائے۔

دوم: یہ تعارف نص کے محفوظ کرنے کے وسائل سے ہے اور بتایا ہے کہ یہ نص صحیح وسالم ہے۔ اس طرح سابقہ چھاپوں میں جو غلطیاں تھیں میں نے ان غلطیوں کی تصحیح کی ہے جیسا کہ پہلے اشارہ ہو چکا ہے اور فارس کے اشعار کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔

جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ابواب کے اوائل میں قارئین محترم کی سہولت کے لیے عنوانوں کو تحریر کیا جائے۔ پس ہم نے اس کی فہرست کو بیان کیا ہے

تا کہ بحث کرنے والے آسانی سے اُسے تلاش کرسکیں جسے وہ کتاب سے تلاش کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ میں جس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا تھا آپ کو اس کا پتہ چل گیا ہے۔ آخر میں اس کتاب کی تیاری میں جن لوگوں نے میری مدد کی ہے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں خصوصاً شیخ علامہ محقق ڈاکٹر محمد علی مہدوی راد ـــــ میری زبان ان کا شکریہ ادا کرنے سے عاجز ہے لیکن میرا دل ان کے لیے طولِ عمر کی دُعا کرنے سے عاجز نہیں ہے۔

ایاد کمانی اصل

۲۲ رجب ۱۴۳۱ھ قم مقدس

مقدمہ

از جانب مصنف میرزا حسین نوری طبرسیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربه نستعين الحمدلله الذى جعل خواص الشيعة آية
ائمة الدين والشريعة وصفاهم لحكاية اول الاشباح
فكانوا كمشكاة فيها مصباح وعبر عنها بالقرى
الظاهرة فى العالمين وقدر فيها السير ، فقال سيروا
فيها ليالى واياما امنين وصلى الله على آله ورجاله
والسنة اقواله ومصادر افعاله واعلى امثاله علل
الوجود ومفاتيح اقضا له اسرار السجود محمد وآله
ولعنة الله على من نزلهم عن منازلهم وقال لم وكيف
فى فضائلهم ما وحدالله بهم موحد واهتدى بانجمهم
مغور ومنجد امابعد!

اللہ کا گنہگار بندہ حسین بن عالم نحریر میرزا محمد تقی نوری طبرسیؒ کہتا ہے کہ میرے دل میں آیا اور میں نے سوچا کہ اخبار کے معانی کو تحریر کروں اور انوار کے سمندروں سے موتیوں کو اکٹھا کروں اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے حالات کے عجائبات کو بیان کروں لیکن ان کو ایسا سمندر پایا جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ سو میں نے چاہا کہ ان کے صحابہؓ کے حالات کو بیان کیا جائے تو انھوں نے جلال کے طور پر آواز دی: ہم اہلِ بیتؑ ہیں اور

سلمانؓ ہم میں سے ہے جو راشد، ہدایت یافتہ، شعائر کی تعظیم کرنے والا ہے جو سلمان محمدی ہے۔ میں جان گیا کہ مجھے اس کی بابت اشارہ کیا گیا ہے۔ میں نے تصریح (وضاحت) سے اشارہ پر ہی اکتفا کیا۔ میں نے کہا: میری کیا مجال ہے کہ لقمان کی مثل کو بیان کروں جس کے بارے میں سیّدالانس والجان نے کہا ہے۔ خدا کی قسم میں تمہیں سلمانؓ کی معرفت دلاتا ہوں جسے حکمت (دانائی) عطا ہوئی ہے اور برہان (دلیل) دی گئی ہے۔

پھر میں نے اپنے ارادہ کو پختہ کیا اور یادلوں کو اکٹھا کیا اور باب اللہ کے ابواب میں سے پہلے باب کے فضائل کو جمع کیا جو ایمان کے دسویں درجہ پر فائز ہے جو جلیل محدث ہے۔ پس بحمداللہ میں نے اُن کے فضائل کو جمع کرلیا ہے جس کا نام نفس الرحمٰن فی فضائل سلمانؓ رکھا ہے۔

اسے ایک مقدمہ اور چند ابواب اور ایک خاتمہ پر ترتیب دیا ہے۔ اجمالاً ان ابواب کی تفصیل کو ذکر کرتا ہوں:

مقدمہ: اُن کے نام، لقب، کنیت، نسب اور شہر کے بارے میں ہے اور وہ فارس کے دیہات رامھرمز کے رہائشی ہیں اور اصفہان کے دیہات "جیّ" کے رہنے والے نہیں ہیں۔

باب اوّل: آپؓ کے اسلام سے پہلے کے حالات، اسلام لانے کی کیفیت کے بارے میں ہے اور یہ کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصیاء میں سے ہیں۔ اس میں شیراز کا ذکر ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصیاء کی ترتیب ہے۔ انطاکیہ، اسکندریہ کو ذکر کیا ہے۔ بنی ہاشم پر صدقہ حرام ہے۔ ختم نبوت، شام، موصل، نصیبین اور عموریہ کو ذکر کیا ہے۔ اسے رسولؐ خدا نے خرید کیا یا اس کے سیّد کے ساتھ لکھ پڑھ کی اور تحریر والے مال کی مقدار کو معین کیا۔ صدقات فاطمہ علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف

بلند ہونے کے بعد اُس کے زمین پر اُترنے کا ذکر، دشت ارژن کا ذکر، اُس کے حکمرانوں کی تعداد۔

باب دوم: وہ اہلِ بیت نبوت و عصمت سے ہیں۔ وہ محمدی و علوی ہو گئے حالانکہ پہلے فارسی اور عجمی تھے۔ اس میں علمِ رجال، عجم کے فضائل ہیں۔ سلمان منا سے مراد کیا ہے؟ خندق کھودنے کا ذکر اور آپ کا معجزہ۔

باب سوم: اُن کا اللہ اور رسولؐ اور آئمہ طاہرینؑ کے نزدیک مقام کا ذکر، آپ کو اِن سے محبت کا حکم دیا گیا۔ اس میں سعید بن مسیب کا ذکر، سجاد کے لیے معجزہ اور اصحابِ صفہؓ کا ذکر ہے۔ تاریخ ہجرت کی ابتدا، آپؑ اور آپؑ کے وصی کا معجزہ، اہلِ درایت کی اصطلاح میں عجیب حدیث۔

باب چہارم: اُن کے بارے میں جو نازل ہوا اور اُن کے ہم عصر لوگوں کے بارے میں جو واضح آیات آئیں اس میں ابراہیم بن ہاشم کی توثیق ہے اور زید بن ارقمؓ کا ذکر ہے اور عجم کے بعض فضائل ہیں۔

باب پنجم: اُن کے علم و حکمت کا بیان اور اُن کی اللہ، رسولؐ اور اولیاء کی بابت معرفت کا بیان۔ یہ وہ جانتے تھے جس کا اس غیر احتمال بھی نہیں دے سکتا تھا۔ اس میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ اور دریا کنارے پرندے کا ذکر ہے۔ ایمان کے درجات۔ اس قول کی بہترین تحقیق: اگر ابوذرؓ کو پتا چل جائے کہ سلمانؓ کے دل میں کیا چل رہا ہے تو وہ اُسے قتل کر دیتے۔ سلمانؓ دوسرے ہیں جنھوں نے تصنیف کی۔ فضیلت کا معیار نفع دینے والے علم پر ہے۔ سلمانؓ ساری اُمت سے ائمہ علیہم السلام کے بعد افضل ہیں۔

باب ششم: وہ غیب کی خبر دیتے ہیں۔ اس میں جنگ جمل، زہیر بن قینؓ، آپؑ کی جنگوں میں سے سریہ خبط السلم، کربلا، حرورا، واقعۂ نہروان کا ذکر ہے۔ باقیا

اور کوفہ اور قائم کے بعض احوال میں خطبہ سلمانؓ کی شرح ہے۔ لترکبن طبقا عن طبق آیت کی تفسیر، بنی اُمیہ کا ذکر، ظہور کی بعض علامتیں، قذف، مسخ، خسف، خروج سفیانی کا ذکر ہے۔ عصمت میں کلام بیان ہوتی ہے اور جن ستر لوگوں کو کڑک نے اُچک لیا تھا سب انبیاء ہوئے۔ نفس زکیہ، سفیانی کا لشکر، خراسانی اور ظہر کوفہ میں قتل کیے جانے والے کا بیان ہے۔

باب ہفتم: وہ اسمِ اعظم جانتے تھے، وہ ایسے فرشتے سے حدیث بیان کرتے ہیں جو اُن کے کانوں میں نقارہ بجاتا ہے۔ اس میں اسم اعظم کے بارے میں کلام ہے۔ محدث کے بارے میں اور یہ کہ امامؑ کے اوصاف میں سے فتح ہے۔

باب ہشتم: جنت اُن کی مشتاق ہے، آپؓ نے جنتی کھانا کھایا، یہ مرنے سے پہلے دنیاوی جنت میں داخل ہوئے۔ لفظ عشق کے بارے میں کلام ہوئی ہے۔ امیر المومنینؑ کا معجزہ، ریاضی سے متعلق مطلب ہے۔

باب نہم: اُن سے ظاہر ہونے والی بعض کرامات جو باب ششم کے علاوہ ہیں۔ اس میں جعفر بن احمد بن علی قمی کے حالات ہیں جو رجال کی کتابوں میں اور بعض اخبار مسلسلات کا ذکر ہوا ہے۔

باب دہم: اُن کے کچھ فضائل، مناقب، نادر خصائص کا ذکر ہے۔ اس میں ہے کہ یہ جعفر بن ابوطالبؑ سے افضل ہے اور جعفر اوّلین و آخرین سے انبیاء و اوصیاء کے بعد سب شہداء سے افضل ہے۔ اس میں بلالؓ بن رباح، خبابؓ بن ارت صحابیوں کا ذکر ہے۔

باب یازدہم: اُن کی رسولؐ خدا اور مولا علی علیہ السلام سے روایت کردہ روایات۔ اس میں کتاب ثاقب المناقب کے مصنف کا ذکر ہے۔ اس میں کتاب سلمانؓ کا ذکر ہے جو اسلام میں لکھی گئی دوسری کتاب ہے جیسا کہ اس کی طرف باب پنجم میں ذکر ہوا ہے۔

باب دوازدہم: اُن کے کلمات، دانائی، مواعظ اور احتجاجات (مناظروں) کا ذکر ہوا ہے۔ اس میں کتاب جامع الاخبار کا حال بیان ہوا ہے۔

باب سیزدہم: اُن کا زُہد، تواضع، سخاوت کا ذکر ہے۔

باب چہاردہم: اُن کی بیویوں اور اولاد کے بارے میں ہے جو اس کا انکار کرتا ہے۔ اُس کی رد، اس میں حسین بن حمدان خصیبی کا ذکر ہے۔ عامہ کا مذہب ہے کہ عجم نکاح میں عرب کے ہم سر (کفو) نہیں ہیں۔ حضرت عمر کی عجم سے عداوت، سلمانؓ کے بعض عجیب فضائل، عجم کی اذیت میں معاویہ کا زیاد بن ابیہ کا ذکر۔

باب پانزدہم: آپؐ کی رحلت کے بعد سلمانؓ کا حال اور دین پر ثابت قدم رہنا اور اس کی بیعت کی کیفیت۔ اس میں ہے کہ آپؐ کی رحلت کے بعد صحابہ مرتد ہوگئے۔ عامہ کا مذہب ہے کہ سارے صحابہؓ عادل ہیں۔ مختصر طور پر ان کی رد کا بیان۔

باب شانزدہم: اُن کی وفات، اس میں برزخ کے بعض حالات اور ہولناکیاں ہیں۔ اس میں آپؑ اور آپؑ کے وصی کا معجزہ ہے۔

باب ہفدہم: اُن کی وفات سے بعد کے واقعات۔ اُن کی زیارت اور جس کا اُن کے ساتھ تعلق ہے۔ اس میں مدائن کا ذکر ہے۔

خاتمہ: اُن کی عمر کی مقدار، جمہور کی غلطی، اُنھوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے ملاقات کی۔

باب اوّل

سلمانؓ ـــــ چند سطروں میں

اُن کے نام، لقب، کنیت، نسب اور شہر کے بارے میں

سلمانؓ کا نام

اکمال الدین میں ہے کہ سلمانؓ کا نام روزبہ بن خشبوذان ہے۔ [1] اُن کے اسلام قبول کرنے والی حدیث کے آخر میں ہے: رسولؐ خدا نے مجھے آزاد کروایا اور میرا نام سلمانؓ رکھا۔ (اکمال الدین: ۱/۱۶۵، بحارالانوار: ۲۲/۳۵۹)

کتاب المنتقی فی سیرۃ المصطفیٰ تالیف سعید بن مسعود کازرونی میں ہے: سلمانؓ کے نام کے بارے میں چند قول ہیں:

① ماھویہ ② مابہ ③ بھبود بن بدخشان ـــ بادشاہ منوچہر کی اولاد سے ہے۔

④ بھبود بن بودخشان بن مردسلان بن بھبودان بن فیروز بن مھرک ـــ اب الملک کی اولاد سے ہے۔ (نہایۃ المسئول فی روایۃ الرسول: ۲۳/۲/۳)

حمداللہ مستوفی بن اتابک ایرانی بہت بڑے مؤرخ قزوینی نے کتاب تاریخ گزیدہ میں کہا ہے جو خود کو حُرؓ بن یزید ریاحی کی اولاد سے قرار دیتا ہے:

---

① جہاں امام زمانہ علیہ السلام کے حالات کے بارے میں احادیث بیان کی ہیں اور بعض آثار کا ذکر کیا ہے جن میں لوگوں کی لمبی عمروں کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور انبیاءؑ کی غیبت کو بیان کیا گیا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ امام حجت علیہ السلام طویل عمر رکھتے ہیں اور غائب ہیں۔

اُن کا نام ماھیہ بن بدخشان بن اردچین بن مرد سلان ہے جو بادشاہ منوچہر کی اولاد سے ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے باپ کا نام بدخشان ہے حالانکہ رسولؐ خدا کی طرف جوحی کے لیے عہد نقل کیا گیا ہے اور اُسے رسولؐ خدا نے تحریر کیا: سلمانؓ بکا زودن ہے۔ اس میں ہے کہ یہ تحریر محمد رسولؐ اللہ کی طرف سے ہے جس میں سلمانؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ اُن کے بھائی ماھاد بن فرخ بن بدخشاں کے نام وصیت لکھیں۔ (تاریخ گزیدہ: ۲۳۰)

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے: مھاد بن فروخ بن مھیار۔ (مناقب آلِ ابی طالب: ۱/۹۷)

حمد اللہ ستوضی نے عہد کو نقل کرنے سے پہلے کہا ہے: سلمانؓ کا بھتیجا تھا جس کا نام ماحاد بن فرخ بن بدخشان تھا اور یہ عہد میں موجود نام کے خلاف ہے۔ (تاریخ گزیدہ: ۲۲۹)

ان دونوں باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی بادشاہ کے بیٹے تھے۔ اسے سلمانؓ الخیر سلمانؓ محمدی کہا جاتا ہے اور جب اُن سے پوچھا جاتا کہ وہ کون ہیں؟ تو کہتے تھے کہ میں سلمانؓ بن اسلام ہوں، میں بنی آدم سے ہوں۔

سلمان کی کنیت

اُن کی کنیت: جیسا کہ جملہ روایات میں ہے۔ اُن کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ حسین بن حمدان نے کہا ہے: اُن کی کنیت ابوالبینات ہے اور ابوالمرث ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اُن کا نام سلسل رکھا ہے۔ (ھدایۃ الکبریٰ، تالیف خصیبی: ۴۳۳، اختصاص شیخ مفیدؒ: ۳۴۱)

میں کہتا ہوں کہ اُن کے وصف میں جو رسولؐ خدا کی طرف سے آیا ہے وہ اس

امر کی تائید کرتا ہے: سلسل ینبع الحکمة ویؤتی البرهان (سلسل کو حکمت ملی اور برہان (دلیل) دیا گیا)۔ (اختصاص شیخ مفید:۳۴۱، بحارالانوار: ۲۲/۳۴۸، حدیث ۶۴)

سلمانؓ کا آبائی شہر

سلمانؓ کا آبائی شہر جیسا کہ اخبارِ متواترہ میں ہے: ان کے اسلام قبول کرنے والی حدیث میں ہے اور یہ اکمال الدین، روضۃ الواعظین اور قصص الانبیاء میں ہے: میں شیراز کا رہنے والا تھا اور زمینداروں کا بیٹا تھا (بعض لغت والوں نے اس کا معنی نمبردار کیا ہے یعنی میں نمبردار کا بیٹا تھا)۔ (اکمال الدین: ۱/۱۶۲، روضۃ الواعظین: ۲۷۵، قصص الانبیاء: ۳۰۱، حدیث ۴۰۲، بحارالانوار: ۲۲/۳۵۵، حدیث ۲)

سیّد شہید نوراللہ حسنی مرعشی تستری المعروف قاضی وشہید ثالث بہت بلند پایہ مجتہد تھے جہاں گیر مغل بادشاہ کے ہاتھوں بعض متعصب لوگوں کے کہنے پر کتاب احقاق الحق کی وجہ سے شہید ہوئے۔ انھیں ۱۰۱۹ھ میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بے دردی سے شہید کیا گیا۔ انھوں نے کتاب مجالس المومنین میں تحریر کیا ہے: پوشیدہ نہ رہے کہ شیراز والوں کی جبلت اور فطرت میں ہمیشہ اہلِ بیتؑ کی ولایت اور محبت رہی ہے۔ اسی ممتاز فطرت کی وجہ سے سلمانؓ فارسی کو سلمانؓ منا اهل البیتؑ کا لقب ملا۔ (مجالس المومنین: ۱/۹۰)

ظاہر ہے کہ یہ اُس کے رامہرمز کے رہنے والے ہونے کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ شیخ منتجب الدین حافظ مقری جو علی بن بابویہ کی اولاد سے ہیں ـــــ علیہم السلام نے اپنی کتاب ''اربعین'' میں کہا ہے اور یہ صاحبِ کتاب فہرس ہیں:

ابومحمد عبداللہ بن علی بن عبداللہ مقری طامذی سے، احمد بن عبدالغفار سے، ابوسعد محمد بن علی بن عمرو بن حافظ محدی سے، ابوسعید سالم بن بندار نشوی ارمنی سے،

سلیمان بن احمد بن ابی الصلایۃ دمشقی مالطی سے، ظفر بن سمید ح سے، ابوزید انصاری سے، عوف سے، ابوعثمان نھدی سے مروی ہے: مجھے سلمان فارسیؓ نے کہا: کیا تم رامہرمز کو جانتے ہو؟ اُنھوں نے کہا: میں اس کے رہنے والوں میں سے ہوں۔
(اربعون حدیثا: ۳۴، علل الشرائع احمد کی روایت: ۳۶۰/۲، حدیث ۵۵۸۰، فرائد حموینی: ۵۷، مجمع الزوائد ہیثمی: ۱۰۰/۹)

شرح ابن ابی الحدید میں ہے: یہ اہلِ فارس میں سے ہے جو رامہرمز سے ہے۔ (شرح ابن ابی الحدید: ۳۴/۱۸)

صحیح بخاری میں ہے جو اہلِ سنت کی کتابوں میں سے صحیح ترین ہے: ابوعثمان سے مروی ہے: میں نے سلمانؓ سے سنا، اُنھوں نے کہا: میں رامہرمز سے ہوں۔
(صحیح بخاری: ۲۰۷/۴، کتاب بدو الخلق، شمار ۳۶۹۵)

رامہرمز اھواز کا شہر ہے جیسا کہ بُرہان اور سیرتِ حلبیہ میں ہے: برہان قاطع تالیف محمد حسین یا حسین بن خلف تبریزی ھندی: اس کا قدیمی نام سمنگان ہے اور اھواز خوزستان صوبہ کا شہر ہے۔ (سیرت حلبیہ: ۱۸۶/۱، برہان قاطع ۹۳۲/۲)

قاموس میں ہے: رامہرمز خوزستان کا شہر۔ (قاموس المحیط، ۲۸۳/۲)

بُرہان میں ہے: یہ فارس کے شہر کا نام ہے جس کا شوشتر قصبہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اب یہ بھبھان کے زیرِ نگرانی ہے۔ اس کی کئی بستیاں ہیں:

1 تشہان، اس میں بہت زیادہ آثارِ قدیمہ ہیں۔

2 پہاڑی جو ہمیشہ شعلہ ور رہتی ہے۔

بھبھان شیراز کے علاقہ میں ہے۔ پس اسے شیراز کی طرف نسبت دینا جائز ہے۔

استیعاب میں یوسف بن عبدالبر سے ملا ہے: یہ اصل میں فارس کے شہر رامہرمز

سے اور اس کا دیہات جبی ہے۔(وفیات الاعیان: ۷/ ٦٦)

اس کی مثل مولانا محمد صالح نے شرح کافی میں جمہور کے علماء میں سے قرطبی سے نقل کیا ہے: جبی اصفہان کا گاؤں ہے جو اصفہان سے تین فرسخ کے فاصلے پر ہے۔(شرح اصول کافی: ۷/ ٦)

سیرتِ حلبیہ میں ہے: یہ اصفہان کا گاؤں ہے۔(سیرتِ حلبیہ: ۱/ ۱۸٦)

برہان میں ہے: یہ عموماً اصفہان کا گاؤں ہے اور اس کے خاص قصبوں میں سے ہے۔شہر رَے کا گاؤں ہے۔(برہان قاطع: ۲/ ٦۰۵)

تاریخ الحکماء میں ہے: ابو معشر بلخی نے اختلاف الزیجات میں تحریر کیا ہے: فارس کے بادشاہ علوم کی حفاظت کی بابت بہت توجہ رکھتے تھے اور تازمانہ اسے باقی رکھنے کی لالچ میں رہتے اور اس پر شفقت کرتے، زمینی آفتوں اور حوادث سے بچاتے۔اس کے لیے کاغذ کو منتخب کرتے۔اصفہان ان سب باتوں کا مرکز تھا۔اس کے بعد اس کا دیہات جبی ہے۔وہ قہندز میں آئے وہ جبی شہر میں تھا۔انھوں نے اپنی کتابوں کو اس میں رکھا جو آج تک باقی ہیں۔اب اسے سارویہ کہتے ہیں۔(محبوب القلوب فی احوال الحکماء واقوالہم: ۱۲۸، ذکر اخبار اصفہان: ۱/ ۷/ ۳)

جو ہم نے ذکر کیا ہے اس سے اُس کی اصفہان کے ساتھ نسبت کی کمزوری ظاہر ہوجاتی ہے یعنی شرح ابن ابی الحدید میں ہے: وہ اصفہان سے ہے اُس کے دیہات کا نام جَیّ ہے۔(شرح ابن ابی الحدید: ۱۸/ ۳۴)

تقریب ابن حجر میں ہے: اس کی اصل اصبہان سے ہے۔ایک قول ہے کہ رامھرمز سے ہے۔(تقریب ابن حجر: ۱/ ۳۷۵، شمارہ ۲۴۸۵)

استیعاب میں ہے: ایک قول ہے کہ اس کی اصل اصفہان سے ہے۔(استیعاب: ۲/ ۶۳۴)

تاریخ گزیدہ میں ہے: یہ اصفہان کے گاؤں حتان سے ہے۔

قصص الانبیاء میں ہے: میں اصفہان کے گاؤں جَی سے ہوں۔ (قصص الانبیاء: ۲۹۷، حدیث ۳۰۰)

ان کے درمیان جمع یوں ہوگا کہ قدیم زمانے میں عجم کے سارے جنوب کو فارس کہتے تھے۔ جن کی ابتدا جبل کے شہروں سے ہوتی تھی اور انتہا بحر ہند، عمان تک تھی۔ بنابراس کے اصفہان فارس میں داخل تھا...... بنابرایں کے اسے شیراز سے نسبت دینا جائز نہ ہے۔

سیرتِ حلبیہ میں ایک اور روایت ہے: میں رامھرمز میں پیدا ہوا، وہیں بڑا ہوا اور میرا باپ اصفہان سے ہے۔ (سیرت حلبیہ: ۱۸۶/۱)

علامہ طباطبائیؒ پر تعجب ہے کہ انھوں نے اپنی رجال میں کہا ہے: سلمانؓ محمدی ابن اسلام جو ابوعبداللہ ہے، ارکانِ اربعہ کا پہلا رکن ہے۔ آپ کا غلام اور حواری ہے جس کے بارے میں کہا: سلمانؓ منا اھل البیتؑ۔ یہ اصبہان کے دیہات جَی سے ہے۔ دین اور علم کی طلب میں انھوں نے بچپن میں ہجرت کی ہے۔ (رجال سیّد طباطبائی، بحر العلوم: ۱۶/۱)

قبل از اسلام ـــ سلمانؓ کی زندگی

ہمارے استاد بزرگوار ابوعبداللہ شیخ مفیدؒ سے کتاب الاختصاص سے مروی ہے: صحیح حدیث میں ہے جو باب سوم میں آئے گی:

رسولؐ خدا نے فرمایا:

ان سلمانؓ ما کان مجوسیا ولکنه کان مظهرا للشرك مبطنا للایمان

"سلمانؓ مجوسی نہیں تھے بلکہ وہ شرک کا اظہار کرنے والے، ایمان کو باطن میں رکھنے والے تھے"۔ (اختصاص: ۲۲۲ میں ہے۔ مضمر الایمان، بحارالانوار: ۲۲/ ۲۴۷، حدیث ۶۲)

شیخ صدوقؒ نے اکمال الدین میں کہا ہے: ان میں سے جس نے حجت کی تلاش کے لیے زمین میں سفر کیا۔ سلمان فارسیؓ ہیں: وہ ہمیشہ ایک علاقے سے دوسرے علاقے کی طرف سفر کرتے رہے ہیں۔ ایک فقیہ سے دوسرے فقیہ کی طرف جاتے رہے ہیں اور اسرار (الٰہیہ) کے بارے میں چھان بین کرتے رہے ہیں اور خبروں کے ذریعے سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ وہ قائم کے قیام کا انتظار کرنے والے تھے جو اوّلین و آخرین کے سردار ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اُنھوں نے چار سو سال جستجو کی ہے یہاں تک کہ اُنھیں آپؐ کی ولادت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ جب اُنھیں یقین ہو گیا تو ارض تہامہ کی طرف نکلے اور اسیر بنا دیے گئے۔ (اکمال الدین، واتمام النعمۃ: ۱/ ۱۶۱)

سلمانؓ کا نام روزبہ بن خوشبوذان ہے۔ اُنھوں نے کبھی طلوع ہوتے سورج کی طرف سجدہ نہیں کیا ہے۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرتے تھے۔ جس قبلہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنے کا اُنھیں حکم دیا گیا تھا وہ مشرقی قبلہ ہے۔ اُن کے والدین گمان کرتے تھے کہ وہ طلوع ہوتے سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ جیسے ان کی ہیئت ہے۔ سلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی کے وصی تھے۔ انھیں وصیت کی گئی تھی جسے اُس کے حوالہ کرنا تھی جس کی طرف وصیت کی انتہا ہوتی ہے اور وہ معصومین سے ہے جن کا نام آبی علیہ السلام ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آبی سے مراد حضرت ابوطالبؑ ہیں۔ ان کے ہاں امر مشتبہ ہوا ہے کیونکہ امیرالمومنینؑ سے پوچھا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصیاء میں سے آخری وصی کون ہے تو فرمایا: آبی اسے لوگوں نے لکھا: ابی (میرا باپ) اُسے بردہ بھی کہا جاتا ہے۔ (اکمال الدین: ۱/۱۶۵)

اس میں محمد بن حسن سے سعد بن عبداللہ سے ہیثم بن ابومسروق نہدی سے اور محمد بن عبدالجبار سے اسماعیل بن سہل سے محمد بن ابی عمیر سے، درست بن ابومنصور واسطی وغیرہ سے روایت کی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

> كان سلمان الفارسي قد اتى غير واحد من العلماء وكان آخر من اتاه آبي فمكث عنده ماشاء الله فلما ظهر النبي قال آبي سلمان: ان صاحبك الذي تطلبه قد ظهر بمكة فتوجه اليه سلمان رحمه الله

"سلمان فارسیؓ بہت سارے علماء کے پاس آئے۔ آخری شخص جس کے پاس گئے ہیں وہ آبیؑ ہیں۔ اُن کے پاس جتنا عرصہ اللہ نے چاہا رہے۔ پس جب رسولؐ خدا کا ظہور ہوا تو آبیؑ نے

سلمانؓ سے کہا: جن صاحب کی تجھے تلاش ہے اُن کا مکہ میں ظہور ہوا ہے۔ پس سلمانؓ آپؐ کی طرف سے چلے گئے۔
(اکمال الدین واتمام النعمۃ: ۲/۶۶۵)

احمد بن محمد بن خالد برقی نے المحاسن میں اپنے باپ سے، ابواسحاق خفاف سے روایت کی ہے، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

کان الذی تناھت الیہ وصایا عیسٰی علیہ السلام: آبی
''جس کی طرف حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وصیتوں کی انتہا ہوئی وہ آبیؓ ہیں اور اس میں اضافہ ہوا ہے''۔

فلما ان اتاہ سلمان قال لہ: ان الذی تطلب قد ظھر بمکۃ فتوجہ الیہ (المحاسن: ۲۳۵، حدیث ۱۹۹، بحارالانوار: ۱۷/۱۳۲، حدیث ۲۸)
''جب سلمانؓ اُن کے پاس آئے تو اُن نے سلمانؓ سے کہا: تجھے جن کی تلاش ہے اُن کا مکہ میں ظہور ہوگیا ہے۔ پس وہ آپؐ کی طرف چلے گئے''۔

رضی الدین علی بن طاؤس نے مہج الدعوات میں کہا ہے:

یروی ان سلمان کان من بقایا اوصیاء عیسٰی علیہ السلام
''روایت کیا گیا ہے کہ سلمانؓ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے باقی اوصیاء میں سے ہے''۔ (مہج الدعوات: ۳۱۳، بحارالانوار: ۹۲/۱۷۶، حدیث ۲۳)

دو روایتوں میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

ان سلمان کان یدعو الناس الی دینہ قبل ان یبعث منذ

اربعمأة وخمسين سنة

''سلمانؓ لوگوں کو اعلانِ نبوت سے چار سو پچاس سال پہلے سے اپنے دین کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں''۔

شیخ الطائفہ سے مروی ہے:

ان لقائه عیسٰی علیه السلام مشهور فی الاخبار

''اُن کی عیسٰی علیہ السلام سے ملاقات اخبار میں مشہور ہے''۔(الغیبۃ:۷۹)

شیخ صدوقؒ نے اکمال الدین میں روایت کی ہے: محمد بن یحییٰ العطار اور احمد بن ادریس سے احمد بن محمد بن عیسٰی سے، محمد بن علی بن مہزیار سے، اُنھوں نے اپنے باپ سے، زکریا سے، موسیٰ بن جعفر سے روایت کی ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! آپ ہمیں سلمانؓ کے اسلام قبول کرنے کا سبب کیوں نہیں بتاتے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ اور سلمان فارسیؓ اور ابوذرؓ اور قریش کی ایک جماعت رسولِ خدا کی قبر کے پاس اکٹھے تھے کہ امیرالمومنینؑ نے سلمانؓ سے کہا: اے ابوعبداللہ! آپؓ ہمیں اپنے معاملہ کی ابتدا کیسے ہوئی کے بارے میں خبر کیوں نہیں دیتے؟

سلمانؓ نے کہا: بخدا قسم اے امیرالمومنینؑ! اگر آپؑ کے علاوہ کوئی دوسرا مجھ سے پوچھتا تو میں اُسے خبر نہ دیتا۔ میں اہلِ شیراز سے ہوں، زمیندار کا بیٹا ہوں۔ میں اپنے باپ کو بہت عزیز تھا۔ ایک دفعہ میں اپنے باپ کے ساتھ ان کی عید میں جا رہا تھا۔ میں (گرجا) عبادت خانہ میں پہنچا وہاں ایک آدمی پکار رہا تھا:

اشهد ان لا اله الا الله وان عیسٰی روح الله وان محمدا حبیب الله

اس سے میرے گوشت اور خون میں محمدؐ کی محبت رچ بس گئی۔ اب مجھے کھانا اور پینا خوش نہ کرنے لگا۔ مجھے میری ماں نے کہا: بیٹا! کیا ہوا کہ آج تو نے نکلتے سورج کی طرف سجدہ نہیں کیا؟

میں نے اسے بڑا (سوال) سمجھا اور خاموش ہوگیا۔ جب گھر آیا تو میں نے چھت سے لٹکی ہوئی ایک کاغذ پر لکھی تحریر کو دیکھا۔ میں نے اپنی ماں سے کہا: یہ خط کیسا ہے؟ اُس نے کہا: اے روزبہ! جب ہم عید سے واپس آئے ہیں تو اسے یہاں لٹکا ہوا پایا ہے۔ اس کے قریب نہ جانا ورنہ تجھے تیرا باپ مار ڈالے گا۔

میں نے رات ہونے کا انتظار کیا۔ جب رات ہوئی اور میرے ماں باپ سو گئے تو میں نے جا کر اُس خط کو اُٹھالیا۔ اُس میں یہ لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هذا عهد من الله الى آدم، انه خالق من صلبه نبيًا يقال له: محمد يامر بمكارم الاخلاق وينهى عن عبادة الاوثان يا روزبه! انت وصى عيسٰى فامن واترك المجوسية

"یہ اللہ کی طرف سے آدمؑ کی طرف عہد ہے کہ وہ اس کی صلب سے نبی کو پیدا کرے گا جسے محمدؐ کہا جائے گا۔ وہ مکارمِ اخلاق کا حکم دے گا اور بتوں کی پوجا سے روکے گا۔ اے روزبہ! تو عیسٰیؑ کا وصی ہے پس ایمان لے آ اور مجوسیت کو ترک کردے"۔

مجھے ایک جھٹکا لگا اور میرے اندر شدت پیدا ہوگئی۔ میرے ماں باپ کو اس کا پتا چل گیا۔ انھوں نے مجھے پکڑ کر گہرے کنویں میں ڈال دیا اور کہا: ہمارے دین پر واپس لوٹ آ، ورنہ تجھے قتل کردیں گے۔ میں نے کہا: جو چاہو کرو۔ میرے دل سے محمدؐ

کی محبت نہیں جائے گی۔

اُس خط کو پڑھنے سے پہلے میں عربی نہیں جانتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اُس دن سے عربی کی سمجھ دے دی۔ مَیں کنویں میں پڑا رہا اور وہ چھوٹے چھوٹے روٹیوں کے ٹکڑے میری طرف ڈول میں ڈالتے رہے۔ جب میرا معاملہ طویل ہوا تو میں نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور کہا: اے پروردگار! تو نے محمدؐ اور آپؐ کے وصی کی محبت میرے دل میں ڈالی ہے۔ پس آپؐ کے وسیلہ سے مجھے یہاں سے بچالے اور مَیں جس میں ہوں اُس سے بھی مجھے راحت دے۔ پس ایک آنے والا آیا۔ اُس نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اُس نے مجھے کہا: اے روزبہ! اُٹھو۔ اُس نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھے گرجے میں لے گیا۔ میں نے کہا:

اشهد ان لا اله الا الله وان عیسٰی روح الله وان محمدا حبیب الله!

میں دیرانی کے پاس گیا۔ اُس نے کہا: کیا تو روزبہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ اُس نے کہا: اُوپر آؤ۔ مجھے اُوپر لے جایا گیا اور میں نے دو سال اُس کی خدمت کی۔ جب اُس کے مرنے کا وقت ہوا تو اُس نے کہا: میں مرنے والا ہوں۔ میں نے کہا: مجھے کس کے پاس چھوڑے جا رہے ہو؟

اُس نے کہا: میں کسی کو نہیں جانتا جو میرے جیسا کہتا ہو سوائے اسکندریہ کے راہب کے! اُس سے ملنا تو میرا سلام عرض کرنا اور اُسے لوح دینا اور اُس نے مجھے لوح دی۔ پس جب وہ مرا تو میں نے اُسے غسل و کفن دیا اور دفن کر کے لوح لے کر اسکندریہ کی طرف چل پڑا اور وہاں کے گرجا میں گیا اور کہا:

اشهد ان لا اله الا الله وان عیسٰی روح الله وان محمدا حبیب الله

میرے پاس پادری آیا اور اُس نے کہا: تو روزبہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ اُس نے کہا: اُوپر آؤ مجھے اُوپر لے جایا گیا۔ میں نے دو سال اُس کی خدمت کی۔ جب اُس کے مرنے کا وقت آیا تو اُس نے کہا: میں مرنے والا ہوں۔ میں نے کہا: مجھے کس کے پاس چھوڑے جارہے ہو؟ اُس نے کہا: میں کسی کو نہیں جانتا جو دنیا میں میرے جیسا کہتا ہو اور محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کی ولادت کا وقت ہو چکا ہے۔ جب آپؐ سے ملنا تو انھیں میرا اسلام کہنا اور آپؐ کو یہ لوح دے دینا۔

پس جب وہ فوت ہوا تو میں نے اُسے غسل و کفن دے کر دفن کر دیا اور لوح لے کر نکل پڑا۔ میں ایک جماعت کے ساتھ ملا تو میں نے انھیں کہا: اے لوگو! مجھے کھانا پینا دیتے رہو۔ میں تمھاری خدمت کرتا رہوں گا۔ انھوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ جب وہ کھانے لگے تو انھوں نے بکری کو باندھا اور اُسے مار کے قتل کر دیا۔ پھر اس کے کچھ گوشت کے کباب بنائے اور کچھ کا سالن تیار کیا۔ میں نے کہا کہ میں نہیں کھاؤں گا۔ انھوں نے کہا: کھاؤ۔ میں نے کہا: میں دیرانی (پادری) جوان ہوں اور دیرانی لوگ گوشت نہیں کھاتے۔ پس انھوں نے مجھے مارا پیٹا۔ قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے لیکن ان میں سے کچھ نے کہا: اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ تمہارا مشروب آجائے یہ اُسے نہیں پیئے گا۔ جب مشروب آیا تو انھوں نے کہا: پی! میں نے کہا: میں دیرانی جوان ہوں اور دیرانی لوگ شراب نہیں پیتے ہیں۔ انھوں نے مجھے باندھ دیا اور قتل کرنے کا ارادہ بنا لیا۔ میں نے انھیں کہا: اے لوگو! مجھے مت مارو اور نہ قتل کرو۔ میں تمہارا غلام بن جاتا ہوں۔ میں نے ان میں سے ایک کی غلامی میں خود کو پیش کر دیا۔ اُس نے مجھے وہاں سے نکالا اور ایک یہودی کو تین سو درہم میں فروخت کر دیا۔ یہودی نے مجھ سے میری آپ بیتی دریافت کی تو میں نے اُسے سب کچھ بتایا اور کہا: میرا کوئی گناہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں حضرت محمدؐ اور آپؐ کے وصیؑ سے محبت کرتا ہوں۔

یہودی نے کہا: میں تجھ سے اور محمدؐ سے بغض رکھتا ہوں۔ پھر وہ مجھے گھر سے باہر نکال کر لے آیا۔ اُس کے دروازے پر بہت زیادہ ریت تھی۔ اُس نے کہا: بخدا قسم اے روزبہ! اگر صبح ہونے تک تو نے یہ ریت یہاں سے وہاں ڈھیری نہ کی تو میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ میں ساری رات ریت اُٹھا اُٹھا کر ڈالتا رہا اور جب تھک گیا تو میں نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور کہا:

اے پروردگار! تو حضرت محمدؐ اور آپؐ کے وصی سے محبت کرتا ہے۔ ان کے وسیلہ سے میری مشکل حل فرما اور مجھے اس سے راحت بخش دے۔ پس اللہ عزوجل نے ہوا کو بھیجا۔ اُس نے ساری ریت اُڑا کر یہاں سے وہاں ڈال دی۔ جب صبح ہوئی تو یہودی نے کہا کہ ساری ریت یہاں سے وہاں جا چکی ہے۔ اُس نے کہا: اے روزبہ! تو جادوگر ہے۔ میں تجھ سے بڑا جادوگر کسی کو نہیں جانتا ہوں۔ پس میں تجھے اس دیہات سے نکالوں گا تاکہ تو اس بستی والوں کو ہلاک نہ کر دے۔

اُس نے مجھے یہاں سے نکالا اور سلیمیہ عورت پر فروخت کر دیا۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتی تھی۔ اس کا باغ تھا۔ اُس نے مجھے دے دیا اور کہا جو چاہو کھاؤ، ہبہ کرو اور دوسروں پر صدقہ کرو۔

جب تک اللہ نے چاہا میں اُس باغ میں رہا۔ ایک دن میں اُس باغ میں تھا۔ میں نے سات لوگوں کو دیکھا جو وہاں آئے ان پر بادلوں نے سایہ کیا ہوا تھا۔ میں نے دل میں سوچا بخدا قسم! یہ سب انبیاءؑ نہیں ہیں البتہ ان میں ایک نبیؐ ہوگا۔ وہ آئے اور باغ میں داخل ہو گئے اور بادل ان کے ساتھ چلتے رہے۔ جب وہ آئے تو معلوم ہوا کہ ان میں رسولؐ خدا، امیر المومنینؑ، ابوذرؓ، مقدادؓ، عقیلؓ بن ابی طالب، حمزہؓ بن عبدالمطلبؑ، زید بن حارثہؓ تھے جو باغ میں آئے۔ وہ کھجور کے خوشے کھانے لگے۔ انھیں رسولؐ خدا نے کہا: کھجوریں کھاؤ اور ان کا مال خراب نہ کرنا۔ میں اپنی سیدہ کے

پاس گیا اور کہا: مجھے ایک طشت کھجور کا دو۔ اُس نے کہا: تیرے لیے جتنے طشت ہیں۔ میں نے ایک طشت اُٹھایا اور دل میں سوچا۔ اگر ان میں نبی ہے تو وہ صدقہ نہیں کھائے گا۔ وہ تو ہدیہ کھاتا ہے۔ پس میں نے اُسے ان کے سامنے رکھا اور کہا: یہ صدقہ ہے۔ پس رسولؐ خدا نے کہا: کھاؤ۔ رسولؐ خدا، امیرالمومنینؑ، عقیل بن ابی طالبؑ، حمزہ بن عبدالمطلب نے انھیں تناول نہ کیا۔ آپؐ نے زید سے کہا: ہاتھ دراز کرو اور کھاؤ۔ میں نے دل میں کہا: یہ (نبی ہونے کی) ایک علامت ہے۔ اب میں اُسی سیّدہ کے پاس گیا اور کہا: ایک طشت اور دو؟ اُس نے کہا: تیرے لیے جتنے طشت ہیں۔ میں نے ایک طشت اُٹھایا اور ان کے سامنے رکھا اور کہا: یہ ہدیہ ہے۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور کہا: بسم اللہ! کھاؤ۔ سب نے ہاتھ دراز کیے اور کھانے لگے۔ پس میں نے دل میں کہا: یہ (نبی ہونے کی) ایک علامت ہے۔ میں آپؐ کے گرد چکر لگانے لگا جس کی طرف آپ متوجہ ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا: اے روزبہ! تو مہر نبوت تلاش کر رہا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں! آپؐ نے اپنے کندھوں سے کپڑا ہٹایا تو میں نے دونوں کندھوں کے درمیان نبوت کی مہر لگی ہوئی دیکھی جس پر بال تھے۔ اب میں رسولؐ خدا کے قدموں پر گر پڑا اور قدم بوسی کی۔

آپؐ نے فرمایا: اے روزبہ! اس عورت کے پاس جا اور اسے کہہ کہ محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ یہ جوان ہم کو فروخت کر دے؟

اُس عورت نے کہا: آپؐ سے کہوں کہ میں تجھے چار سو کھجور کے عوض میں فروخت کروں گی۔ جن میں سے دو سو زرد اور دو سو سرخ ہوں۔ پس میں آپؐ کی خدمت میں آیا اور آپؐ کو اُس عورت کی بات سے آگاہ کیا۔

آپؐ نے فرمایا: اُس نے جو سوال کیا ہے کتنا آسان ہے۔ اے علیؑ! اُٹھو اور ان سب گٹھلیوں کو اکٹھا کرو۔ اُنھوںؑ نے گٹھلیوں کو اکٹھا کیا اور آپؐ نے ان کو بو دیا

اور فرمایا: انھیں پانی دو۔ پس امیرالمومنینؑ نے انھیں پانی لگایا۔ جب آخری پر پہنچے تو کھجور کے پودے زمین سے باہر نکل کر تناور درخت ہو گئے۔

آپؐ نے فرمایا: اُس عورت کے پاس جاؤ اور کہو: محمدؐ بن عبداللہ تجھے کہتے ہیں کہ اپنی شے لے لو اور ہماری شے ہمیں دے دو۔ پس میں اُس عورت کے پاس گیا اور اُسے کہا۔ وہ باہر نکلی اور کھجور کی طرف دیکھا اور کہا: بخدا قسم! میں تجھے فروخت نہیں کروں گی مگر جب چار سو کھجوریں زرد ہوں گی۔ اتنے میں جبرائیلؑ آئے اور اپنے پَر کھجوروں پر لگائے جس سے ساری کی ساری زرد ہو گئیں۔ پھر مجھے کہا: اُس عورت سے کہو کہ محمدؐ نے کہا ہے اپنی شے لے لو اور ہماری شے واپس دے دو۔ پس میں نے اُسے کہا تو اُس عورت نے کہا: بخدا قسم! حضرت محمدؐ کے ساتھ گزارا ہوا ایک دن مجھے تجھ سے اور ہر اُس شے سے زیادہ محبوب ہے جو تمھارے پاس ہے۔ پس مجھے رسولؐ خدا نے آزاد کروایا اور میرا نام سلمانؓ رکھا۔ (اکمال الدین: ۱/۱۶۱، بحارالانوار ۲۲/۳۵۵۔ تھوڑے سے اختلاف سے)

اسے راوندی نے قصص الانبیاءؑ میں تھوڑے سے اختلاف سے لکھا ہے۔ (قصص الانبیاء: ۳۰۳، حدیث ۴۰۳)

اسے شیخ شہید نیشاپوری معروف ابن فارسی نے روضۃ الواعظین میں ص ۲۷۵ پر تحریر کیا ہے۔

اسے شیخ یوسف بن حاتم شامی عاملی (تلمیذ محقق) نے کتاب الدر النظیم فی مناقب الائمۃ اللھامیم میں تحریر کیا ہے۔ (الدر النظیم: ص ۱۳۲)

شیراز شہر

شیراز فارس کا شہر ہے جسے شیراز بن طہمورث بن ھرشنج بن سامک بن جیدمرت بن یافث بن حضرت نوح علیہ السلام نے بنایا اور اس کی بنیادوں کو سلطان الدولہ

بن بابویہ نے محکم و پختہ کیا۔ (معجم البلدان: ۳۸۱/۳، ۲۲۶/۴)

فارس ایسے علاقے کا نام ہے جو فارس بن اسور بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام کے نام پر ہے۔

اس کے پانچ علاقے ہیں:

① ارجان اسے سابور کہتے ہیں۔ سب سے چھوٹا علاقہ ہے۔

② اصطخر یہ بڑا علاقہ ہے۔

③ سابور ثانی ④ شاذ روان اس میں شیراز ہے۔

⑤ سوس یہاں پھل نہیں ہوتے کیونکہ یہاں بہت زیادہ سردی ہوتی ہے۔

صومعہ: گرجا گھر۔

حضرت سلمانؓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصیاء میں سے ہیں

گذشتہ حدیث میں آیا ہے: انت وصی عیسٰی (تو عیسیٰ علیہ السلام کا وصی ہے)۔

یہ مجمع الدعوات میں ہے اور اسکندریہ کے راہب نے بھی مرتے وقت یہی کہا تھا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصیاء میں سے ہیں۔ اُس نے کہا کہ رسولؐ خدا کی ولادت کا وقت ہوگیا ہے۔ پس اگر یہ وصی نہ ہوتے تو اُن کی وفات اور آپؐ کی ولادت کے زمانے میں زمین حجتِ خدا سے خالی رہ جاتی جو بداہت کے خلاف ہے اور اخبارِ متواترہ میں ہے کہ زمین حجتِ خدا سے خالی نہیں رہتی ورنہ زمین دھنس جائے گی اور اہلِ زمین غرق ہو جائیں گے۔

اُن کے وصی ہونے کی طرف اشارہ یہاں سے بھی ملتا ہے کہ جب حضرت سلمانؓ فوت ہوئے تو مدائن میں تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے مدینہ منورہ سے جا کر اُسے غسل دیا اور یہ شرف اُن کے علاوہ کسی کو نہ ملا۔ اور حدیث ہے کہ ان الوصی لا یغسله الا نبی او وصی (وصی کو سوائے نبیؐ یا وصیؑ کے کوئی غسل نہیں دیتا)۔

عمرؓ بن ابی سلمہ [1] سے مروی ہے اُنھوں نے اپنی والدہ اُم سلمہؓ سے روایت کی ہے: رسولؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو میرے کمرے میں بٹھایا اور بکری کی کھال منگوائی۔ اس پر لکھا اور وہ ساری اِملاء سے پُر ہوگئی۔ پھر وہ تحریر مجھے دے دی اور فرمایا: میرے بعد جو فلاں فلاں نشانی کے ساتھ آئے یہ اُسے دے دینا۔ وقت گزرا رسولؐ خدا کی رحلت ہوگئی اور حضرت ابوبکر لوگوں کے امر کے ولی بن گئے ہیں۔

میری ماں نے کہا: جاؤ اور دیکھو یہ صاحب کیا کرتے ہیں۔ مَیں آیا اور لوگوں میں بیٹھ گیا۔ اُنھوں نے خطبہ دیا اور اُتر آئے اور گھر چلے گئے۔ میں نے گھر آکر ماں کو آگاہ کیا۔ وہ ٹھہر گئیں۔ پھر حضرت عمر لوگوں کے امر کے والی بنے تو مجھے میری ماں نے بھیجا اُنھوں نے اپنے ساتھی کی طرح کیا۔ میں نے گھر آکر ماں کو آگاہ کیا۔ وہ ٹھہر گئیں۔ پھر حضرت عثمان لوگوں کے امر کے والی بنے تو مجھے میری ماں نے بھیجا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرح کیا۔ میں نے گھر آکر اپنی ماں کو آگاہ کیا وہ ٹھہر گئیں۔

پھر حضرت علی علیہ السلام مسندِ خلافت پر آئے تو مجھے میری ماں نے بھیجا اور کہا دیکھو یہ صاحب کیا کرتے ہیں؟ مَیں مسجد میں آکر بیٹھ گیا۔ جب حضرت علیؑ نے خطبہ دیا اور خطبے کے بعد اُنھوں نے مجھے لوگوں میں دیکھا تو فرمایا: جاکر ماں سے اجازت لے۔ میں نے گھر آکر اپنی ماں کو بتایا تو اُس نے کہا: بخدا میں اُن سے ملنا چاہتی ہوں۔ حضرت علیؑ نے آکر کہا: مجھے وہ کتاب دو جو آپؐ نے تجھے دی ہے جس کی یہ یہ نشانی ہے۔

---

[1] عمرؓ بن ابی سلمہ رسولؐ خدا کے پروردہ تھے۔ جنگِ صفّین (۳۷ھ) میں شہید ہوئے۔ یہ حضرت علی علیہ السلام کے جوانوں میں سے تھے۔ جنگِ جمل میں حضرت اُم سلمہؓ نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! اگر آپؑ اسے قبول نہ کریں اور اللہ کی نافرمانی نہ ہو تو میں آپؑ کے ساتھ جنگ میں جاتی ہوں ورنہ یہ میرا بیٹا عمر ہے۔ بخدا قسم! مجھے میری جان سے عزیز ہے۔ آپؑ کے ہمراہ جنگوں میں جائے گا۔ وہ امامؑ کے ساتھ رہے اور میسرہ پر امیر بنائے گئے۔ جنگِ صفّین میں شہید ہوئے۔ یہ شاعر بھی تھے۔ (اعیان الشیعہ: ۸/۳۸۰)

مَیں نے اپنی ماں کی طرف دیکھا وہ اُٹھی اور صندوق کے پاس گئی۔ اُس میں ایک صندوقچی تھی۔ اُس سے کتاب کو نکالا اور حضرت علیؑ کو دے دی اور مجھے کہا: بیٹا الزمہ (علیؑ کے دامن کو پکڑ لے)۔ بخدا قسم! میں نے نبیؐ کے بعد اس کے علاوہ کوئی امام نہیں دیکھا ہے۔ (بصائر الدرجات: ۱۶۳، بحارالانوار: ۲۶/۵۰)

معلی بن خنیس سے مروی ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کتابیں حضرت علی علیہ السلام کے پاس تھیں۔ جب عراق گئے تو حضرت اُم سلمہؓ کو دے دیں۔ جب شہید ہوئے تو امام حسن علیہ السلام کو مل گئیں۔ وہ شہید ہو گئے تو وہ امام حسین علیہ السلام کے پاس تھیں۔ وہ شہید ہوئے تو علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس تھیں۔ پھر میرے باپ (محمدؑ بن جعفرؑ) کے پاس تھیں۔ (بصائر الدرجات: ۱۶۲، حدیث ۱، بحارالانوار: ۲۶/۵۰)

ابی جارود روایت کرتا ہے: امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ مجھے آپؑ پر قربان کرے اُس کتاب میں کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

فیه والله ما یحتاج الیه ولد آدم منذ یوم خلق آدم ان تفنی الدنیا

”بخدا قسم! اُس میں ہر وہ بات ہے جس کا اولادِ آدم محتاج ہے۔ آدم کی خلقت سے لے کر دنیا کے فنا ہو جانے تک کے حالات اُس میں ہیں“۔ بصائر الدرجات: ۱۶۳، حدیث ۳، بحارالانوار: ۲۶/۵۰)

حضرت ابوطالب علیہ السلام اوصیاء میں سے ہیں

اصولِ کافی، ص ۴۴۵ میں ہے: درست بن ابی منصور نے امام ابوالحسن اول علیہ السلام سے سوال کیا: کیا رسولؐ خدا ابوطالبؑ کے محتاج تھے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں لیکن ان کے پاس وصایا ودیعت (امانت) تھیں جنھیں اُنھوں نے آپؐ کے سپرد کیا۔

میں نے کہا: اُنھوں نے آپؐ کو وصایا دیں اس لیے کہ آپؐ کو ان کی احتیاج تھی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر آپؐ کو ان کی محتاجی ہوتی تو آپؐ کی طرف وصیت نہ کی جاتی۔

میں نے عرض کیا: اس بابت ابوطالبؑ کی کیا حالت ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: انھوں نے نبیؐ کا اقرار کیا اور جو لے آئے تھے اُس کا اقرار کیا اور آپؐ کو وصایا دیں اور اُس دن مر گئے۔

بحار الانوار میں ۱۷/ ۱۴۲ میں ہے: ابوطالبؑ حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے اوصیاء میں سے تھے۔ وہ ان کی کتابوں کے حافظ تھے اس لیے اُنھیں ان کی وصایا دی گئیں۔ بنی اسرائیلؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی وجہ سے نہیں ہیں۔ وہ ان کی طرف مبعوث نہیں ہوئے بلکہ یہ ملت ابراہیمؑ پر تھے۔

ایک روایت ہے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصیا: ① شمعون ② یحیٰی بن زکریا ③ منذر بن شمعون ④ دانیال ⑤ مکیخا بن دانیال ⑥ انشوا بن مکیخا ⑦ رشیخا بن انشوا ⑧ نطورس بن انشوا ⑨ مرعید بن نطورس ⑩ بحیرا۔ پھر رسولؐ خدا آئے۔ (اثبات الوصیۃ: ۷۰)

دوسری روایت: منذر بن شمعون کے بعد اس کا بیٹا سلمہ بن منذر، پھر اس کا بیٹا برزہ، پھر اُس کا بیٹا آبی، پھر اس کا بیٹا دوس، پھر اس کا بیٹا اسید، پھر ہوف، پھر اُس کا بیٹا یحیٰی بن ہوف، پھر دانا آئے اور وہ خاتم الانبیاؐ ہیں۔ (اثبات الوصیۃ: ۷۵)

دونوں روایتوں کے مطابق بارہ کی تعداد بنتی ہے۔

ایمانِ ابوطالب علیہ السلام

دفع المناوات عن التفضیل والمساوات تالیف سیّد حسین بن حسن کرکی سبط محقق ثانیؒ...... انھوں نے ایمانِ ابوطالبؑ اور ان کے فضائل کے بعد میں کہا ہے: صدوقؒ نے کتاب اثبات الغیبت وکشف الحیرت میں کہا ہے:

> ان الوصی سلمان ردا علی بن یظن ان الوصی ابوطالب
>
> ''وصی سلمانؓ ہے اور یہ جواب ہے اُس کا جو خیال کرتا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ وصی ہیں کیونکہ حضرت علیؑ سے پوچھا گیا کہ وصی کون تھا تو فرمایا: آبی جس سے وہم ہوا کہ کہا ہے: ابی (میرا باپ)۔ حالانکہ امامؑ نے آبی کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: اگر سلمانؓ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وصی تھے تو وہ ان کی اُمت پر یعنی بنی اسرائیل پر وصی تھے ـــــ عرب لوگوں پر ان کے وصی نہیں تھے اور عرب اتفاقاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُمت اور پیروکار تھے۔ ان پر وصی کا ہونا ضروری تھا ورنہ لازم آئے گا کہ جو لطف اللہ پر واجب ہے اس میں خلل واقع ہو گیا اور لطفِ الٰہی میں خلل کا واقع ہونا محال ہے۔ پس ابوطالبؑ کے علاوہ حضرت ابراہیم کا بالاجماع کوئی وصی نہیں ہے، لہٰذا اگر ابوطالبؑ وصی نہ ہوں تو لازم آئے گا کہ حضرت ابراہیم بغیر وصی کے تھے اور ہم سب کے اتفاق کے مطابق ان کا وصی کے بغیر ہونا باطل ہے۔

کیا سلمانؓ مجوسی تھے یا نہیں؟

حضرت سلمانؓ مجوسی نہیں تھے۔ انھیں جو خط ملا جس میں تحریر تھا کہ مجوسیت کو ترک کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اُس وقت بچے تھے، مکلف نہیں تھے۔ پس کہا گیا کہ مجوسیت کو اختیار نہ کرنا اور اسے دین نہ بنانا۔ دوسرا یہ کہ انھیں مجوسیت کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے جسے انھوں نے ظاہری طور پر دین بنایا ہوا تھا۔ بلکہ حضرت

عیسٰی علیہ السلام کے اوصیاء میں سے اور کلمہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان عیسٰی روح اللہ وان محمدا حبیب اللہ پڑھنے والے تھے۔

انطاکیہ: قلعہ نما شہر ہے جو روم کی جانب واقع ہے۔ اسے انطاکیہ بنت روح بن عیص نے بنایا ہے۔ اس کے اور حلب کے درمیان تین دن کا فاصلہ ہے۔ صاف ستھرا ہے، بحر الشام کے قریب ہے۔ دریائے جیحان کے پہلو میں ہے۔

اسکندریہ: اسکندریہ مصر کا مشہور شہر ہے جو قاہرہ کے شمال مغرب میں واقع ہے اور سمندر کے ساحل پر ہے۔ اسے اسکندر بن فیلقوس یونانی نے بنایا تھا۔ اس میں مینار ہے جو دنیا کے سات عجائبات میں سے ہے۔ اس کی بلندی ۱۲۰ ہاتھ ہے۔

رسولؐ خدا پر صدقہ حرام ہے

گذشتہ حدیث میں ہے: حضرت سلمانؓ نے کہا اگر ان میں نبی ہوا تو وہ صدقہ نہیں کھائے گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ نبی صدقہ نہیں کھاتا اور سارے نبیوں کی نبوت کی علامات میں سے ہے۔

احتمال قوی ہے کہ یہ ہمارے نبیؐ کی خاص صفات میں سے ہے کہ آپؐ پر صدقہ کو حرام قرار دیا گیا ہے اور اس کی حضرت سلمانؓ نے خبر دی ہے۔

راوندی کی روایت میں آئے گا کہ راہب نے حضرت سلمانؓ سے کہا تھا کہ اس نبی میں ظاہری علامتیں ہوں گی:

① مہر نبوت جو کندھوں کے درمیان ہوگی۔

② ہدیہ کھاتا ہے۔

③ صدقہ نہیں کھاتا ہے۔

عبدالملک کی روایت اس کے قریب قریب ہے۔ صدقہ سے مراد: واجبی زکوٰۃ ہے کیونکہ خداوند نے فرمایا:

انما الصدقات للفقراء

''زکوٰۃ فقرا کے لیے ہے''۔

مہر نبوت

آپؐ کی ولادت والی حدیث میں ہے۔ اسے شیخ ابوالحسن بکری نے بی بی آمنہؑ سے روایت کیا ہے:

میں نے تیسرے کے ہاتھ میں پھیلا ہوا ریشمی کپڑا دیکھا اُس کے ہاتھ میں نُور کی مہر تھی جو سورج کی طرح چمک رہی تھی۔ اُس نے میرے بیٹے کو اُٹھایا اور طشت والے کو دے دیا اور دوسرے نے لوٹے سے سات دفعہ پانی ڈالا۔ پھر دونوں کندھوں کے درمیان مہر لگائی۔ پھر اپنے پَروں کے نیچے کیا اور میری آنکھوں کے سامنے سے غائب کر دیا۔ وہ خازن جنت رضوان تھا۔ (بحارالانوار: ۱۵/۳۲۷، باب سوم، تاریخ ولادت)

مناقب سے مروی ہے: آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی جب اُسے ظاہر کیا تو اُس کا نُور سورج کی روشنی پر چھا گیا۔ اُس پر لکھا تھا:

لا الٰه الا الله وحدهٗ لا شریك له

جہاں چاہو توجہ کرو آپ کامیاب ہیں۔

جابر بن سمرہ کی روایت میں ہے: میں نے آپؐ کی مہر نبوت دیکھی جو دونوں کندھوں کے درمیان لگی ہوئی تھی جیسے کبوتر کا انڈا ہو۔ ابوسعید خدری سے پوچھا گیا تو اُس نے کہا: خون کا لوتھڑا تھا جو جسم پر اُبھرا ہوا ہے۔ (لسان العرب: ۵/۴۱۷)

ابوزید انصاری نے کہا ہے: ایک جگہ جمع بال جو کندھوں پر تھے جب لوگوں کو آپؐ کی وفات میں شک ہوا تو اسماء بنت عمیس نے اپنا ہاتھ آپؐ کے کندھوں پر رکھا اور کہا: رسولؐ خدا فوت ہو گئے، مہر نبوت اُٹھالی گئی ہے۔ (مناقب آل ابی طالب: ۱/۱۲۴)

خرائج میں ہے: ایک معجزہ ظاہر ہوا جو مہرِ نبوت ہے جو آپؐ کے کندھوں پر ظاہر تھی جس پر لکھا تھا: لا الٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ۔ (الخرائج والجرائح: ۲/۵۰۷، بحار: ۱۷/۲۹۹، اثبات الہداۃ: ۲/۱۲۰، حدیث 525)

مجمع البحرین ۱/۶۲۳ میں ہے: مہرِ نبوت مثلِ سیب کے تھی۔

روایت قطب الدین راوندی

حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: میں اصبہان کے جَیّ گاؤں سے ہوں۔ میرا باپ زمیندار تھا۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتا تھا اور مجھے گھر میں بند کر کے رکھتا تھا جس طرح لڑکیوں کو گھروں میں رکھا جاتا ہے۔ میں بچہ تھا۔ لوگوں کے معاملات کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ صرف مجوسیت کو دیکھا تھا۔ میرے باپ نے عمارت بنائی۔ اُس کی بہت زیادہ زمین تھی۔ اُس نے کہا: اے بیٹا! میں زمیندارہ میں مصروف رہتا ہوں تو زمینوں کی طرف جا اور مزارعوں کو یہ یہ حکم دے۔ کوئی شے مجھ سے مت چھپانا۔

مَیں زمینوں کی طرف نکلا اور گرجا کے پاس سے گزرا۔ میں نے ان کی عبادت کی آواز سنی۔ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: عیسائی ہیں، نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں اندر گیا تو انھیں دیکھ کر حیران ہوا۔ میں غروب تک ان کے پاس بیٹھا رہا۔ میرے باپ نے میری تلاش میں بندے لگا دیئے۔ میں شام کے وقت گھر لوٹ گیا اور زمین پر نہ گیا۔

میرے باپ نے کہا: کہاں رہا ہے؟ میں نے بتایا کہ عیسائیوں کے گرجا کے پاس سے گزرا تو ان کی نماز اور دعا نے مجھے حیران کر دیا۔

میرے باپ نے کہا: بیٹا! تیرے آباؤ اجداد کا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔ میں نے کہا: نہیں ان کا دین اُن کے دین سے بہتر ہے۔ یہ لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اُسے پکارتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور تم آگ کی عبادت کرتے ہو۔

اُسے اپنے ہاتھوں سے جلاتے ہو۔ جب اُسے چھوڑ دیتے ہو تو وہ بجھ جاتی ہے۔

میرے باپ نے میرے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیں اور مجھے گھر میں قید کر دیا۔

میں نے عیسائیوں کی طرف بندہ بھیجا اور کہا: اس دین کی اصل کہاں ہے؟

انھوں نے کہا: شام میں ہے۔ میں نے کہا: جب تمھارے پاس وہاں کے لوگ آئیں تو انھیں مجھ سے ملانا۔

انھوں نے کہا: ہم ایسا ہی کریں گے۔ کچھ دنوں کے بعد کچھ تاجر آئے۔ انھوں نے مجھے ان کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے اپنا کام کیا اور جانے لگے تو مجھے بتایا کہ ہم جا رہے ہیں۔ میں نے بیڑیاں اُتاریں اور ان کے ساتھ چلا گیا۔

جب شام میں آیا تو میں نے کہا: اس دنیا کا سب سے افضل فرد کون ہے؟

انھوں نے کہا: گرجا کا صاحب اسقف۔ میں اُن کے پاس گیا اور کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ رہوں اور تعلیم حاصل کروں۔ اُس نے کہا: میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔ پس میں اُس کے ساتھ رہنے لگا۔

ایک برا شخص تھا جو انھیں صدقہ کا حکم دیتا تھا اور مسکینوں کو نہیں دیتا تھا۔ کچھ دنوں بعد وہ مر گیا۔ اُسے دفن کرنے لگے تو میں نے کہا: یہ برا شخص ہے۔ میں تمھیں اس کے خزانے کے بارے میں بتاتا ہوں۔ وہاں سے سونے کی بھری ہوئی سات دیگیں نکالیں۔ لوگوں نے اُسے لکڑی پر لٹکایا اور پتھر مارے اور دوسرے شخص کے پاس آئے اور اُسے اُس کی جگہ پر مامور کیا۔

بخدا قسم! اے ابن عباسؓ! میں نے اُسے افضل اور زاہد بندہ کبھی نہیں دیکھا جو بہت کوشش کرتا تھا۔ میں اُس کے پاس رہا۔ اس کی موت کا وقت ہو گیا۔ میں اُس کو بہت چاہتا تھا۔ میں نے کہا: اے فلاں! آپ کی موت کا وقت ہے۔ اَب مجھے کس کی وصیت کرتے ہیں کہ اُس کے پاس چلا جاؤں؟

اُس نے کہا: میں کسی کو نہیں جانتا سوائے ایک شخص کے جو موصل میں ہے۔ وہ تجھے میرے جیسا ملے گا، وہ مرا اور دفن ہوا تو مَیں موصل میں اُس کے پاس آیا۔ اُسے اسی کی طرح کوشش کرنے والا اور زاہد پایا۔ پس مَیں نے اُسے کہا: فلاں نے مجھے آپ کی وصیت کی ہے۔ اُس نے کہا: بیٹا! میرے ساتھ رہو۔ میں اُس کے پاس رہا یہاں تک کہ اُس کی وفات کا وقت ہوا تو میں نے اُسے کہا: مجھے کسی طرف وصیت کرتے ہو؟ اُس نے کہا: نصیبین میں ایک شخص ہے اُس کے پاس چلے جانا۔ پس جب ہم نے اُسے دفن کیا تو میں اُس کے پاس چلا گیا اور میں نے اُسے کہا: فلاں نے مجھے آپ کی وصیت کی ہے۔

اُس نے کہا: بیٹا! میرے پاس رہو۔ میں اُس کے پاس رہا۔ اُسے ان کی طرح پایا یہاں تک کہ اُس کی وفات کا وقت ہوا تو میں نے اُسے کہا: مجھے کس کی طرف وصیت کرتے ہو؟ اُس نے کہا: ارضِ روم میں عموریہ میں ایک شخص ہے اُس کے پاس چلے جاؤ اُسے ہماری طرح پاؤ گے۔ پس جب اُس کے جسدِ خاکی کو چھپا دیا تو میں عموریہ چلا گیا۔ اُس کے پاس رہا اور اُسے انھی جیسا پایا۔ بھیڑیں اور گائیں پائیں۔ یہاں تک کہ اُس کی وفات کا وقت ہوا تو میں نے کہا: مجھے کس کی طرف وصیت کرتے ہو؟ اُس نے کہا: مَیں کسی کو نہیں جانتا جو ہم سب جیسا ہو لیکن تجھے ایک نبیؐ کا سایہ ملے گا جو حرم میں مبعوث ہوگا اور حرتین کے درمیان شوردار کھجوروں کی زمین کی طرف ہجرت کرے گا۔ اس میں ظاہری علامتیں ہوں گی۔ اُس کے کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی، ہدیہ کھائے گا اور صدقہ قبول نہ کرے گا۔ طاقت ہو کہ اس کی طرف چلے جاؤ تو چلے جانا۔ جب ہم نے اُسے دفن کیا تو بنی کلب کے عربی تاجر عرب کی طرف جارہے تھے۔ میں نے انھیں کہا: مجھے اپنے ساتھ لے چلو اور عربستان میں چھوڑ دینا۔ میں تمھیں اپنی بھیڑیں اور گائیں دیتا ہوں۔

انھوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ میں نے انھیں اپنی بھیڑیں اور گائیں دے دیں۔ وہ مجھے لے کر وادی قریٰ میں لے آئے جہاں انھوں نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

بخدا قسم! مَیں نے کھجور دیکھی تو سمجھا کہ یہ وہی شہر ہے جس کی صفت میرے دوست نے بتائی تھی۔ اتنے میں بنی قریظہ کا ایک یہودی وادیٔ قریٰ میں آیا۔ میرے ساتھی نے مجھے اُس پر فروخت کر دیا وہ نکلا اور مجھے مدینہ لے آیا۔ بخدا قسم! مَیں نے مدینہ کو دیکھا تو جو صفت بیان کی گئی تھی اُس کے مطابق میں نے اُس شہر کو پہچان لیا۔

میں نے اپنے صاحب کے ساتھ وہاں قیام کیا اور ادھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو مکہ میں مبعوث فرمایا لیکن مجھے ان کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوا کیونکہ مَیں غلام تھا۔ یہاں تک کہ رسولِؐ خدا قبا میں تشریف لے آئے۔ اُس وقت مَیں کھجوروں کے باغ میں اپنے مالک کا کام کر رہا تھا۔ بخدا قسم! مَیں اُسی طرح تھا کہ اُس کا چچازاد آیا اور اُس نے کہا: بنی قیلہ پر لعنت ہو۔ خدا کی قسم! وہ قبا میں اکٹھے ہیں اور ایک شخص کے گرد جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے۔ بخدا قسم! وہ ویسا ہی ہے جیسا مَیں نے سنا ہے۔ یہ سن کر مجھے جھٹکا لگا یہاں تک کہ مَیں نے گمان کیا کہ مَیں کھجور سے نیچے گر جاؤں گا اور میں اُترا اور کہا: یہ کیا ہے؟ میرے مالک نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور کہا: تجھے اُس سے کیا؟ تو اپنا کام کر۔ جب شام ہوئی تو میرے پاس کھانا تھا۔ میں نے اُسے اُٹھایا اور رسولِؐ خدا کے پاس قبا میں چلا گیا۔ میں نے کہا: آپؐ نیک آدمی ہیں۔ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے اصحاب ہیں۔ میرے پاس صدقہ ہے وہ یہ ہے۔ اس سے کھاؤ۔ پس رسولِؐ خدا رُک گئے اور اصحاب سے فرمایا: کھاؤ خود نہ کھایا۔ مَیں نے دل میں سوچا یہ پہلی صفت ہے جسے میرے صاحب نے بیان کیا تھا۔

میں واپس آیا اور رسولِؐ خدا مدینہ میں تشریف لے آئے تو مَیں نے کچھ مال

جمع کیا جو میرے پاس تھا۔۔۔ اور مَیں آپؐ کے پاس آیا اور کہا: میں نے دیکھا ہے کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے، یہ ہدیہ ہے صدقہ نہیں ہے۔ اُسے رسولؐ خدا نے اور صحابہ نے کھایا۔ میں نے کہا: یہ دو علامتیں ہیں۔

پھر مَیں رسولؐ خدا کے پاس آیا۔ آپؐ تشیع جنازہ کر رہے تھے۔ آپؐ نے دو دو شالے اُوڑھے ہوئے تھے۔ آپؐ اصحابؓ میں تھے۔ مَیں پیچھے سے مہر نبوت دیکھنے آیا۔ مجھے رسولؐ خدا نے دیکھا تو اپنی چادر کو ہٹا دیا جس سے مَیں نے آپؐ کے کندھوں کے درمیان سے مہر نبوت کو دیکھ لیا جیسا کہ میرے صاحب نے نبوت کے وصف میں بتایا تھا۔ میں آپؐ پر گرا، بوسہ لیا اور رونے لگا۔ آپؐ نے فرمایا: سلمانؓ ادھر آؤ، میں گیا اور آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں دوست رکھتا تھا کہ میری رُوداد آپؐ کے بارے میں آپؐ کے صحابہؓ بھی سن لیں۔

اے ابن عباسؓ! مَیں نے جیسے آپ کو بتایا ہے انھیں بھی سنایا۔ جب فارغ ہوا تو رسولؐ خدا نے فرمایا: اے سلمانؓ! اپنے مالک سے لکھ پڑھ کر لے۔ میں نے اپنے مالک سے آزادی کے لیے لکھ پڑھ تین سو کھجوروں کی کروائی کہ اُس کے لیے لگاؤں گا اور چالیس اوقیہ سونا دوں گا۔

صحابہ نے کھجوریں لگانے میں میری مدد کی ۔۔۔ آپؐ نے فرمایا: میں اپنے ہاتھ سے کھجور لگاتا ہوں۔ مَیں نے گڑھا کھودا پھر آپؐ کے پاس آیا اور کہا: میں فارغ ہو گیا ہوں آپؐ میرے ساتھ وہاں آئے۔ ہم نے اُسے رکھا اور مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ ان میں سے کوئی درخت ضائع نہ ہوا۔ اب میرے ذمہ جو درہم تھے باقی رہ گئے۔ بعض معدنیات سے ایک شخص آیا۔ اُس کے پاس انڈے کی شکل سونا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: فارسی مسلمان کہاں ہے جس نے مالک سے لکھ پڑھ کی ہوئی ہے؟ مجھے بلایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: جتنی تو نے رقم دینا

ہے اتنی اُٹھالے۔ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! جو میرے ذمہ ہے یہ کہاں سے پورا کرے گا؟

آپؐ نے فرمایا: اللہ عزوجل اللہ اسے پورے کرے گا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں سلمانؓ کی جان ہے۔ مَیں نے اُسے وزن کیا تو چالیس اوقیہ کی مالیت بنی۔ مَیں نے وہ مال انھیں دے دیا اور سلمانؓ آزاد ہو گیا۔

اُنھوں نے کہا: غلامی نے مجھے قید کرلیا تھا یہاں تک کہ مَیں جنگِ بدر، جنگِ اُحد میں شریک نہ ہوسکا۔ پھر آزاد ہوا تو خندق اور ساری جنگوں میں شریک ہوا۔ (قصص الانبیاء: ۲۹۷، حدیث ۳۰۰، بحارالانوار: ۲۲/ ۳۶۲، حدیث ۵)

اس خبر کو سعید بن مسعود بن محمد بن مسعود کازروتی نے المنتقی کے باب پنجم میں اپنے شیخ جمال الدین ابی حجاج یوسف بن زکی عبدالرحمٰن بن یوسف مزی سے برہان الدین ابی اسحاق ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم درجی سے، ابوجعفر محمد بن (احمد) بن نصر صیدلانی سے، فاطمہ بنت عبداللہ جوزدانیہ سے، ابوبکر محمد بن عبداللہ بن زبدۃ بکاسی سے، ابوالقاسم سلیمان بن احمد سروی سے، زیاد بن عبداللہ بکائی سے، محمد بن اسحاق بن یسار سے، عاصم بن عمرو بن قتادہ سے، محمود بن لبید سے، ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے: مجھے سلمان فارسیؓ نے خبر دی کہ میں...... (نہایۃ السوئل: ۳۶۴، مسند احمد: ۵/ ۴۴۱، المعجم الکبیر طبرانی: ۶/ ۲۲۲، دلائل النبوۃ اصبہانی: ۱/ ۳۵۲، حدیث ۲۲، ذکر اخبار اصبہان: ۱/ ۴۹، طبقات المحدثین اصبہان: ۱/ ۲۰۹، السنن الکبریٰ بیہقی: ۱۰/ ۳۲۲، تاریخ مدینہ دمشق: ۲۱/ ۳۸۴، تاریخ بغداد: ۱/ ۱۷۷، تاریخ اسلام ذہبی: ۱/ ۹۵۔ طبقات الکبریٰ: ۴/ ۴۴۱)

نیز اسے ابومحمد عبدالملک بن ہشام نحوی نے کتاب سیرۃ النبی ۱/ ۲۲۸، جلد ۵ میں محمد بن اسحاق سے اس کی مثل خبر کو تحریر کیا ہے۔

علی بن برہان الدین حلبی شافعی کی روایت

شیخ علی بن برہان الدین حلبی شافعی نے کتاب انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف سیرت حلبیہ میں گذشتہ روایت کچھ اضافے کے ساتھ نقل کیا ہے۔ میں دوست رکھتا ہوں کہ اسے نقل کروں کیونکہ کستوری کو جتنا مکرر کیا جائے اُس کی خوشبو بڑھتی رہتی ہے۔

اُس نے یہودیوں اور عیسائی علماء کی طرف سے رسولؐ خدا کے بیان کردہ اسماء کے باب میں کہا ہے: ان میں سے ایک وہ ہے جسے سلمان فارسیؓ نے بیان کیا ہے۔

سلمانؓ نے کہا: میں فارسی ہوں، اصبہان کے جئی نامی دیہات سے ہوں۔

یہاں چند قول ہیں:

① اہواز کے رامھرمز نامی دیہات سے ہوں۔

② میں رامھرمز میں پیدا اور وہیں بڑا ہوا۔ میرا باپ اصبہان سے ہے۔ میرا باپ کسان تھا۔ وہ گاؤں کا بڑا آدمی تھا۔

③ میں فارس کے لوگوں میں سے ہوں۔ میرا باپ مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتا تھا۔ اس کی محبت ہمیشہ رہی یہاں تک کہ اُس نے مجھے گھر میں لڑکیوں کی طرح بند کر کے رکھا ہوا تھا۔

میں نے مجوسیت میں کام کیا یہاں تک کہ آگ جلاتا تھا اور اُسے کبھی بجھنے نہیں دیتا تھا۔ میرے باپ کی بہت زیادہ زمین تھی۔ ایک دن وہ کسی کام کے سلسلہ میں مصروف تھا۔ اُس نے مجھے کہا: میں آج مصروف ہوں تم زمینوں کی طرف جاؤ اور کچھ کاموں کا مجھے حکم دیا کہ یہ یہ کام جا کر کرواؤ۔ اور کہا: میری آنکھوں سے دُور نہ ہونا (کہیں چلے نہ جانا) کیونکہ تو مجھے زمین سے زیادہ عزیز ہے۔ میں زمین کی طرف جانے کے لیے نکلا اور عیسائیوں کے ایک گرجا گھر کے پاس سے گزرا۔ میں نے ان

کے نماز پڑھنے کی آوازوں کو سنا۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ میرا باپ مجھے گھر میں کیوں بند کر کے رکھتا ہے۔ میں نے آواز سنی تو اندر چلا گیا تاکہ دیکھوں کہ یہ کیا کرتے ہیں؟ میں نے انھیں دیکھا تو ان کی نماز نے مجھے حیران کر دیا۔ مجھے ان میں رغبت پیدا ہوگئی۔ میں نے سوچا: بخدا قسم ہمارے دین سے یہ بہتر دین ہے۔ بخدا میں اپنے دین والوں کو چھوڑتا ہوں۔ میں وہیں رہا۔ سورج غروب ہوگیا۔ میں زمین پر نہ گیا۔ پھر میں نے ان سے کہا: اس دین والے کہاں رہتے ہیں۔ انھوں نے کہا: شام میں رہتے ہیں۔

میں اپنے باپ کے پاس واپس آیا۔ ادھر میرے باپ نے میری تلاش میں بندے بھیجے ہوئے تھے اور کوئی کام نہ کیا تھا۔ میں گھر آیا تو میرے باپ نے کہا: تو کہاں تھا؟ میں نے تجھ سے عہد نہیں لیا تھا؟

میں نے کہا: بابا جان! میں گرجا کے پاس سے گزرا۔ میں نے ان کے دین کو دیکھا جس نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ میں غروبِ آفتاب تک انھی کے ساتھ رہا ہوں۔

اُس نے کہا: بیٹا! اس دین میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ تیرا اور تیرے آباؤاجداد کا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔

میں نے کہا: ہرگز نہیں بخدا قسم! یہ دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ میرے باپ کو خوف لاحق ہوا کہ کہیں میں بھاگ نہ جاؤں۔ اُس نے مجھے پابند سلاسل کر دیا اور گھر کے اندر بند کر دیا۔

میں نے عیسائیوں کی طرف بندہ بھیجا اور کہا کہ اگر تمہارے ہاں شام سے کوئی قافلہ آئے تو مجھے بتایئے گا۔ پس ان کے پاس شام سے کچھ عیسائی تاجر آئے۔ انھوں نے مجھے بتایا: میں نے انھیں کہا: جب ان لوگوں کا کام مکمل ہو جائے اور واپس جانے لگیں تو مجھے بتایئے گا۔ چنانچہ انھوں نے مجھے بتایا تو مَیں نے اپنے پیروں سے زنجیروں کو نکالا اور ان کے ساتھ نکل کر شام میں آگیا۔ میں نے ان سے پوچھا: اس

دین کا یہاں بڑا عالم کون ہے؟

انھوں نے کہا: اسقف ہے جو گرجا گھر میں ہے۔ اسقف ان کا عالم اور دین کا رئیس تھا۔ میں اُس کے پاس گیا اور عرض کیا: مجھے اس دین میں رغبت اور چاہت ہے۔ میں دوست رکھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ رہ کر، آپ کے گرجا گھر کی خدمت کروں، آپ سے علم حاصل کروں اور آپ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھوں۔ اُس نے کہا: آؤ۔ میں اس کے ساتھ گرجا میں داخل ہوا۔

ایک برا آدمی تھا لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا تھا اور رغبت دلاتا تھا۔ جب مال جمع ہو جاتا خود کے لیے رکھ لیتا اور غریبوں کو نہیں دیتا تھا۔ مجھے اُس سے بہت نفرت ہوگئی۔ وہ مرا تو سارے عیسائی اُسے دفن کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے تو میں نے انھیں کہا: یہ برا شخص تھا تمھیں صدقہ دینے کا حکم دیتا تھا اور جب تم اُسے صدقہ دیتے تھے تو اُسے اکٹھا کر کے خود کو لیے رکھ لیتا تھا۔ اُس میں سے کچھ بھی غریبوں کو نہیں دیتا تھا۔

انھوں نے کہا: اس بات کا تجھے کیسے پتہ چلا ہے؟

میں نے کہا: میں تمھیں اُس کے خزانے کے بارے میں خبر دیتا ہوں۔ تم جا کر دیکھ لو۔ پس وہ گئے اور انھوں نے وہاں سے سات سونے کی بھری ہوئی دیگیں نکالیں۔

ایک روایت میں ہے انھوں نے وہاں سے چھ پتیلے پائے۔ انھوں نے اتنا مال دیکھا تو کہا: خداوند قسم! ہم اسے دفن نہیں کریں گے۔ انھوں نے اُسے لٹکایا اور پتھر مارے یعنی اُس پر نماز کو نہ پڑھا حالانکہ راہب ساری زندگی روزہ دار رہتا ہے اور شہوتوں سے پاک ہوتا ہے۔

اس لیے الفتوحات المکیۃ میں کہا ہے: ہر ملت کا اجماع ہے کہ زہد دنیا میں مطلوب ہے اور کہتے ہیں کہ دنیا سے علیحدگی ہر عقلمند کے لیے محبوب ہے۔ وہ اپنے نفس کی بابت فتنہ میں پڑ جانے کا خوف رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔ خداوند

نے فرمایا:

انما اموالکم واولادکم فتنة

"تمھارا مال اور اولاد آزمائش ہے"۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی نے کہا ہے: راہبانیت کے فوائد میں سے ہے کہ وہ
اگلے دن کے لیے بھی کسی شے کو ذخیرہ نہیں کرتا اور سونا چاندی اکٹھا کر کے نہیں رکھتا۔

میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ اُس نے راہب سے کہا: اس دینار کو دیکھو یہ کس
بادشاہ کا بنایا ہوا ہے؟ پس وہ اُسے دیکھنے پر راضی نہ ہوا اور اُس نے کہا: ہمارے
نزدیک دینار کی طرف دیکھنا منع ہے۔

اس کے بعد وہ اُس کی جگہ پر دوسرے آدمی کو لے آئے۔ میں نے مسلمانوں
کے علاوہ کسی کو اُس سے بہتر نہیں دیکھا اور نہ ہی زاہد دیکھا اور نہ ہی آخرت میں رغبت
رکھنے والا دیکھا ہے اور نہ ہی دن رات عبادت کرنے والا کوئی دیکھا ہے۔ مجھے اُس
سے بہت محبت ہوگئی۔ ایک عرصہ اُس کے پاس رہا جب اُس کے مرنے کا وقت ہوا تو
میں نے کہا: اے فلاں! میں آپ کے پاس تھا، آپ سے بہت محبت کرتا تھا اس سے
پہلے میں نے اتنی کسی سے محبت نہیں کی ہے۔ آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت
کرتے ہیں؟

اُس نے کہا: بیٹا! خدا کی قسم! میں کسی کو نہیں جانتا جو اس راستے پر ہو جس پر
میں ہوں۔ لوگ مر گئے اور دوسروں نے (دین میں) تبدیلیاں کر دیں اور جس پر تھے
اُس میں سے اکثر کو چھوڑ دیا ہے۔ صرف ایک شخص ہے جو موصل میں ہے اور وہ فلاں
ہے۔ وہ اسی راستہ پر ہے جس پر میں ہوں۔ وہ مر گیا، اُسے دفن کیا اور میں موصل میں
اُس شخص کے پاس چلا آیا اور اُسے اپنے بارے میں اور اپنے صاحب کے حکم کے
بارے میں آگاہ کیا تو اس نے کہا: میرے پاس قیام کر سکتا ہے۔

مَیں اُس کے پاس رہا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اُس صاحب کے راستہ پر ہے۔ میں بہترین شخص کے پاس رہا۔ خدا کی قسم! اُس کے مرنے کا وقت ہوا تو میں نے پوچھا: فلاں نے مجھے آپ کی وصیت کی تھی اور آپ سے ملنے کا حکم دیا تھا۔ اب آپ مجھے کس کی طرف وصیت کرتے ہو؟

اُس نے کہا: بیٹا! خدا کی قسم! میں کسی کو نہیں جانتا جو اس راستہ پر ہو جس پر میں ہوں سوائے اُس شخص کے جو نصیبین میں ہے وہ فلاں ہے اُس کے پاس چلے جانا۔ وہ مرا اور دفن ہوا تو مَیں نصیبین میں آ گیا اور اُسے خبر دی اور بتایا کہ میرے صاحب نے مجھے آپ کے پاس رہنے کا حکم دیا ہے۔

اُس نے کہا: میرے پاس رہو، میں اُس کے پاس رہا تو دیکھا کہ وہ اُسی راستہ پر ہے جس پر پہلے دو تھے۔ پس مَیں بہترین شخص کے پاس رہا۔ اس کے مرنے کا وقت ہوا تو میں نے کہا: آپ کے بعد کس کے پاس جاؤں جو آپ کی طرح (دین دار) ہو؟ اُس نے کہا: عموریہ چلے جانا۔ اُس کے مرنے کے بعد میں عموریہ چلا گیا۔ اس نے مجھے اپنے پاس رکھ لیا۔ وہاں مَیں نے گائیں اور بکریاں بنالیں۔ جب مرنے لگا تو میں نے پوچھا: اب کس کے پاس جاؤں تو اُس نے کہا: اے بیٹا! ہمارے راستہ پر گامزن کوئی ایسا شخص نہیں ہے جسے مَیں جانتا ہوں لیکن دینِ ابراہیمؑ پر مبعوث ہونے والے نبیؐ کا وقت ہو گیا جو زمینِ عرب میں ظہور کرے گا اور ایسی زمین کی طرف ہجرت کرے گا جو حرتین کے درمیان ہے۔ اُس میں کھجوروں کے باغات ہیں۔ اُس کی علامت یہ ہے کہ ہدیہ کھاتا ہے، صدقہ نہیں کھاتا۔ اُس کے کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی۔ اگر ہوسکے تو اس علاقے کی طرف چلے جانا اور یہی کرنا۔ پھر مرا اور دفن ہوا۔

پھر بنی کلب کے تاجر آئے۔ میں نے انھیں کہا: مجھے زمینِ عرب کی طرف لے

جاؤ تو میں تمھیں اپنی گائیں اور بھیڑیں دیتا ہوں۔ انھوں نے کہا: ہاں، تو مَیں نے انھیں اپنا مال دے دیا۔ وہ مجھے لے چلے وادی قریٰ پہنچے تو انھوں نے مجھ پر ظلم کیا اور ایک یہودی پر بیچ دیا۔

مَیں اُس کے پاس ایک عرصہ رہا۔ میں نے کھجوروں کو دیکھا تو مجھے اُمید ہوئی کہ یہ وہی شہر ہے جس کی صفت میرے صاحب نے بیان کی تھی البتہ مجھے تحقیق سے پتہ نہ چلا۔ میں اُس کے پاس تھا، اُس کے پاس اُس کا چچازاد بنی قریظہ سے ایک شخص مدینہ سے آیا۔ اُس نے مجھے اُس کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ وہ مجھے مدینہ لے آیا۔ خدا کی قسم! میں نے اس شہر کو دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ وہی شہر ہے جس کی صفت میرے صاحب نے بیان کی تھی۔ میں اُس کے پاس رہا۔ رسولؐ خدا مبعوث ہوئے، مکہ میں رہے۔ مجھے اس عرصہ کی کوئی خبر نہ ملی۔ کیونکہ میں غلامی کے اُمور میں مصروف تھا۔

پھر آپؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے۔ اس وقت میں کھجور پر چڑھا ہوا تھا، کام کر رہا تھا۔ میرا سردار اُس کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں اُس کا چچازاد آیا اور کھڑا ہو گیا اور کہا: اے فلاں! اللہ بنی قیلہ پر لعنت کرے (وہ اوس اور خزرج کا قبیلہ ہے) ان کی ماں کا نام قیلہ تھا۔

وہ قبا میں اکٹھے ہیں اور ایک شخص کے گرد جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے۔ میں نے سنا تو کانپ گیا۔ قریب تھا کہ اپنے مالک پر گر جاتا۔ میں کھجور سے اُترا اور اُس کے چچازاد سے کہا: کیا کہہ رہے تھے؟

میرا مالک غصہ ہوا اور مجھے شدید دھکا دیا اور کہا: تجھے اس سے کیا ہے اپنا کام کرو؟

میں نے کہا: کوئی بات نہیں ہے......

جب شام ہوئی تو میں نے کھجوریں لیں اور قبا میں رسولؐ خدا کے پاس آیا۔

میں نے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپؐ نیک آدمی ہیں۔ آپؐ کے ہمراہ صاحبِ حاجت غریب ساتھی ہیں۔ میرے پاس کچھ صدقہ کی کھجوریں ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ آپؐ سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ میں نزدیک ہوا تو آپؐ نے اصحاب سے کہا: کھاؤ اور اپنا ہاتھ روک لیا اور کچھ نہ کھایا۔ میں نے دل میں کہا: یہ ایک علامت ہے۔

صحیح مسلم میں مسلم نے روایت کی ہے کہ حسن بن علی علیہ السلام نے بچپن میں صدقہ کی کھجور اُٹھائی اور منہ میں رکھ لی۔ آپؐ نے فرمایا: کخ کخ (نکالو)۔ جانتے نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے ہیں......

ایک روایت میں ہے: یہ صدقات ہیں، لوگوں کے ہاتھوں کی میل ہے۔ انها تحل لمحمد ولا لآل محمد (یہ صدقہ محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لیے حلال نہیں ہے)......

پھر میں مدینہ سے کھجوریں لے آیا اور آپؐ سے کہا: یہ ہدیہ ہے۔ آپؐ نے انھیں کھایا اور صحابہؓ کو بھی کھانے کو دیں۔

صحیح مسلم میں ہے: جب کھانا آتا آپؐ پوچھتے اگر کہا جاتا ہدیہ ہے تو کھاتے اگر کہا جاتا صدقہ ہے تو اسے نہ کھاتے۔

پھر میں رسولِؐ خدا کے پاس آیا۔ آپؐ ایک صحابیؓ کی تشییع جنازہ فرما رہے تھے۔ وہ جنازہ کلثومؓ بن ہدم کا تھا۔ آپؐ نے دو چادریں اُوڑھی ہوئی تھیں۔ آپ تشریف فرما تھے، میں نے سلام کیا اور آپ کی پشت کی طرف دیکھنے لگا۔ کیا مہرِ نبوت پشت پر ہے یا نہیں؟ آپؐ نے چادر ہٹائی اور میں نے مہرِ نبوت دیکھ لی۔ میں اُس پر گرا اور بوسہ لیا اور رونے لگا۔ آپؐ نے سلمان کو آزاد کروایا۔

شام: معروف جگہ ہے اور وسیع شہروں پر مشتمل مقام ہے۔ اس کی لمبائی فرات تا عریش ہے جو بیس دنوں کی مسافت پر ہے۔ اس کی چوڑائی کووطی تا بحرِ روم ہے۔ اسے شام اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہاں بنی کنعان بن حام آئے تھے یا سام

بن نوح سب سے پہلے یہاں آیا تھا۔ سین کو شین بنا دیا گیا ہے۔ یہ صاحب مراصد نے کہا ہے۔ اس کا پہلا نام سوری یا سوریہ ہے۔ (مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنہ والبقاع: ۲/۷۷۵)

شام کے پانچ علاقے ہیں:

① فلسطین: اس میں رملہ ہے جس میں ستر بنی اسرائیل کے نبیوں کی قبریں ہیں جو بیت المقدس سے نکالے گئے تو بھوک سے مر گئے۔

② اُردن: اس کا ایک قصبہ طبریہ ہے۔ اس میں ناصریہ دیہات ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام رہتے تھے۔ اسی لیے نصاریٰ کا نام مشتق ہوا ہے۔ جیسے علل الشرائع میں ہے۔ (علل الشرائع: ۱/۸۱)

عیاشی سے مروی ہے: آخری سے ہے کہ یہ وہ دیہات ہے جس کے اہالیان سے حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ نے کھانا مانگا تو انھوں نے انکار کر دیا تھا۔ اس میں انھوں نے گرتی دیوار کو دیکھا جس کے نیچے یتیموں کا خزانہ تھا۔ وہ خزانہ ایک تختی تھی جو سونے کی تھی جس پر لکھا تھا:

انا الله لا اله الا انا ومحمد نبی ، عجبت لمن ایقن بالموت کیف یفرح وعجبت لمن ایقن بالقدر کیف یحزن وعجبت لمن اختر الدنیا کیف یطمئن الیها وعجبت لمن ایقن الحساب کیف یذنب۔

"کوئی معبود نہیں ہے سوائے میرے اور محمدؐ میرا نبی ہے۔ مجھے تعجب ہے اُس پر جسے موت کا یقین ہے۔ وہ کیسے خوش ہوتا ہے۔ مجھے تعجب ہے اُس پر جسے قضا و قدر کا یقین ہے وہ کیسے غمزدہ ہوتا ہے۔ مجھے تعجب ہے اُس پر جو دنیا کو آزماتا وہ دنیا کی -

طرف کیسے مطمئن ہوتا ہے اور مجھے تعجب ہے اُس پر جسے حساب کا یقین ہے۔ وہ کیسے گناہ کرتا ہے"۔

پس حضرت خضر علیہ السلام نے اُس دیوار کو کھڑا کر دیا۔

طبریہ کے قریب حضرت لقمانؑ کی قبر ہے جس کے قریب بحیرۂ طبریہ ہے۔

غیبت نعمانی: ۲۴۳، حدیث ۲۷، بحارالانوار ۵۲/۳۵۱، حدیث ۱۰۴، اثبات الہداۃ ۳/۵۴۳، حدیث ۵۰۸ میں ہے: حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت بحیرۂ طبریہ میں ہے جو نہ گیلا ہوا ہے اور نہ ہی اُس میں تغیر و تبدل ہوگا یہاں تک کہ اسے قائم آلِ محمد علیہم السلام اپنے قیام کے وقت نکالیں گے اور یہی حالت حضرت موسیٰؑ کے عصا کی ہے اُسے بھی اس سے نکالیں گے۔

③ غوطہ: اس کا دمشق قصبہ ہے اور بنی اُمیہ کی خلافت میں دارالحکومت رہا ہے۔

④ حمص، حماۃ اور حلب۔

⑤ قنسرین: بعض علماء نے اسے چوتھے نمبر پر اور پانچویں نمبر پر انطاکیہ کو قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شام کو انبیاءؑ کی قرارگاہ اور ان کے اوصیاء کی عبادت گاہ قرار دیا ہے۔ اس میں ان کی قبریں ہیں اور بے شمار آثار ہیں۔ یہاں سے اسلام کے ایسے علماء پیدا ہوئے جو لوگوں کے لیے چراغِ ہدایت ہیں۔ اتنے علماء کہیں اور سے پیدا نہیں ہوئے ہیں۔

مشکوٰۃ المصابیح: شریح بن عبید سے مروی ہے: حضرت علی علیہ السلام کے سامنے اہلِ شام کا ذکر کیا گیا تو کسی نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! اہلِ شام پر لعنت کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں! رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ ابدال شام میں ہیں اور

وہ چالیس لوگ ہیں۔ ان میں سے جب بھی کوئی مرتا ہے اس کی جگہ پر دوسرا آجاتا ہے۔ ان کے ذریعہ سے بارش نازل ہوتی ہے۔ دشمنوں پر ان کی وجہ سے فتح ہوتی ہے۔ ان کے ذریعہ سے اہل شام سے عذاب ٹل جاتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، باب یمن وشام کا ذکر: ۷۰۴)

جبل عامل شام کا علاقہ شمار کیا جاتا ہے۔ امل الامل میں ہے: متاخرین علماء میں جبل عامل کے علماء کی تعداد پانچ فی صد ہے۔(امل الامل: ۱/۱۵)

موصل: جزیرہ کے شہروں میں ایک قلعہ ہے جو فرات اور دجلہ کے درمیان میں واقع ہے۔ بصرہ کے قریب ہے۔ دجلہ کے جنوب غربی اور بغداد کے شمال مغرب میں ہے۔ اس میں جرجیسؑ نبی کی قبر ہے اور اس سے باہر ھبۃ اللہ شیثؑ بن آدمؑ کی قبر ہے۔ موصل شہر کے سامنے نینویٰ ہے جو بڑا شہر ہے۔ اس میں حضرت یونسؑ بن متی کی قبر ہے۔

نصیبین: یہ جزیرہ اور موصل کے درمیان تین دن کی مسافت پر ہے۔ اس میں چالیس ہزار باغ ہیں۔ اس کے شمال میں کوہ جودی ہے جس پر حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی آکر رکی تھی۔

عموریہ: روم کا بہت بڑا شہر ہے۔ اب اس کا نام بردسا یا پردسا ہے۔ یہ روم کے بہترین، اچھے اور صاف ستھرے شہروں میں سے ہے۔ اس کے سامنے قسطنطنیہ ہے جو آلِ عثمان کا مسکن رہا ہے۔ اس میں خلافت عثمانیہ کے پچھلے بادشاہوں کی قبریں ہیں۔ اسے معتصم باللہ ابراہیم بن ہارون عباسی نے فتح کیا تھا۔

تاریخ گزیدہ میں ہے کہ سلمانؓ عثمان بن اشھل یہودی کے ہاتھوں غلام تھے۔ جب رسولؐ خدا مدینہ تشریف لے آئے تو انھیں ہجرت کے پہلے سال خرید کیا۔ اُن کی تحریر امیر المومنین علیہ السلام نے لکھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ ہے جسے محمدؐ بن عبداللہ نے سلمان فارسیؓ کا فدیہ عثمان بن اشھل یہودی کو دیا ہے جو قرظی قریشی ہے۔ قیمت تین سو کھجور اور سونے کے چالیس دانے۔ محمدؐ بن عبداللہ کا سلمان فارسیؓ کے لیے فدیہ ہے اسے محمدؐ بن عبداللہ، آپؐ کی اہلِ بیتؑ کی غلامی میں دیا جاتا ہے۔ دوسرے کسی کو سلمانؓ پر کوئی حق نہ ہے"۔

اس پر ابوبکر بن ابی قحافہ، عمر بن خطاب، علیؑ بن ابی طالبؑ، حذیفہ بن یمان، ابودردا، ابوذر غفاریؓ، مقدادؓ بن اسود، بلالؓ غلام ابوبکر، عبدالرحمٰنؓ کو گواہ قرار دیا گیا اور اسے علیؑ بن ابی طالبؑ نے ہجرتِ محمدیہؐ سے جمادی الاولیٰ میں تحریر کیا ہے۔

روضۃ الواعظین میں ہے: ابن عباسؓ نے کہا ہے: میں نے سلمانؓ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا: کیا آپ سلمان فارسیؓ ہیں؟ اُنھوں نے کہا: ہاں۔

مَیں نے کہا: اے سلمانؓ! کیا تم رسولِؐ خدا کے غلام نہیں ہو؟ اُنھوں نے کہا: ہاں۔ (روضۃ الواعظین: ۲/۲۸۱، بحارالانوار: ۲۲/۳۴۱، حدیث ۵۲)

مہج الدعوات: ۷، بحارالانوار: ۴۳/۶۵، حدیث ۵۹، ۹۵/۷ ۳، حدیث ۲۲ میں ہے: سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے تیسری سے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ اُس نے کہا: سلمٰی۔ میں نے کہا: تیرا نام سلمٰی کیونکر رکھا گیا ہے؟ اُس نے کہا: میں آپ کے بابا رسولِؐ خدا کے غلام سلمان فارسیؓ کے لیے ہوں۔

فضائل شاذان بن جبرائیل قمیؒ میں سلمانؓ کی وفات اور قبرستان والوں کو سلام کے بارے میں ہے۔ اُنھوں نے کہا: السلام علیکم یا منتظر بن النفخۃ الاولیٰ۔ میں تمھیں خداوند عظیم اور نبی کریمؐ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میں جواب دینے والا مجھے جواب دے۔ پس میں سلمان فارسیؓ غلامِ رسولِؐ خدا ہوں۔ (الفضائل: ۸۶)

اس کے علاوہ ایک روایت المنتقی میں سلمانؓ سے ہے جو پہلی روایتوں کا انکار کرتی ہے۔ سلمانؓ سے مروی ہے: ہدیہ اور صدقہ اور مہر نبوت دیکھنے کے بعد میں نے کہا: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔

آپؐ نے فرمایا: تو کون ہے؟ میں نے کہا: مَیں غلام ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: کس کا غلام ہے؟ میں نے کہا: انصار کی ایک خاتون کا غلام ہوں۔ اُس نے مجھے اپنے باغ میں قرار دیا ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اے ابوبکر! اُنھوں نے کہا: لبیک۔

آپؐ نے فرمایا: اسے خرید کر لاؤ۔ پس اُنھوں نے مجھے خرید کیا اور آزاد کر دیا۔ (نہایۃ المسؤل: ۲۷۳، السنن الکبریٰ: ۱۰/۳۲۲، در منثور: ۲/۳۰۶، تاریخ مدینہ، دمشق، ۲۱/۴۰۲، سیر اعلام النبلاء: ۱/۵۳۱، تاریخ اسلام ذھبی: ۱/۱۱۳)

رسولؐ خدا مدینہ میں داخل ہوئے۔ ہم آپؐ کے ہمرکاب تھے۔ مومنین آپؐ کی خدمت میں آکر مبارک دینے لگے۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: کیا تم نے سلمانؓ کو اسلام قبول کرنے پر مبارک دی ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو چار سو پچاس سال سے بنی اسرائیل کو ایمان کی دعوت دیتا رہا ہے؟

مسلمانوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اس فارسی کو بہت سارے لوگوں پر فضیلت ہوگئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ تمھارے نزدیک فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے۔ جنت تین لوگوں کی مشتاق ہے۔ ان میں سے ایک سلمان ہے۔

بہت لوگوں نے دوسرے دو صحابہ کے بارے میں سوال کیے کہ وہ کون ہیں جن کی طرف جنت مشتاق ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: ان دونوں کا سردار اور امام میرا بھائی علیؑ بن ابی طالب، پھر سلمانؓ پھر عمارؓ۔

من لا یحضرہ الفقیہ اور تہذیب میں ہے: ابوبصیر سے مروی ہے: امام محمد

باقر علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں تمہیں سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وصیت بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔

آپ نے کاغذ یا جلد نکالی جس پر لکھا تھا، اُسے پڑھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ فاطمہؑ بنت محمدؐ کی وصیت ہے جس نے اپنے سات باغات کی وصیت کی ہے: ① عواف ② دلال ③ برقہ ④ میثب ⑤ حسنی ⑥ صافیہ ⑦ مال اُم ابراہیم۔ وصیت علیؑ بن ابی طالبؑ کی طرف ہے۔ یہ چلے گئے تو حسنؑ کی طرف ہے۔ حسنؑ چلے گئے تو حسینؑ کی طرف ہے۔ حسینؑ چلے گئے تو میری بڑی اولاد کی ہوگی اس پر اللہ، مقدادؓ بن اسود کندی، زبیرؓ بن عوام گواہ ہیں اور اسے علیؑ ابن ابی طالبؑ نے تحریر کیا ہے۔(من لایحضرہ الفقیہ: ۴/۲۴۴، حدیث ۵۵۷۹، تہذیب: ۹/۱۴۴، حدیث ۶۰۳)

درمنثور میں ہے: جھنیہ کی ایک عورت نے (سلمانؓ) کو خرید کیا وہ اس کی بھیڑیں چراتے تھے۔ ایک دن اُن کا صاحب آیا اور اُس نے کہا: پتہ ہے آج مدینہ میں ایک شخص آیا ہے جس کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے؟ سلمانؓ نے اُسے کہا: آپ بھیڑوں کو دیکھیں میں ہوکر آتا ہوں۔ پس سلمانؓ مدینہ میں آئے۔ ایک دینار سے بکری اور آٹا خرید کیا، کھانا تیار کیا اور لے آئے۔ آپؐ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ سلمانؓ نے کہا: صدقہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے صدقہ کی ضرورت نہیں ہے۔ پس اُسے آپؐ کے اصحاب نے کھایا۔ پھر سلمانؓ چلے گئے۔ دوسرے دینار سے روٹی گوشت خرید کیا اور آپؐ کی خدمت میں لے آیا۔ آپؐ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ سلمانؓ نے کہا: ہدیہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: بیٹھو اور کھاؤ۔

پس آپؐ نے خود اور دوسروں نے اُسے کھایا۔ میں جلدی سے آپؐ کے پیچھے کی طرف آیا۔ آپ جان گئے کہ میں آپؐ کے پچھواڑے کیوں آیا ہوں۔ آپؐ نے کندھوں سے کپڑا ہٹایا جہاں مہر نبوت تھی۔ پس میں نے عرض کیا:

اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله (السیرۃ الحلبیہ: ۱/۳۱۵)

میں کہتا ہوں: بعید نہیں ہے کہ وہ روایت ہی ہے جسے المنتقی میں نقل کیا گیا ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

تنبیہات

تنبیہ اوّل

آپ سلمانؓ کے مالکوں کی تعداد میں موجود اختلاف کو جان چکے ہیں۔ اکمال دین اور قصص الانبیاء اور سیرت کا اتفاق ہے کہ اُن کے مالک تین ہیں اگرچہ آخری کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ مرد تھا یا عورت تھی۔

مجالس المومنین میں سیّد شہید ثالث نور اللہ شوستری نے کہا ہے: ان کی تعداد دس سے زیادہ ہے۔ (مجالس المومنین: ۱/ ۲۰۵)

شرح نہج البلاغہ میں ہے: ان کی تعداد گیارہ ہے۔ (شرح نہج البلاغہ: ۱۸/ ۳۴، طبقات المحدثین اصبہان: ۱/ ۲۳۰)

امام بخاری نے حسن بن عمر بن شقیق سے روایت کی ہے۔

ہمیں معتمر نے خبر دی ہے، میرے باپ نے کہا اور مجھے ابوعثمان نے سلمان فارسیؓ سے خبر دی ہے کہ میرے گیارہ مالک تھے، ایک مالک سے دوسرا مالک۔ (صحیح بخاری: ۴/ ۲۷۰، حدیث ۳۹۴۶، باب اسلام سلمان فارسیؓ)

اعلام الوریٰ میں ہے: میرے مالک دو ہیں۔ (اعلام الوریٰ: ۱/ ۶۵)

ان سب کے درمیان جمع کرنا مشکل ہے۔ پس معین ہوا کہ پہلے قول کی طرف جائیں کیونکہ اکمال الدین میں جو خبر ہے وہ صحیح ہے اور آخری دو اُس کی تائید کرتی ہیں۔ واللہ العالم

تنبیہ دوم: دشت ارژن والی حکایت

حافظ برسی نے مشارق انوار الیقین میں کہا ہے: صدر اوّل کے بڑے شیعہ علماء

نے حضرت علی علیہ السلام اور آپؑ کی عترت کے اسرار کے بارے میں احادیث کو روایت کیا ہے۔ اس زمانے کے اہلِ دعوت علماء اس بارے میں روایت کی جانے والی احادیث کا انکار کرتے ہیں اور اِسے غالیوں کی طرف نسبت دیتے ہیں کیونکہ ان کی سمجھ کم ہے اور وہ ان کے معانی و مطالب کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اس کے باوجود وہ اس باب کی حدیث کا ایک جگہ انکار کرتے ہیں تو دوسری جگہ کسی دوسرے باب میں اس کی تصدیق کردیتے ہیں اور اس کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

ان موارد میں سے ایک سلمانؓ اور دشت ارژن والا واقعہ ہے جہاں امیرالمومنین علیہ السلام نے اُنھیں شیر سے بچایا تھا کیونکہ انھوں نے شیر سے ڈر کر استغاثہ کیا اور مولا نے اُن کی مدد کی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ اُس وقت علی علیہ السلام کہاں تھے، پیدا ہونے سے پہلے انھوں نے اُن کی مدد کیسے کی ہوگی۔

پھر دوسری جگہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام سب نبیوںؑ کے ساتھ پوشیدہ طور پر رہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھلم کھلا رہے۔ چند صفحات کے بعد کہتے ہیں کہ: بسااوقات سلمانؓ کی حکایت کو روایت کرتے ہیں کہ جب اُن پر شیر نکلا تو انھوں نے کہا: اے فارس حجاز ادرکنی (میری مدد کر) پس ایک شہسوار ظاہر ہوئے اور اُنھوں نے اُنھیں شیر سے بچایا اور شیر سے کہا: اب سے تو اس کا چوپایہ ہے وہ اُس پر لکڑیاں لاد کر بابِ مدینہ کی طرف آئے اور شیر نے حضرت علی علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کی۔ انھوں نے اسے سنا تو کہا: یہ تناسخ ہوگیا۔ (مشارق الانوار الیقین: ۲۱۶)

مجھے بعض اہلِ علم نے خبر دی ہے کہ: اُنھوں نے اس حکایت کو کتاب فوائح المسک میں دیکھا ہے جو قطیف کی سادات علمی شخصیت کی کتاب ہے۔ اُس میں یہ واقعہ تفصیل سے ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

رسولؐ خدا اور امیرالمومنین علیہ السلام بیٹھے کھجوریں کھا رہے تھے۔ وہاں سلمانؓ بھی

موجود تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے کھجور کی گٹھلی اُن کو دے ماری۔

سلمانؓ نے کہا: یارسولؐ اللہ! علیؑ جوان ہیں مجھ سے مذاق کرتے ہیں حالانکہ میں بوڑھا ہوں۔

پس حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تجھے دشت ارژن والا واقعہ یاد ہے جہاں نہر کے کنارے پر شیر آ گیا تھا اور تو ننگا نہر میں نہا رہا تھا۔ وہ انتظار میں تھا کہ تو پانی سے نکلے اور وہ تجھے کھا جائے۔ تو حیران پریشان پانی کے درمیان میں کھڑا تھا کہ کیا کیا جائے۔ اتنے میں ایک سوار آیا۔ اُس نے شیر پر آواز لگائی جس سے وہ غائب ہو گیا تھا اور تو پانی سے نکلا، کپڑے پہنے۔ اُس وقت تیری عمر کتنی تھی؟ اُس نے کہا: سترہ یا اٹھارہ برس۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ سوار کون تھا جس نے تمھاری مدد کی تھی؟

اُنھوں نے کہا: معلوم نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تمھاری مدد کی تھی۔

اُنھوں نے کہا: میرے اور اُن کے درمیان ایک نشانی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اُس نشانی کو دیکھے تو پہچان لے گا؟

اُنھوں نے کہا: ہاں۔

حضرت علی علیہ السلام نے آستین سے نئے پھولوں کا گلدستہ نکالا اور سلمانؓ کو دے دیا۔ اُنھوں نے اُسے غور سے دیکھا کہ اڑھائی سو سال گزرنے کے بعد بھی پھول تر و تازہ ہیں۔ اُس نے کہا: ہاں یہی ہے اور یہ وہی نشانی ہے۔

احتجاج طبرسی: ۶۶/۱ میں ہے: امیر المومنین علیہ السلام چھت پر بیٹھے کھجوریں کھا رہے تھے۔ اُس وقت امام علیہ السلام کی عمر ۲۷ برس تھی اور سلمانؓ گھر کے صحن میں کپڑے دھو رہے تھے۔ امامؑ نے اُنھیں گٹھلی ماری۔

سلمانؓ نے کہا: اے علیؑ! مجھ سے مذاق کرتے ہیں۔ میں بزرگ ہوں اور آپؑ جوان ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تم خود کو بڑا اور مجھے چھوٹا سمجھتے ہو کیا دشت ارژن والا واقعہ بھول گیا ہے۔ میں نے تمھیں شیر سے بچایا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اے سلمانؓ! یہ میرے بھائی سے عجیب نہیں ہے۔ میں نے اس سے بھی عجیب اُمور کو اِن سے دیکھا ہے۔ جب مجھے معراج ہوئی اور سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا۔ جبرائیلؑ پیچھے رہ گئے۔ میں عرش پر پہنچا۔ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے لگا تو میں نے شیر دیکھا کہ میرے سامنے شیر آکر کھڑا ہو گیا ہے۔ میں نے دیکھا تو وہ علیؑ بن ابی طالبؑ تھے۔ زمین پر آئے تو علیؑ میرے پاس آئے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی عنایات اور بخششیں کی مبارک باد دی۔ پھر وہاں جو کچھ ہوا اُس نے مجھے اُس کی خبر دی۔ میرے اور رب کے درمیان جو کلام ہوئی علیؑ نے مجھے بتائی۔

اے سلمانؓ! جان لو آدمؑ سے لے کر آج تک جتنے انبیاء اولیاء کسی آزمائش سے دوچار ہوئے علیؑ نے انھیں اُس سے نجات دلائی ہے۔

حضرت سلمانؓ کے اسلام قبول کرنے کی تاریخ

تنبیہ سوم:

گذشتہ اخبار صحیح، ضعیف، خاص و عام سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت سلمان علیہ التحیۃ والسلام مشرف بہ اسلام ہوئے اور انھیں سیّد الانامؐ کی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں صحبت نصیب ہوئی۔ الخرائج اور قصص الانبیاءؑ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہجرت کے پہلے سال مسلمان ہوئے۔

المنتقی میں ہجرت کے پہلے سال کے واقعات سے اُن کا مسلمان ہونا شمار کیا گیا ہے۔ اس میں ہے کہ وہ اسی سال جمادی الاولیٰ میں مسلمان ہوئے۔ (نہایۃ المسؤول: ۳۷۲)

تاریخ گزیدہ سے جو ملا وہ واضح ہے۔ سیّد عارف حیدر بن علی عبیدلی حسینی آملی نے کتاب کشکول میں تحریر کیا ہے کہ سلمانؓ مکہ میں مسلمان ہوئے جو عجیب ہے۔

عبداللہ بن عفیف نے اپنے باپ سے روایت کی ہے: میں عباس بن عبدالمطلب کے پاس مکہ میں ظہورِ اسلام سے پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ یہ مومن فرعون جیسی نسبت رکھتا تھا۔ اس کی طرف قرآن مجید میں اشارہ ہوا ہے۔ ایک مرد جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ پھر آپؐ کے ساتھ سلمان فارسیؓ جمع ہوئے۔ آپؐ نے اُسے جانا اور سلمانؓ نے آپ کو جانا۔ پس وہ آپؐ کی خدمت کرنے لگے اور آپؐ کے اتحادی ہو گئے۔ آپؐ نے دیکھا کہ یہ علم و عمل اور رائے رکھتے ہیں اور سلمان کا آپؐ کے ساتھ اسلام بہترین ہے۔ پس آپؐ نے سلمانؓ سے "اپنی دعوت کی ابتدا کس سے کی جائے"

کے بارے میں مشورہ کیا۔ خطاب میں کن لوگوں سے خطاب کیا جائے؟

سلمانؓ نے اہلِ مکہ میں سے اچھے برے سب لوگوں میں نظر دوڑائی اور آپؐ اور ابو طالبؑ کے ساتھ میٹنگ کی اور مشورہ کیا کہ کس شخص سے اسلامی دعوت کا آغاز کیا جائے۔ سلمانؓ نے مشورہ دیا کہ سب سے پہلے ابو فصیل عبدالعزیٰ بن ابی قحافہ سے ابتدا کی جائے کیونکہ یہ عرب میں خوابوں کی تعبیر اور اخبار میں مشہور ہے اور تعبیر رویا علم غیب کی قسم ہے اور عرب خوابوں کی تعبیر پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ تاریخوں اور انساب کو جانتا ہے۔ ان کو ان کے واقعات اور حسب کی خبریں دیتا ہے۔ بچوں کا استاد بھی ہے۔ عرب مسائل اور وسائل میں اس پر مال فدا کرتے ہیں۔ وہ بات کر سکتا ہے اور وسواس پیدا کرنے والا ہے۔ اگر وہ آپؐ کے ہاتھ پر سب سے پہلے مسلمان ہوا اور آپؐ کی رسالت پر اسلام لے آیا تو اس کے اسلام لانے کی آواز دیہاتوں اور عرب میں دُور دُور تک جائے گی۔ چاہیے کہ سب سے پہلے اُسے دعوت دی جائے۔ اگر وہ آپؐ پر ایمان لاتا ہے تو بہت زیادہ دل آپؐ کے لیے ہو جائیں گے اور مخالفت کا وسیع باب بند ہو جائے گا۔ میں نے اُسے دیکھا ہے کہ وہ ریاست (بادشاہی) سے بہت محبت کرتا ہے۔ اس میں استادوں والا اخلاق ہے۔ اُسے سرداری کا شوق ہے۔ اُس کا نفس زیادہ کا متلاشی ہے!

(میں کہتا ہوں یہ روایت درست نہیں ہے کیونکہ سلمانؓ کے مدینہ میں مسلمان ہونے پر سب کا اتفاق ہے)۔

باب دوم

سلمانؓ اہلِ بیتؑ نبوت وعصمت سے ہے

رجال کشی میں محمد بن عمر بن عبدالعزیز نے جبرائیل بن احمد سے روایت کی ہے: مجھے حسن خرزاذ، احمد بن علی، علی بن اسباط، حکم بن مسکین نے حسن بن صہیب سے خبر دی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: سلمانؓ کو سلمان فارسیؓ نہ کہو بلکہ سلمان محمدیؓ کہو۔ وہ شخص ہم اہلِ بیتؑ سے ہے۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/ ۵۴، حدیث ۲۶)

مَیں نے کہا: جو کسی دین پر عمل کرتا ہے اور چلتا ہے وہ محاورات میں اُس کے صاحب کے ساتھ منسوب ہو جاتا ہے اور کہا جاتا ہے یہ موسوی ہے، یہ عیسوی یا محمدی ہے۔ ظاہر سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ اس نسبت میں اضافی کوئی شے سمجھی نہیں جاتی ہے۔ پس امامؑ نے اشارہ فرمایا کہ نسبت کی وجہ کہ وہ اہلِ بیتؑ سے ہیں اس لیے نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں میں سے ہیں۔ پس یہ اُن کی صفات میں سے ہیں۔ اس سے مراد عنقریب آئے گی۔

عیون اخبار الرضا: ۲/ ۶۴، حدیث ۲۸۲ میں ہے: ہمیں محمد بن عمر بن محمد بن سالم بن براجعابی، ابومحمد حسن بن عبداللہ بن محمد بن عباس رازی تمیمی نے خبر دی۔ مجھے میرے سردار علیؑ بن موسیٰ الرضاؑ، موسیٰؑ بن جعفرؑ، جعفرؑ بن محمدؑ، محمدؑ بن علیؑ، علیؑ بن حسینؑ، حسینؑ بن علیؑ، حسن بن علیؑ نے خبر دی کہ مجھے میرے بابا علیؑ بن ابی طالبؑ نے خبر دی ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا:

سلمان منا اھل البیت

''سلمانؓ ہماری اہلِ بیتؑ سے ہیں''۔

اختصاص شیخ مفیدؒ: ۳۴۱، بحارالانوار: ۲۲/۳۴۸، حدیث ۶۴ میں ہے:

ہمیں خبر ملی ہے کہ سلمان فارسیؓ ایک دن مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے ان کی تعظیم کی، انھیں آگے بلایا اور صدر مجلس میں جگہ دی۔ اُن کے حق کی تجلیل کی اور بزرگی کی تعظیم کی اور دیکھا کہ حضرت محمد مصطفیؐ اور آپؐ کی آلؑ کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں۔ اتنے میں وہاں حضرت عمر آئے اور اُن کو دیکھ کر کہا: یہ صدر محفل بیٹھنے والا عجمی کون ہے جو عرب کے سامنے بیٹھا ہے؟ آپ منبر پر آئے اور فرمایا: لوگ آدمؑ سے لے کر آج تک جڑے ہوئے دانتوں کی مانند ہیں۔ کسی عربی کو عجمی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر کوئی فضیلت نہیں ہے سوائے تقویٰ و پرہیزگاری کے۔ سلمانؓ خشک نہ ہونے والا سمندر ہے اور ختم نہ ہونے والا خزانہ ہے۔ سلمانؓ ہماری اہل بیتؑ سے ہے۔ یہ ایسا میٹھا پانی ہے جسے حکمت ملی ہے اور دلیل و برہان دیا گیا ہے۔

عجم کے بعض فضائل

اس خبر سے اور شادی والے باب میں آئے جس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر حضرت سلمانؓ سے بُغض رکھتا تھا اور ان سے علانیہ عداوت رکھتا تھا۔ ان کی عربی عورت سے شادی کو منع کرتا تھا جیسا کہ آئے گا ان پر زیادتی کو روا سمجھتا تھا اور جتنا ظلم اور اذیت ممکن ہوتی ان پر روا رکھتا تھا۔

بعض معتبر اخبار میں ہے کہ انھوں نے ان کو بیت المال سے بہت کم دیا تو انھوں نے امیرالمومنینؑ سے شکایت کی۔ امامؑ نے انھیں تجارت کا حکم دیا اور ان کی تجارت میں ان کے لیے نفع کی دعا کی۔ (کتاب سلیم بن قیس ہلالی: ۲۸۱، الرسالۃ السریۃ من معاویہ ابی زیاد)

بعض اخبار میں ہے کہ انھوں نے عجم کی دیت عرب کے مقابلے میں نصف قرار دی۔ انھیں عرب کا وارث قرار دینے سے منع کیا اور عرب کو ان کا وارث قرار دینا

ممنوع قرار دیا اور کہا کہ ان میں سے کوئی عرب کو نماز کی امامت نہیں کروا سکتا۔ (کتاب سلیم بن قیس ہلالی:۲۸۱، الرسالۃ السریہ من معاویہ)

یہ سب اس لیے کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے دلوں میں علیؑ اور ان کی اولاد علیہم السلام کی محبت راسخ ہے اور یہ دوسرے لوگوں سے منقطع ہیں اور ان کے ساتھ اختصاص رکھتے ہیں۔

حضرت عمر نے حضرت علی علیہ السلام سے سنا انھوں نے رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: عجمی حضرات تمھیں اس دین پر لوٹ کر مثال دیں گے جس طرح تم نے ابتداء میں انھیں اس پر مثال دی ہے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ عجمی حضرات سے تمھارے ہاتھوں کو پر کرے گا۔ (کتاب سلیم بن قیس ہلالی: ۲۸۵)

جو تاریخ اور سیرت کی کتابوں کی طرف رجوع کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ عجم کو فضیلت حاصل ہے۔ علماء کے حالات کو دیکھو جنھوں نے اخبار اور احادیث کی ترویج کی ہے جو دین کا ستون ہیں۔ ان میں سے اکثر عجمی ہیں خواہ وہ متقدمین ہو جیسے قمی اور اھوازی، خراسانی اور ان کے بعد کتب اربعہ کے مصنفین جن کی کتابوں پر شیعہ مذہب کی چکی چکر کاٹتی ہے اور جو معتبر ہونے میں کتب اربعہ کے قریب ہیں جیسے صدوقؒ کی ساری کتابیں برقیؒ کی المحاسن اور صفار کی بصائر اور سعد بن عبداللہ قمیؒ کی تفسیر قمیؒ، تفسیر عیاشیؒ، خواہ متاخرین سے ہوں جو شیخ الطائفہ، شیخ طوسیؒ سے متاخر ہیں جیسے اولاد بابویہ۔ اہلِ طبرستان جیسے صاحب بشارۃ المصطفیٰ، صاحب الجمع، صاحب الجوامع، صاحب احتجاج اور مکارمِ اخلاق، المناقب، راوندی وغیرہ جن کو علی بن عبیداللہ نے المنتجب میں جمع کیا ہے اور میرزا عبداللہ اصفہانی نے ریاض العلماء وغیرہ میں جمع کیا ہے۔

غیبت نعمانی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے: قائم آلِ محمد علیہ السلام کے اصحاب تین سو تیرہ ہیں جو عجمی ہیں۔ بعض دن میں بادلوں کے زیرِ سایہ ہوں گے۔

اپنے باپ، نسب، حلیہ سے پہچانے جائیں گے اور بعض فرش پر سوئے ہوں گے اور وہ بغیر میعاد کے مکہ میں اپنے امر کو پورا کریں گے۔ (غیبت نعمانی: ۳۲۹، حدیث ۸)

شیخ طوسیؒ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے:

اتق العرب فان لهم خبر سؤ اما انه لا يخرج مع القائم منهم واحد

"عرب سے ڈرو ان کے لیے بری خبر ہے ان میں سے کوئی ایک بھی قائم علیہ السلام کے ساتھ قیام نہیں کرے گا"۔ (غیبت طوسیؒ: ۴۷۶، حدیث ۵۰۰، بحارالانوار: ۵۲/ ۳۳۳، اثبات الھداۃ: ۲/ ۵۱۷، حدیث ۳۷۶)

غیبت نعمانی میں اصبغ بن نباتہ کی روایت ہے: میں نے حضرت علی علیہ السلام سے سنا، امامؑ نے فرمایا:

كانى باعجم فساطيطهم فى مسجد الكوفه يعلمون الناس القرآن كما انزل قلت يا اميرالمومنين! او ليس هو كما انزل؟ فقال لا ـ محى منه سبعون من قريش باسمائهم واسماء اباء هم وما ترك ابولهب الا للازاء على رسول الله لانه عمه ـ

"گویا میں عجم کو دیکھ رہا ہوں ان کے خیمے مسجدِ کوفہ میں لگے ہوئے ہیں اور وہ لوگوں کو اُس طرح قرآن مجید کی تعلیم دے رہے ہیں جس طرح وہ نازل کیا گیا ہے۔

میں نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! کیا یہ قرآن اُس طرح نہیں ہے جس طرح نازل کیا گیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا: نہیں! اس سے ستر

قریش کے نام اور ان کے باپوں کے نام مٹا دیئے گئے ہیں سوائے ابولہب کے نام کے اُس کا نام رسولؐ خدا کو تکلیف پہنچانے کے لیے مٹایا نہیں ہے کیونکہ وہ آپؐ کا چچا ہے"۔ (غیبت نعمانی: ۳۳۳،۵۲)

آپؑ نے فرمایا:

لو فقد الاسلام فی الارض لوجد فی حجر ولو بلغ الی عنان السماء لما ناله الا اولاد فارس

"اگر اسلام زمین میں ناپید ہوجائے اور ایک پتھر میں ہو۔ اگر وہ آسمان پر پہنچ جائے تو اُسے سوائے فارس کی اولاد حاصل کرلیں گے"۔ (الغارات: ۲/۴۹۸، بحارالانوار: ۳۴/۳۱۹، شرح نہج البلاغہ: ۲/۲۸۴)

تفسیر قمی میں ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر قرآن عجم پر نازل ہوتا تو عرب اُس پر ایمان نہ لاتے حالانکہ قرآن عرب پر نازل ہوا ہے اور اس پر عجم ایمان لے آئے ہیں۔ (تفسیر قمی: ۲/۱۲۴، بحارالانوار: ۱۷/۲۰۶، حدیث ۱۱)

قرب الاسناد میں حمیری نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر علم ثریا ستارے میں ہو تو اُسے فارس کے لوگ حاصل کرلیں گے۔ (قرب الاسناد: ۱۰۹، حدیث ۳۷۷، بحارالانوار: ۱/۱۹۵، حدیث ۱۲)

تفسیر فرات میں ہے: رسولِ خدا نے فرمایا: سلمانؓ ہماری اہلِ بیتؑ سے ہے، وہ ہماری معرفت رکھتا ہے اور ہماری ولایت کا اقرار کرتا ہے۔ (تفسیر فرات: ۱۷۱، بحارالانوار: ۶۵/۵۵، حدیث ۱۰۰)

کتاب مصباح میں سلمانؓ کی زیارت میں یہ جملے ہیں:

فجعلك النبی من اهل بیته وقرابته تفضیلا لك علی صحابته اذ کنت اولهم الی معرفة قدما وآخرهم به نطقا وادعاهم الیه حقا (مصباح الزائر: ۲۶۲، بحارالانوار: ۹۹/۲۹۰)

حدیث سلمانؓ منا اهل البیتؑ کا معنی؟

جائز نہیں ہے کہ سلمانؓ منا سے مراد وہ لی جائے جو آیت مجیدہ میں ہے: فمن تبعنی فانه منی (جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہے)۔(سورۂ ابراہیم: آیت ۳۶) تا کہ اس فضیلت کا نتیجہ یہ نکلے کہ وہ مومنین میں سے ایک مترض تھا جنہوں نے آپؐ کی پیروی کی ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ بعض اخبار میں ہے کہ کسی نے حضرت علی علیہ السلام سے بعض صحابہؓ کی فضیلت کے بارے میں سوال کیا تو امامؑ نے ہر ایک کی خاص تعریف کی اور فرمایا: انه منا اهل البیت (یہ ہماری اہل بیتؑ سے ہے) پس تو ضروری ہوا کہ یہ منقبت اُس کی صفات سے ہو۔

ظاہر ہے کہ امامؑ نے اس کلام سے اُسی بات کا ارادہ کیا ہے جس کا رسولؐ خدا نے ارادہ فرمایا ہے:

علی منی وانا من علی، حسین منی وانا من حسین
''علیؑ مجھ سے ہے اور مَیں علیؑ سے ہوں، حسینؑ مجھ سے ہے اور مَیں حسینؑ سے ہوں''۔

اور یہ بعض وجوہات کی بنا پر ہے کیونکہ کوئی شک نہیں ہے کہ اہل بیتؑ سے مراد ان اخبار میں وہی ہیں جن کے بارے میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے اور وہ اہل بیتؑ وحی و رسالت ہیں جیسے امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی کلام میں کچھ دیگر اطلاقات بیان ہوئے ہیں جن سے باخبر ناقد کے لیے یہی ظاہر ہوتا ہے۔

اب ذہن میں خلجان پیدا ہوتا ہے کہ وہ ان سے ہے، کا معنی دو چیزیں ہیں۔ اگرچہ ان کی بازگشت اور مرجع ایک ہی ہے۔

① مراد یہ ہے کہ سلمانؓ اہلِ بیتؑ کی جنس سے ہے یعنی اہلِ بیتؑ کی عصمت کے متبوعین میں سے ہے اور یہ ادصیاء کے سلسلہ سے ہے اور ان میں سے ہے جن پر تبلیغ کا ادا کرنا واجب ہے اور لوگوں پر جس کی اطاعت و پیروی اور معرفت فرض ہے۔ یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ وہ دوسروں کے تابع ہے۔

فرض کریں اگر کوئی نبی آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں ہوتا تو اُس پر آپؐ کی اطاعت فرض ہوتی۔ اگرچہ وہ نبی مرسلین اور اولی العزم میں سے ہی کیوں نہ ہوتا۔ جیسے قائم آلِ محمدؐ کے دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور وہ واضح نص اور صحیح خبر کے مطابق امامؑ کی پیروی کرے گا۔ میں نے ایک حدیث دیکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام کو ان کی نبوت فائدہ نہیں دے گی اگر وہ اس زمانے میں آجائیں!

امیر المومنین علیہ السلام نے ابوذرؓ سے فرمایا:

ان سلمان باب الله فی الارض، من عرفه کان مؤمنا ومن انکره کان کافرا وان سلمان منا اهل البیت

"سلمانؓ زمین میں باب اللہ ہے جو اس کی معرفت حاصل کرتا ہے وہ مومن ہے اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ بے شک سلمانؓ ہماری اہلِ بیتؑ سے ہے۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۶۰، شمارہ ۳۳)

یہ مقام زمین میں تمام حجت ہائے خدا کے لیے مخصوص ہے جو انبیاءؑ و اولیاءؑ کو شامل ہے۔

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام ۱۲۰ حدیث ۶۳ میں ہے:

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اہلِ بیتؑ میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کوئی اہلِ بیتؑ سے شمار ہوسکتا ہے سوائے اُس کے جو معصوم ہو۔ اسی لیے حدیث کساء میں حضرتِ اُم سلمہؓ کو چادر کے نیچے آنے کی اجازت نہ دی اور آپؐ نے فرمایا: یہی میرے اہلِ بیتؑ اور خاص ہیں۔ خدایا ان سے رجس کو دُور رکھ اور اس طرح پاک رکھ جیسے پاک رکھنے کا حق ہے۔ بی بی اُم سلمہؓ نے اپنا سر چادر کے اندر کیا اور کہا: میں آپؐ کے ساتھ ہوں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: انك الی خیر (تو خیر کی جانب ہے)۔ (بحارالانوار: ۲۰۵/۳۵، آیت تطہیر۔ مسنداحمد: ۲۹۲/۶- ۳۲۳، المعجم الکبیر: ۳۳۴/۲۳، حدیث ۷۷۳، سنن ترمذی، ۳۲۸/۵، جامع البیان ۱۱/۱۲، ۲۱۷۳۴، دُرِّمنشور: ۵۳۳/۶، ذخائرالعقبیٰ: ۲۳۔ ابوالخیر قزوینی حاکم نے اسے تحریر کیا ہے اور کہا ہے: یہ صحیح الاسناد ہے۔ اس کے راوی ثقات ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب: ۱۲۹۷/۲ میں تحریر کیا ہے۔ تاریخ ابن عساکر: ۲۰۴/۱۳، حدیث ۳۱۸۴، ۱۴۲/۱۴، حدیث ۳۴۵۲)

۲ مراد یہ ہے کہ سلمانؓ ہماری اہلِ بیتؑ کی طینت سے خلق (پیدا) ہوا ہے۔ اس پر شاہد: اختصاص میں ابن نباتہؓ سے مروی ہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام سے سلمان کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

> ما اقول فی رجل خلق من طینتنا وروحه مقرونة بروحنا
>
> "میں اُس شخص کے بارے میں کیا کہوں جسے ہماری طینت سے پیدا کیا گیا ہے اور اُس کی روح ہماری روح کے ساتھ ملی ہوئی ہے"۔ (اختصاص: ۲۲۱، بحارالانوار: ۳۴۶/۲۲، حدیث ۶۲)

اس سے ظاہر ہوا کہ یہ تابعین کے طبقہ سے خارج ہے۔ اس کی طینت متبوعین

کی طینت سے ہے۔ اگر ضروریات مذہب کے مطابق یہ تابع ہے۔ اس کے متبوعین
کے سلسلہ سے ہونے پر دلیل وہ روایت ہے جسے محمد بن حسن صفار ثقہ وجلیل نے
البصائر الصغیر، جلد اوّل، باب دوم میں عمران بن موسیٰ سے روایت کیا ہے:

حضرت علی علیہ السلام کے سامنے عید کے دن تقیہ کا ذکر ہوا تو امامؑ نے فرمایا: خدا کی
قسم! لو علم ابوذر ما فی قلب سلمان لقتله "اگر ابوذرؓ کو پتا چل جائے کہ
سلمانؓ کے دل میں کیا ہے تو وہ اُسے قتل کردے گا"۔

رسولِ خدا نے ان دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے۔ تمھارا دوسری مخلوق
کے بارے میں کیا خیال ہے۔ علماء کا علم بہت مشکل ہے اسے سوائے نبی مرسل، یا
ملکِ مقرب کے یا اُس بندے کے جس کے دل کا ایمان کے لیے امتحان لے لیا گیا
ہوتا ہے____ کوئی متحمل نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: سلمانؓ علماء میں سے ہے کیونکہ یہ ایسا مرد ہے جو ہماری
اہلِ بیتؑ سے ہے اس لیے وہ علماء کے مشابہ ہے۔ (مختصر بصائر الدرجات: ۴۵،
حدیث ۲۱)

جیسے بھی ہو اس حدیث میں وضاحت کی گئی ہے کہ: سلمانؓ کے علم کو سوائے
نبی مرسل کے کوئی متحمل نہیں ہے۔ امامؑ نے ارادہ کیا ہے کہ اسے اپنے نفوس شریفہ کے
لیے مخصوص قرار دیں اور اسے اپنے مقامات منیفہ کی طرف بلند کیا جائے۔

اشارہ کیا ہے: سلمانؓ علماء میں سے ہے اور دوسری جانب آئمہ علیہم السلام سے
منقول ہے کہ نحن العلماء وشیعتنا المتعلمون وسائر الناس غثاء (ہم
علماء ہیں اور ہمارے شیعہ طالب علم ہیں اور باقی سب لوگ کوڑا کرکٹ ہیں)۔

بصائر میں پانچ طرق سے روایت ہوئی ہے کہ سلمانؓ علماء میں سے ہے،
طالب علموں میں سے نہیں ہے۔

بعد میں ان کے فضائل بیان ہوں گے جو انہی کے ساتھ مخصوص ہیں اور وہ سب ایسے فضائل ہیں جو انبیاءؑ اور اوصیاءؑ کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے سلمانؓ اسمِ اعظم کا علم رکھتے ہیں اور اسم اعظم کا علم آصف بن برخیا کو دیا گیا ہے اور وہ اوصیاء میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اُن کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: وقال الذی عندہ علم من الکتٰب (اُس نے کہا جس کے پاس کچھ کتاب کا علم تھا)۔ اور اس کے پاس ایک حرف کا علم تھا۔

بصائر کبیر باب نہم، جلد اوّل میں یعقوب بن یزید اور محمد بن عیسٰی سے، زیاد قندی سے، فضل بن عیسٰی ہاشمی سے روایت ہوئی ہے: میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے ہمراہ میرا باپ عیسٰی بھی تھا۔ اُس نے عرض کیا: کیا رسولِؐ خدا کا فرمان ہے کہ سلمانؓ ہماری اہلِ بیتؑ سے ہے؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں! اُس نے کہا: حضرت عبدالمطلبؑ کے کس بیٹے سے ہے؟ امامؑ نے فرمایا: ہماری اہلِ بیتؑ سے ہے۔ اُس نے کہا: ابوطالبؑ کے کس بیٹے سے ہے؟ امامؑ نے فرمایا: ہماری اہلِ بیتؑ سے ہے۔ اُس نے کہا: میں اُسے نہیں جانتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا: اے عیسٰی! اُسے جان کیونکہ وہ ہماری اہلِ بیتؑ سے ہے (پھر اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا) اور فرمایا: ایسا نہیں ہے جیسا تم سمجھ رہے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طینت کو علیین سے خلق کیا ہے اور ہمارے شیعوں کو ہماری باقی ماندہ طینت سے پیدا کیا ہے اور وہ ان سے ہیں اور سلمانؓ لقمانؑ سے بہتر ہے۔ (بصائر الدرجات: ۷۔ ۳، حدیث ۱۳، بحارالانوار: ۲۲/۳۳۱، حدیث ۴۲)

اخبار میں ہے کہ شیعہ اہلِ بیت علیہم السلام کی بچی ہوئی طینت سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسی طرح انبیاء اور اوصیاء بھی ان کی بچی ہوئی طینت سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود وہ اہلِ بیتؑ کے ہم درجہ نہیں ہیں۔ البتہ بچی ہوئی طینت کے مختلف مراتب

اور درجے ہیں۔ جس کے اعلیٰ درجے سے انبیاء اور اوصیاء پیدا ہوئے ہیں اور ادنیٰ درجہ سے شیعہ پیدا ہوئے ہیں۔

بصائر میں ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ما نبی نبی قط الا بمعرفة حقنا و بفضلنا عمن سوانا

''کوئی نبی نبی نہیں ہوتا مگر تب جب اُس کو ہمارے حق کی معرفت ہوئی اور اُس نے ہمیں دوسروں پر فضیلت دی''۔

(بصائر الدرجات: ۹۴، حدیث ۱، ۳، ۴)

بصائر میں ہے: امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ولایتنا ولایة الله التی لم یبعث نبی قط الا بها۔

''ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے۔ کبھی کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا مگر اس ولایت کے وسیلہ سے مبعوث ہوا ہے''۔(بصائر الدرجات: ۹۵، حدیث ۶، ۷، ۸، ۹، اصولِ ستہ عشر: ۶۰، کافی ۱/ ۴۳۷)

بصائر میں ہے: امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

ولایة علی مکتوب فی جمیع صحف الانبیا ولم یبعث الله نبیًا الا بنبوة محمد و وصایة علی۔

''حضرت علی علیہ السلام کی ولایت انبیاءؑ کے سارے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے اور کوئی نبی مبعوث نہیں کیا گیا مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور حضرت علی علیہ السلام کی وصایت کے وسیلہ سے مبعوث ہوئے ہیں''۔ (بصائر الدرجات: ۹۲، حدیث ۱)

منتخب الاثر تالیف احمد بن محمد بن عیاش میں جارود بن منذر کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں ہے۔ یہ حدیث طویل ہے اس کے آخر میں ہے کہ رسولؐ خدا

نے فرمایا: اے جارود! جس رات مجھے معراج ہوئی اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی کہ اپنے سے پہلے والے رسولوں سے پوچھو کہ انھیں کس بنا پر مبعوث کیا گیا ہے؟

میں نے ان سے پوچھا کہ تمھیں کس بنا پر مبعوث کیا گیا ہے؟

انھوں نے کہا: علی نبوتك و ولایة علی بن ابی طالب والائمة منکما

''ہمیں آپؐ کی نبوت اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت اور آپؐ دونوں سے آئمہ کی ولایت کی بنا پر مبعوث کیا گیا ہے''۔ (منتخب الاثر ۳۸، شواہد التنزیل: ۲/ ۲۲۲، مناقب خوارزمی: ص ۳۱۲، حدیث ۳۱۲)

جنگِ خندق میں حضرت سلمانؓ کا کردار

مرحوم طبرسیؒ نے آیت قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ (کہو: اے اللہ! جو مالک الملک ہے جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے)

فرمایا: جب رسولِ خدا نے مکہ کو فتح کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی اُمت سے فارس اور روم کی بادشاہی کا وعدہ کیا۔

منافقوں اور یہودیوں نے کہا: دور ہے، محمدؐ کے لیے فارس اور روم کی بادشاہی کہاں سے آئے گی۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن عباسؓ اور انس بن مالکؓ سے مروی ہے: کسی نے کہا: رسولِ خدا نے جنگِ احزاب والے سال خندق کی لکیر کھینچی اور ہر دس کے لیے چالیس ہاتھ کو قرار دیا۔ مہاجرین و انصار نے سلمانؓ کے بارے میں حجت قائم کی، وہ طاقتور آدمی تھا۔

مہاجرین نے کہا: سلمانؓ ہم میں سے ہے اور انصار نے کہا: سلمانؓ ہم میں سے ہیں۔ پس آپؐ نے فرمایا: سلمان منا اھل البیت (تفسیر مجمع البیان: ۲/ ۴۲۷)

سورۂ احزاب میں جنگِ خندق کے سیاق میں کہا ہے: جب دلائل نبوت سے خندق کا کھودنا ظاہر ہوا اسے حافظ ابوعبداللہ نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی

سے روایت کیا ہے، مجھے میرے باپ نے، اُس نے اپنے باپ سے خبر دی ہے:
رسولِ خدا نے لکیر کھینچی...... پتھر توڑا اور بجلی کا ظہور ہوا۔ (تفسیر مجمع البیان: ۳۴۱/۸)

میرتِ حلبیہ میں جنگِ خندق کے ضمن میں ہے: جب رسولِ خدا نے سنا کہ انھوں نے جنگ کے لیے ایکا کرلیا۔ آپؐ نے لوگوں کو بلایا اور دشمن کے بارے میں باخبر کیا اور ان سے اس بابت مشورہ کیا۔ تو آپ کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا گیا اور یہ مشورہ سلمان فارسیؓ نے دیا۔

اُنھوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! ہم ارضِ فارس میں دشمن کی بابت خوف زدہ ہوتے تو اپنے تحفظ کے لیے خندق کھود لیتے تھے۔

ذکر کیا ہے کہ سلمانؓ کے بارے میں مہاجرین و انصار نے جھگڑا کیا۔ مہاجرین نے کہا کہ سلمانؓ ہم میں سے ہے اور انصار نے کہا: سلمانؓ ہم میں سے ہے۔ آپؐ نے فرمایا: سلمان منا اهل البیت۔

سلمانؓ کے بارے جھگڑا ہوا کیونکہ وہ طاقتور آدمی تھے۔ خندق کو دس آدمیوں جتنا کام کرکے کھود سکتے تھے۔ یعنی وہ روزانہ پانچ ہاتھ لمبا، پانچ ہاتھ گہرا کھودتے تھے۔ (میرت حلبیہ: ۶۳۱/۲)

تفسیر قمیؒ میں ہے: آپؐ نے اپنے اصحاب سے مشورہ لیا جن کی تعداد سات سو تھی۔ پس سلمانؓ نے کہا: یارسولؐ اللہ! تھوڑے زیادہ کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

آپؐ نے فرمایا: اب ہم کیا کریں؟

سلمانؓ نے کہا: خندق کھودتے ہیں جو ہمارے اور دشمن کے درمیان پردہ بن جائے گی۔ ہم فارس میں دشمن سے خوف زدہ ہوتے تو اپنے سامنے خندق کھودتے اور معروف جگہوں سے جنگ کرتے ہیں۔ جبرائیلؑ نازل ہوئے اور کہا: سلمانؓ نے درست مشورہ دیا ہے۔ (تفسیر قمی: ۱۷۷/۲، بحارالانوار: ۲۱۸/۲۰)

حضرت سلمانؓ کا بلند مقام

شیخ مفیدؒ نے کتاب اختصاص میں اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے: میں نے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے سلمان فارسیؓ کے بارے میں پوچھا۔ آپؑ ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

میں اُس شخص کے بارے میں کیا کہوں جسے ہماری طینت سے پیدا کیا گیا ہے جس کی روح ہماری روح کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے اوّل و آخر، ظاہر و باطن، سر و علانیہ کے علوم سے نوازا ہے۔ ایک دن میں رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا، سلمانؓ آپؐ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک اعرابی آیا اُس نے اُنھیں ان کی جگہ سے ہٹایا اور اُن کی جگہ پر بیٹھ گیا۔ رسولؐ خدا غضب ناک ہوئے یہاں تک کہ آپؐ کی آنکھوں کے درمیان سے پسینہ نکلنے لگا اور آپؐ کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔

پھر فرمایا: اے اعرابی! تم نے ایسے شخص کو اُٹھایا ہے جس سے اللہ تعالیٰ آسمان میں محبت کرتا ہے اور اُس کا رسول زمین میں اُس سے محبت کرتا ہے۔

اے اعرابی! سلمانؓ مجھ سے ہے جو اس سے جفا کرتا ہے وہ مجھ سے جفا کرتا ہے۔ جو اسے اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔ جو اس سے دُور ہوتا ہے وہ مجھ سے دُور ہوتا ہے۔ جو اس کے قریب ہوتا ہے وہ میرے قریب ہوتا ہے۔

اے اعرابی! سلمانؓ کے بارے میں سختی سے پیش نہ آؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اسے موت، مصیبت، نسب اور فصل خطاب کے علم سے مطلع (آگاہ) کروں۔

اعرابی نے کہا: یارسولؐ اللہ! مجھے پتہ نہیں تھا کہ سلمانؓ کا کام یہاں تک پہنچ جائے گا جو آپ نے بیان کیا ہے۔ کیا یہ مجوسی نہیں وہ پھر مسلمان ہوا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اے اعرابی! میں تجھے اپنے رب کی طرف سے کہتا ہوں۔ سلمانؓ مجوسی نہیں تھا لیکن اُس نے شرک کو ظاہر کیا اور اس نے ایمان کو باطن میں رکھا۔

اے اعرابی! کیا تُو نے نہیں سنا خداوند نے فرمایا:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

''نہیں، تیرے رب کی قسم! ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان ہونے والے اُمور کا فیصلہ کریں گے پھر وہ اپنے نفسوں میں کوئی حرج نہیں پائیں گے جو تُو نے فیصلہ کیا ہے اور وہ سرِتسلیم خم ہوں گے''۔

کیا تُو نے نہیں سنا خداوند نے فرمایا:

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

''جو رسول تمھیں دے اُسے لے لو اور جس سے منع کرے اُس سے رُک جاؤ''۔

اے اعرابی! مَیں نے جو دیا ہے اسے لے لو اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ اور انکار نہ کرو ورنہ عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے اور رسولؐ خدا کے سامنے سرِتسلیم خم کرو تم امان والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ (اختصاص: ۲۲۱، بحارالانوار: ۲۲/۳۴۶، حدیث ۶۲)

کشی نے روایت کی ہے: امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

قیامت کے دن منادی کہے گا: محمدؐ بن عبداللہ رسولؐ خدا کے حواری کہاں ہیں جنھوں نے عہد نہیں توڑا اور اُس پر قائم رہتے ہوئے مرے؟ پس سلمانؓ، مقدادؓ اور ابوذرؓ کھڑے ہوں گے۔

پھر منادی کہے گا: علیؑ بن ابی طالبؑ وصیِ محمدؐ بن عبداللہ رسولؐ خدا کے حواری کہاں ہیں؟

عمروؓ بن حمق خزاعی اور محمدؓ بن ابی بکر اور میثمؓ بن یحییٰ تمار، مولی بنی اسدؓ اور اویس قرنی کھڑے ہوں گے۔

منادی کہے گا: حسنؑ بن علیؑ جو فاطمہؑ بنت محمدؐ بن عبداللہ رسولؐ خدا کا بیٹا ہے اس کے حواری کہاں ہیں؟

سفیان بن ابی لیلیٰ ہمدانیؓ اور حذیفہؓ بن اسید غفاری کھڑے ہوں گے۔

منادی کہے گا: حسینؑ بن علیؑ کے حواری کہاں ہیں؟ ان کے ساتھ جو شہید ہوئے اور جنھوں نے مخالفت نہ کی تھی وہ کھڑے ہوں گے۔

منادی کہے گا: علیؑ بن الحسینؑ کے حواری کہاں ہیں؟

جبیرؓ بن مطعم اور یحییٰؓ بن (معمر) اُم الطویلؓ اور ابوخالدؓ کابلی اور سعیدؓ بن مسیب کھڑے ہوں گے۔

منادی کہے گا: محمدؑ بن علیؑ کے اور جعفرؑ بن محمدؑ کے حواری کہاں ہیں؟

عبداللہ بن شریک عامریؓ اور زرارہ بن اعینؓ اور بریدؓ بن معاویہ عجلی اور محمد بن مسلمؓ اور ابوبصیرؓ، لیث بن بختریؓ مرادی اور عبداللہ بن ابی یعفورؓ اور عامرؓ بن عبداللہ بن جزاعہ اور حجر بن زائدہؓ اور حمران بن اعینؓ کھڑے ہوں گے۔

منادی کہے گا: سارے شیعہ کہاں ہیں جو سارے آئمہ علیہم السلام کے ساتھ قیامت کے دن میں بھی یہ سابقین اور مقربین اور تابعین سے اول ہیں۔ (اختیار معرفۃ الرجال:

۱/۲۹، شمارہ ۲۰، اختصاص: ۶۱)

مجمع البحرین میں ہے: حواری انبیاءؑ کے منتخب کردہ ہیں جو مخلص تھے اور انھوں نے تصدیق میں اخلاص کا مظاہرہ کیا اور انبیاءؑ کی نصرت کی ہے۔ (مجمع البحرین: ۱/۵۹۴)

کتاب اربعین تالیف مولانا فاضل ماہر محمد طاہر قمیؒ نے کتاب المصابیح بغوی سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے: رسولؐ خدا نے سلمانؓ اور دوسرے دو آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت ابوبکر سے فرمایا: لئن کنت اغضبتهم فقد اغضبت ربهم (اگر تُو نے ان کو ناراض کیا تو گویا ان کے رب کو غضب ناک (ناراض) کیا ہے۔

ابن ابی الحدید نے اسے اصحابِ صفہ کی شان میں روایت کیا ہے:

این القوم الذین دعوا الی الاسلام فقبلوہ.....

''کہاں ہیں وہ لوگ جن کو اسلام کی دعوت دی گئی اور انھوں نے اس دعوت کو قبول کرلیا اور قرآن کو پڑھا اور اُس حکم پر چلے اور جہاد کی طرف بڑھے اور اُسے انجام دیا۔ بعض ہلاک ہوئے اور بعض بچ گئے۔ زندوں کی وجہ سے خوش نہیں ہوئے اور مرنے والوں نے انھیں غم زدہ نہیں کیا۔ رو رو کر ان کی آنکھوں سے آنسو خشک ہوگئے۔ روزے رکھ رکھ کر پیٹ پیچھے جا لگے۔ دعا کرکر کے ہونٹ سوکھ گئے۔ بیدار رہ کر رنگ زرد ہوگئے...... وہ زہد، عبادت والے اور سخت جہاد کرنے والے ہیں جیسے مصعبؓ بن عمیر جو بنی عبدالدار سے ہے جیسے سعدؓ بن معاذ اوس سے ہے جیسے جعفرؓ بن ابی طالبؑ اور عبداللہ بن رواحہؓ وغیرہ جو نیکوں میں سے شہید ہوئے۔ دیندار، عبادت گزار اور اُحد وغیرہ میں بہادری

دکھانے والے ہیں جو رسولِؐ خدا کی زندگی میں تھے جیسے عمارؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، سلمانؓ، خبابؓ اور کچھ اصحابِ صفہؓ اور عبادت گزار غریب مسلمان تھے جنھوں نے زُہد اور شجاعت کے درمیان جمع کیا ہے...... یہاں تک کہ کہا:

صحیح اخبار میں آیا ہے اصحابِ صفہؓ کی جماعت کے پاس سے ابوسفیان مسلمان ہونے کے بعد گزرا۔ انھوں نے اُس پر اپنے ہاتھ ملے اور کہا: ہائے افسوس! اسے تلواریں اُچک کیسے نہیں رہی ہیں اس دشمنِ خدا کی گردن کو اُچک لیں۔ اس کے ساتھ ابوبکر بھی تھا۔ اُس نے کہا: تم اس سیّدالبطحا کے بارے میں یہ کہہ رہے ہو۔ اُس نے رسولِؐ خدا سے کہا تو آپؐ نے اس کی بات کا انکار کیا اور ابوبکر سے کہا: دیکھو انھیں ناراض نہ کرنا ورنہ تم اپنے رب کو ناراض کرو گے۔ ابوبکر ان کے پاس آیا اور انھیں راضی کیا اور ان سے معافی مانگی۔ انھوں نے کہا: اللہ تم کو معاف کرے۔

(شرح نہج البلاغہ: ۲۹۵/۷)

ایک اور حدیث میں اشارہ ہوا ہے بلکہ وضاحت ہوئی ہے کہ حضرت ابوبکر نے انھیں ناراض کیا ورنہ ان سے معافی نہ مانگتا۔

احتمال ہے کہ دونوں خبریں متحد ہیں اور ان کے درمیان جمع یوں ہوگا کہ سلمانؓ بھی اصحابِ صفہؓ میں سے تھے۔ اس پر شاہد وہ شے جو فصل اوّل باب جامع المناقب، کتاب مشکاۃ الخطیب میں عائذ بن عمرو سے مروی ہے:

ابوسفیان ـــــ سلمانؓ، صہیبؓ اور بلالؓ کے پاس آیا تو انھوں نے کہا: اللہ کی تلوار نے دشمنِ خدا کی گردن کو پکڑا نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر نے کہا: تم قریش کے

شیخ اور سید کے بارے میں کہتے ہو؟ رسولِؐ خدا کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا:
اے ابوبکر! شاید تو نے انھیں ناراض کیا ہے اگر تو نے انھیں ناراض کیا ہے تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا ہے۔ پس وہ ان کے پاس گیا اور کہا: اے میرے بھائیو! کیا میں نے تمھیں ناراض کیا ہے۔ انھوں نے کہا: نہیں! اے بھائی! اللہ تجھے معاف کرے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: ۶۹۵، صحیح مسلم: ۴/ ۱۷۰)

تفسیر امام علیہ السلام میں الذین یومنون بالغیب کے ضمن میں ایک طویل حدیث بیان کی ہے جو ان کی کرامات کے باب میں آئے گی۔ اس کے آخر میں ہے:

رسولِؐ خدا سلمانؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابوعبداللہ! تو ہمارے خاص مومن بھائیوں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کے دلوں کے احباب میں سے ہے۔ بے شک تو ملکوتِ سماویہ، حجابوں، کرسی، عرش سے لے کر زمین تک میں ہے اور تیری فضیلت ان مقامات میں ان کے نزدیک بن بادل اور بغیر گرد وغبار والے طلوع ہونے والے سورج سے بھی زیادہ مشہور ہے۔ تو تعریف کیے جانے والے فاضل ترین لوگوں میں سے ہے کیونکہ خداوند عالم نے فرمایا: الذین یومنون بالغیب (جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں)۔ (تفسیر امام حسن عسکریؑ، ص ۷۲)

شیخ الطائفہ مرحوم طوسیؒ نے امالی میں محمد بن مفید سے روایت کی ہے۔ منصور بزرج سے مروی ہے: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اے میرے سردار! آپ سلمان فارسیؓ کا زیادہ ذکر کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: فارسی نہ کہہ لیکن کہہ سلمانؓ محمدی۔ کیا تو جانتا ہے میں اُس کا ذکر زیادہ کیوں کرتا ہوں؟

میں نے کہا: نہیں جانتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تین صفتوں کی وجہ سے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ

اپنی خواہشات پر امیرالمومنینؑ کی خواہشات کو ترجیح دیتے تھے۔

دوسری یہ کہ وہ غریبوں سے محبت کرتے تھے انھیں دولت مندوں پر ترجیح دیتے تھے۔

تیسری یہ کہ وہ علم اور علماء سے محبت کرتے تھے، بے شک سلمانؓ نیک حنیف اور مسلمان بندے تھے وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔ (امالی طوسیؒ: ۱۳۳، حدیث ۲۱۴، بحارالانوار: ۲۲/۳۲۷، حدیث ۳۳)

مشکوۃ الخطیب عمری فصل سوم، باب جامع المناقب میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے: رسولؐ خدا نے فرمایا: ہر نبیؑ کے سات نجباء اور نقباء ہوتے ہیں مجھے چودہ عطا ہوئے ہیں۔

ہم نے عرض کیا: وہ کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میں اور میرے دو بیٹے۔ جعفرؓ، حمزہؓ، ابوبکرؓ، عمرؓ، مصعبؓ بن عمیر، بلالؓ، سلمانؓ، عمارؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ ـــ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، ص ۷۰۰)

ہم نے اسے تحریر کیا ہے حالانکہ یہ ایسی بات کو مشتمل ہے جو بصیرت رکھنے والے اور معرفت رکھنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اس لیے تحریر کیا ہے تا کہ یہ ان پر حجت ہو جائے جسے انھوں نے ائمہؑ کی بابت رسولؐ خدا کے لیے انجام دیا ہے۔ ان شاء اللہ اس کی تفصیل آئے گی۔

ابو جعفر کشی نے جبرائیل بن احمد سے روایت کی ہے، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسولؐ خدا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار لوگوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔

انھوں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! وہ کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ پھر خاموش ہو گئے۔

پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار لوگوں سے محبت کا حکم دیا ہے؟

انھوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! وہ کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: علیؑ بن ابی طالب، مقدادؓ بن اسود، ابوذر غفاریؓ اور سلمانؓ فارسی۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۳۶، شمارہ ۲۱)

کتاب خصال، باب چہارم میں ابوعبداللہ حسین بن محمد اشنانی رازی العدل بلخ نے اپنے جد سے، ابراہیم بن نصر سے محمد بن سعید سے، شریک سے، ابوربیعہ ایادی سے ابن بریدہ سے، انس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، رسولؐ خدا نے فرمایا:

اللہ عزوجل نے مجھے چار اصحاب سے محبت کا حکم دیا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے۔

ہم نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! وہ کون ہیں، ہم سب دوست رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان سے ہوں؟

آپؐ نے فرمایا: بے شک علیؑ ان سے ہے۔ پھر خاموش ہوگئے اور فرمایا: خبردار! علیؑ ان سے ہے پھر خاموش ہوئے اور فرمایا: علیؑ ان میں سے ہے اور ابوذرؓ، سلمانؓ فارسی، مقداد بن اسودؓ کندی ہے۔ (خصال: ۱/۲۵۴، حدیث ۱۲۷، بحارالانوار: ۲۲/۳۲۴)

شیخ جلیل محمد بن مسعود عیاشی نے اپنی تفسیر میں ابوجمیلہ سے، بعض صحابہؓ سے دو میں سے ایک امام علیہ السلام سے روایت کی ہے، رسولؐ خدا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ چار لوگوں سے محبت کروں: علیؑ، ابوذرؓ، سلمانؓ، مقدادؓ۔

میں نے عرض کیا: اس امر کو لوگوں کی کثرت کی وجہ سے کوئی نہیں جانتا؟

فرمایا: ہاں تین ہیں۔

میں نے عرض کیا: یہ آیات نازل ہوئیں:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا

"سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمھارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسولؐ ہے اور وہ ہیں جو ایمان لائے"۔

اور فرمایا:

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ

"اللہ کی اطاعت کرو، رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اُولی الامر کی اطاعت کرو"۔

یہ کن کی شان میں نازل ہوئی ہے؟

فرمایا: اسی لیے انھیں دیا گیا ہے۔ وہ اس کے بارے میں سوال نہیں کرتے ہیں۔ (تفسیر عیاشی: ۱/۳۲۸، حدیث ۱۴۱۔ بحار الانوار: ۲۲/۳۳۳، حدیث ۴۷۔ بحار: ۳۸/۱۸۸، حدیث ۱۲)

عیون اخبار الرضاؑ میں طویل سلسلۂ سند کے ساتھ ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار لوگوں کی محبت کا حکم دیا ہے: علیؑ، سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ بن اسود۔ (عیون اخبار الرضاؑ: ۲/۳۲)

مشکوٰۃ المصابیح میں بریدہ سے مروی ہے: رسولؐ خدا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار لوگوں سے محبت کا حکم دیا ہے اور خبر دی ہے کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے۔

کسی نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ان کے نام بتائیں۔

آپؐ نے فرمایا: (تین دفعہ کہا) علیؑ ان میں سے ہے۔ ابوذرؓ، مقدادؓ، سلمانؓ۔ اللہ نے مجھے ان سے محبت کا حکم دیا ہے اور خبر دی ہے کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۷۰۰)

رسولؐ خدا نے فرمایا: یاعلی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک ''اے علیؑ! میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ جنبی حالت میں اس مسجد میں آئے''۔

صاحبِ مشکوۃ نے اسے بیان کیا ہے اور کہا ہے اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (الروائح السماویہ،ص ۲۰۳)

مکارمِ اخلاق میں مرسل طور پر سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: میں رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ آپؐ نے وہ تکیہ میری طرف کیا اور فرمایا: اے سلمانؓ!

ما من مسلم دخل علی اخیہ المسلم فیلقی لہ الوسادۃ اکرامالہ الاغفر اللہ لہ (مکارمِ اخلاق،ص ۲۱)

''کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس آتا ہے اور وہ اُسے تکیہ احتراماً دیتا ہے تو اللہ اُس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے''۔

مناقب ابن شہرآشوب میں ہے: لوگ خندق کھود رہے تھے اور اشعار کہہ رہے تھے سوائے سلمانؓ کے۔

آپؐ نے دعا دی: پروردگار! سلمانؓ کی زبان کو کھول دے اگرچہ ایک شعر ہی سے ہو۔ پس سلمانؓ اشعار کہنے لگا۔ مسلمانوں نے پکار کر آوازیں بلند کیں اور ہر قبیلہ کے لوگوں نے کہا: سلمانؓ ہم میں سے ہے۔

پس آپؐ نے فرمایا: سلمان منا اھل البیت ''سلمانؓ ہماری اہلِ بیتؑ سے ہے''۔ (مناقب آلِ ابی طالبؑ:۱/ ۷۵، بحارالانوار:۱۸/ ۱۶، حدیث ۴۵)

رسولِ خدا کا حیّ سلمانؓ کے لیے معاہدہ

رسولؐ خدا نے قبیلہ حیّ سلمان کے لیے کازرون میں عہد تحریر کیا:

یہ تحریر محمدؐ بن عبداللہ رسولؐ خدا کی طرف سے ہے جس کا فارسی سلمانؓ نے آپؐ سے سوال کیا ہے اور یہ وصیت ہے جو اُس نے اپنے بھائی مھاد بن فروخ بن مھیار، اپنے قریبیوں، اہلِ خانہ اور ان سے بعد والی نسلوں کو وصیت کی ہے جو ان میں سے مسلمان ہوں اور اپنے دین اسلام اللہ پر ثابت رہے۔

میں تمھارے سامنے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ کہوں: لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ۔

میں یہ کہتا ہوں اور اس کا لوگوں کو حکم دیتا ہوں۔ سب امر اللہ کے لیے ہے۔ لوگوں کا پیدا کرنا، انھیں موت دینا سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ انھیں اُٹھائے گا اور اُس کی طرف لوگوں کی بازگشت ہوگی۔

پھر اُس میں سلمانؓ کے احترام کو ذکر کرتے ہوئے کہا: تو نے ان کی گردنوں سے ماتھے سے پکڑنا، جزیہ، خمس، عشر اور سارے اخراجات اور تکلیفوں کو اُٹھا دیا ہے۔ اگر وہ تم سے سوال کریں تو انھیں دے دو اور اگر تم سے استغاثہ کریں تو ان کی فریادرسی کرو۔ اگر وہ ہمسائگی مانگیں تو انھیں دو۔ اگر وہ تنگ کریں تو انھیں معاف کر دو۔ اگر کوئی ان سے بُرا سلوک کرے تو اسے روکو۔ انھیں ہر سال مسلمانوں کے بیت المال سے دو سو حُلّے اور ایک سو سونے کے سکّے دو۔ سلمانؓ کو ان سب چیزوں کا رسولؐ خدا سے حق ملا ہے۔ پھر جو اس پر عمل کرے اُس کے حق میں دعا کی اور جو ان کو اذیت دے انھیں بددعا دی اور اسے علیؑ بن ابی طالبؑ نے لکھا۔

ابن شہر آشوب کہتا ہے کہ یہ تحریر آج تک اُن کے پاس ہے اور لوگ رسولؐ خدا کی تحریر پر عمل کرتے ہیں۔ اگر اُسے بھروسہ نہ ہوتا کہ اُس کا دین زمین پر پورا ہوجائے گا تو اس کا لکھنا محال ہوتا۔ (مناقب آلِ ابی طالب: ۱/۹۷، بحارالانوار: ۱۸/۱۲۹، حدیث ۳۹)

میں کہتا ہوں اس لیے کہ فارس کا علاقہ رسولؐ خدا کے بعد میں فتح ہوا ہے۔ اُس کے لوگ آپؐ کی حیاتِ مبارکہ میں مشرک تھے اور آپؐ کے اطاعت گزار نہیں تھے۔ ان پر مسلمانوں کا تسلط اور تصرف نہیں تھا تو بیت المال کہاں سے بنتا؟ آپؐ نے ایسا کیا اور تحریر لکھی کیونکہ آپؐ جانتے تھے کہ عنقریب اسے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح کیا جائے گا جو آپؐ کی تحریر، اوامر و نواہی پر عمل کریں گے اس لیے اسے آپؐ کے معجزات میں سے شمار کیا گیا ہے۔

میں نے تاریخ گزیدہ میں المناقب سے زیادہ طویل تحریر دیکھی ہے اور چاہتا ہوں کہ اُسے نقل کروں کیونکہ کستوری کو جس قدر زیادہ کھولا جاتا ہے خوشبو بڑھتی ہے۔

اقاربہ سے مراد سلمانؓ کے قریبی رشتہ دار جو فارس کے اکابرین سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے پاس امیرالمومنینؑ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر ہے جس پر آپؐ نے مہر لگائی ہے۔ وہ تحریر یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے ہے۔ سلمانؓ نے آپ سے اپنے بھائی ماد بن فرخ، اپنے اہلِ خانہ اور بعد میں پیدا ہونے والی نسلوں کو وصیت کی ہے۔ ان میں سے جو مسلمان ہوں اور دین اسلام اللہ پر ثابت قدم رہیں میں تمھارے سامنے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اور سب امر اللہ کے لیے ہیں۔ اُس نے مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور وہی انھیں موت دیتا ہے اور وہی انھیں اُٹھائے گا اور اسی کی طرف بازگشت ہونا ہے۔ ہر شے زائل ہونے والی ہے اور ہر شے جو پیدا ہوئی ہے وہ فنا ہونے والی ہے۔ ہر نفس نے موت

کا ذائقہ چکھنا ہے۔

جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آیا وہ آخرت میں کامیاب ہوگا اور جس نے دین کو چھوڑ دیا تو دین میں جبر نہیں ہے۔ یہ خط سلمانؓ کے اہلِ بیت (رشتہ داروں) کے لیے ہے۔

ان کا ضامن اللہ ہے اور زمین، ان کی جان، مال پر میں ضامن ہوں۔ جس زمین میں وہ رہتے ہیں خواہ میدانی ہو، پہاڑی ہو، چراگاہ ہو، چشمے ہوں نہ اُن پر ظلم ہوگا اور نہ ان پر تنگی ہوگی۔

مومنین مومنات میں سے جن کے سامنے میرے اس خط کو پڑھا جائے اُس پر لازم ہے کہ وہ ان کی حفاظت کریں اور ان کی عزت کریں۔ انھیں اذیت نہ دیں اور ایسا سلوک نہ کریں جسے وہ پسند نہ کریں۔

تو نے ان کی گردنوں سے ماتھے سے پکڑنا، جزیہ، خمس، عشر اور سارے اخراجات اور تکلیفوں کو اُٹھا لیا ہے۔ اگر وہ تم سے سوال کریں تو دے دو۔ اور اگر تم سے استغاثہ کریں تو ان کی فریادرسی کرو۔ اگر وہ ہمسائیگی مانگیں تو انھیں دو اور اگر وہ تنگ کریں تو انھیں معاف کرو اور اگر کوئی ان سے برا سلوک کرے تو اسے ان سے روکو۔

انھیں ہر سال مسلمانوں کے بیت المال سے ایک سو حُلّہ رجب کے مہینے میں اور ایک سو قربانی کے مہینے میں دو۔ سلمانؓ ہماری طرف سے ان چیزوں کا استحقاق رکھتا ہے کیونکہ سلمانؓ کو بہت زیادہ مسلمانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

وحی میں نازل ہوا ہے کہ:

ان الجنة الی سلمان اشوق من سلمان الی الجنة

"سلمانؓ کے جنت کا شوق رکھنے سے زیادہ جنت سلمانؓ کا شوق رکھتی ہے"۔

یہ میرے بھروسے والا اور امین اور تقی ونقی اور رسولؐ خدا اور مومنین کے لیے نصیحت کرنے والا ہے اور سلمان منا اھل البیت۔

تم میں سے کوئی اس وصیت کی مخالفت نہ کرے جس میں مَیں نے سلمانؓ کی اہل بیتؑ اور ان کی اولاد کی محافظت اور ان سے نیکی کا حکم دیا ہے۔

ان میں سے جو مسلمان ہو اور اپنے دین پر (اس کا خیال رکھنا) اور جو اس وصیت کی مخالفت کرے گا گویا اُس نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی مخالفت کی۔ اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہوگی۔ جو ان کی عزت کرے گا وہ میری عزت کرے گا اور اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ملے گا اور جو ان کو اذیت دے گا وہ مجھے اذیت دے گا۔ میں قیامت کے دن اُس کا مدمقابل ہوں گا۔ اُس کی سزا جہنم ہے اور میں اُس سے بری الذمہ ہوں۔ تم سب پر سلام ہے۔

اسے علیؑ ابن ابی طالبؑ نے رسولؐ خدا کے حکم سے ۹ ہجری ماہِ رجب میں تحریر کیا ہے اور اس پر سلمانؓ، ابوذرؓ، عمارؓ، بلالؓ، مقدادؓ اور مومنین کی ایک جماعت کو گواہ قرار دیا ہے"۔ (تاریخ گزیدہ، ص ۲۳۰)

تاریخ ہجری کی ابتداء

عہد کے آخر میں جو تاریخ ہجری کے بارے میں کہا ہے: وہ مشہور قول کے مخالف ہے اور وہ یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے مسلمانوں کے درمیان تاریخ عام الفیل سے شمار کی جاتی تھی اور ہجرت کے بعد ـــــ ہر سال کا اپنا نام رکھا گیا۔

پہلا سال: اذن ہے۔

دوسرا سال: جنگ کے حکم کا سال ہے۔

تیسرا سال: تمحیص کا سال ہے۔

چوتھا سال: ترفئہ کا سال ہے۔

پانچواں سال: زلزال کا سال ہے۔

چھٹا سال: استئناس کا سال ہے۔

ساتواں سال: استغلاب کا سال ہے۔

آٹھواں سال: استواء کا سال ہے۔

نواں سال: برأت کا سال ہے۔

دسواں سال: وداع کا سال ہے۔ (آثارِ باقیہ، ص ۳۱)

آپ کی وفات کے بعد ابن خطاب کے دور تک کوئی تاریخ نہ رہی۔ اُس کی طرف .... کی شکایت شعبان میں ہوئی تو اُس نے کہا: وہ شعبان کون سا ہے جس میں ہم ہیں یا جو گزر چکا ہے یا جو آنے والا ہے؟

یا اُس کی طرف سے یمن کے گورنر ابوموسیٰ اشعریؓ نے خط لکھا:

ہمارے پاس آپ کی طرف سے خطوط آتے ہیں جن کی بابت ہم نہیں جانتے ہیں کہ ان کے مطابق کیسے عمل کریں۔ ہم نے اس کے لیے دستاویز کو پڑھا ہے جس کا محل شعبان ہے۔ اب ہمیں پتہ نہیں ہے کہ وہ شعبان کون سا ہے جو گزر گیا ہے۔ وہ

ہے یا جو آنے والا ہے وہ ہے؟

پس اُس نے صحابہؓ کو اکٹھا کیا اور ان سے مشورہ کیا جس میں اوقات کو ضبط اور محفوظ کیا گیا۔ ان کے درمیان باتیں جاری رہیں یہاں تک کہ ان کا اتفاق ہوا کہ تاریخ کی ابتدا آپؐ کی ہجرت سے کی جائے کیونکہ ہجرت کے ذریعے سے اسلامی ریاست کا ظہور ہوا ہے اور یہ ۱۷ ہجری میں ہوا۔ واللہ العالم! (بحارالانوار: ۳۴۹/۵۵ ،الوافی بالوفیات: ۳۲/۱)

شیخ استاد دام ظلہ العالی نے فرمایا ہے: جس طرح رسولؐ خدا جانتے تھے کہ فارس کے ممالک میری وفات کے بعد فتح ہو جائیں گے۔ اس طرح آپؐ کے وصی بھی جانتے تھے کہ ثانی کے دور میں کیا ہونے والا ہے۔ یعنی اسلام میں تاریخ ہجری کی ابتدا آپؐ کی ہجرت سے ہوگی کیونکہ اس کا صرف فتح کے بعد ہی فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پس اس میں دونوں کے لیے معجزہ ہے، صلوات اللہ علیہما وعلی اولادھما۔

حضرت سلمانؓ کی شان میں آیات بینات

تفسیر قمی تالیف علی بن ابراہیم قمی میں ہے:

(۱) خداوند نے فرمایا:

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار

"(پہلے پہل کرنے والے جو مہاجرین وانصار سے ہیں"۔

وہ نقباء ہیں: ابوذرؓ، مقدادؓ، سلمانؓ، عمارؓ اور جو ایمان لے آیا اور جس نے تصدیق کی اور امیرالمومنین علی علیہ السلام کی ولایت پر ثابت قدم رہا۔

والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه

"اور جنھوں نے ان کی احسان کے ساتھ پیروی کی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ ان سے راضی ہیں"۔ (تفسیر قمیؒ: ۱/۳۰۳، بحارالانوار: ۲۲/۳۲۷، حدیث ۳۲)

یہ حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہے۔

(۲) خداوند نے فرمایا:

انما المؤمنون الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم.....

لهم درجات عند ربهم ومغفرة ورزق كريم

"سوائے اس کے نہیں ہے کہ جب مومنوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں..... ان کے لیے ان کے رب کے ہاں درجے ہیں اور مغفرت ہے اور رزقِ کریم ہے"۔

یہ آیت امیرالمومنین علی علیہ السلام ، ابوذرؓ، سلمانؓ، مقدادؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر قمی: ۱/۲۵۵، بحارالانوار: ۲۲/۳۲۲، حدیث ۱۴)

(۳) سورۂ کہف میں ہے جسے تفسیر قمیؒ میں تحریر کیا گیا ہے: ہمیں محمد بن جعفر بن احمد نے عبداللہ بن موسیٰ سے، حسن بن علی بن ابوحمزہ سے، اُس نے اپنے باپ سے، ابوبصیر نے خبر دی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ان الذین امنوا وعملوا الصالحات کانت لهم جنات الفردوس نزلًا

''بے شک جو ایمان لے آئے اور نیک اعمال انجام دیئے ان کے لیے جنت الفردوس ہے جس میں داخل ہوں گے''۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیت ابوذر، مقداد، سلمان فارسی اور عمار بن یاسر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ٹھکانا جنت الفردوس کو قرار دیا ہے۔

(تفسیر قمیؒ: ۱/۴۶، بحارالانوار: ۲۲/۳۲۳، حدیث ۱۷)

(۴) تفسیر قمیؒ میں ہے، سورۂ کہف میں ہے: خداوند عالم نے فرمایا:

واصبر نفسك مع الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی یریدون وجهه ولا تعد عیناك عنهم ترید زینة الحیاة الدنیا

''خود کو ان لوگوں کے ساتھ صبر میں قرار دو جو اپنے رب کو صبح و شام قرار دیتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں ان سے اپنی آنکھوں کو دُور نہ کرو۔ تم دنیا کی زینت کو چاہتے ہو''۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیت سلمان فارسیؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ سلمانؓ نے چادر اُوڑھ رکھی تھی جس میں کھانا تھا وہ چادر اُونی تھی۔ سلمانؓ رسولؐ خدا کی خدمت میں تھا کہ عیینہ بن حصین آپؐ کے پاس آیا۔

عیینہ کو سلمانؓ کی چادر سے تکلیف (اذیت) ہوئی کیونکہ اُسے پسینہ آیا ہوا تھا۔ اُس دن سخت گرمی تھی۔ چادر میں پسینہ لگا ہوا تھا (جس سے بُو آرہی تھی) عیینہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! جب ہم آپؐ کے پاس آئیں تو اسے نکال دیا کرو اور اپنے سے دُور کر دیا کرو۔ جب ہم چلے جائیں تو جسے چاہو داخل کر لیا کرو۔

پس خداوند نے آیت نازل کی:

ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا

"جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اُس کی اطاعت مت کرنا"۔

اور وہ عیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر فزاری ہے۔ (تفسیر قمیؒ: ۱/ ۳۴، بحار الانوار: ۲۲/ ۳۲۲، حدیث ۱۳)

طبرسی نے کہا ہے: یہ آیت سلمانؓ، ابوذرؓ، صہیبؓ، عمارؓ، خبابؓ اور دوسرے غریب صحابہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ رسولؐ خدا کی خدمت میں مؤلفہ قلوب آئے جو عیینہ بن حصین، اقرع بن حابس اور ان کے صاحبان تھے اور انھوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! ہم نے آپؐ کے پاس بیٹھنا ہوتا ہے اور یہ لوگ آپؐ کے پاس بیٹھے ہوتے ہیں جنھوں نے اُون کے کپڑے پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ہم آپؐ کے پاس بیٹھ نہیں سکتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولؐ خدا نے ان سے التماس کی اور انھیں مسجد کے آخر میں جگہ دی جہاں بیٹھ کر یہ لوگ اللہ عزوجل کا ذکر کرنے لگے۔

آپؐ نے فرمایا: حمد ہے اللہ کے لیے جس نے مجھے موت نہیں دی۔ یہاں تک کہ مجھے حکم دیا کہ میں اپنی اُمت کے ان لوگوں کے ساتھ صبر کروں۔ تمہارے ساتھ زندہ رہوں گا اور تمہارے ساتھ مروں گا۔ (تفسیر مجمع البیان: ۶/ ۳۳۶، بحار الانوار: ۶۹/ ۱، باب فضل الفقر والفقراء)

عبداللہ بن جعفر حمیری نے قرب الاسناد میں ہارون بن مسلم سے روایت کی ہے، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب رسولؐ خدا پر آیت قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى نازل ہوئی تو رسولؐ خدا نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تم پر ایک فریضہ کو فرض قرار دیا ہے کیا تم اُس فریضہ کو ادا کرو گے؟

کسی نے کوئی جواب نہ دیا اور چلے گئے۔ اگلے روز آپؐ نے پہلے کی طرح کیا۔ پھر تیسرے روز ایسا فرمایا لیکن کسی نے کوئی بات نہ کی تو آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! وہ شے سونا، چاندی، کھانا پینا نہیں ہے۔ اب انھوں نے کہا: بتائیے۔

تو آپؐ نے فرمایا: خداوند متعال نے نازل فرمایا ہے کہ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (کہہ دو کہ میں تم سے اس کی کوئی اُجرت نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے قریبیوں سے مودّت اختیار کرو)۔

اب انھوں نے کہا: یہ ٹھیک ہے!

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! سوائے سات لوگوں کے کسی نے وفا نہ کی: سلمانؓ، ابوذرؓ، عامرؓ، مقدادؓ بن اسود کندی، جابرؓ بن عبداللہ انصاری اور آپؐ کا غلام ثابت اور زید بن ارقم۔ (قرب الاسناد: ۷۸، حدیث ۲۵۴-۲۵۵، بحارالانوار: ۲۲ر۳۲۲، حدیث ۱۱۔ نیز ۲۳ر۲۳۷، حدیث ۳۔ تفسیر نور الثقلین: ۴ر۵۷، شمارہ ۵۹، معانی الاخبار: ۴۰۷، حدیث ۸۴)

لیکن!

زیدؓ بن ارقم:

کشی نے فضل بن شاذان سے روایت کی ہے کہ یہ اُن پہل کرنے والوں میں سے ہے جس نے امیرالمومنین علی علیہ السلام کی طرف رجوع کیا ہے۔ (معجم رجال

الحدیث: ۱۴/ ۳۰۹، اختیار معرفۃ الرجال: ۱/ ۱۸۷، شمارہ ۷۸)

مگر!___ علامہ حلیؒ نے شرح تجرید میں کہا ہے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے حدیث غدیر کی گواہی مانگی تو بارہ صحابیوںؓ نے گواہی دی جن کا تعلق انصار سے تھا اور زیدؓ بن ارقم نے گواہی کو چھپایا جس کی وجہ سے اس کی بینائی جاتی رہی۔(کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد: ۴۱۷)

شرح ابن ابی الحدید میں ہے: ابواسرائیل نے روایت کی ہے، حکم سے، ابی سلیمان موذن سے مروی ہے: حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کو قسم دے کر پوچھا: کون ہے جس نے رسولؐ خدا سے سنا ہو کہ آپؐ نے فرمایا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

''جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے''۔

کچھ لوگوں نے گواہی دی اور زید بن ارقم خاموش رہا اور اُس نے گواہی نہ دی حالانکہ وہ اس حدیث کو جانتا تھا۔ پس حضرت علی علیہ السلام نے اُس کے اندھے ہو جانے کی دعا کی اور وہ اندھا ہو گیا۔ وہ اندھا ہونے کے بعد لوگوں سے اس حدیث کو بیان کرتا تھا۔(شرح نہج البلاغہ، ۵/ ۴۷)

بنابریں کہ گزشتہ حدیث میں اشکال ہو جائے گا مگر اس کی سند کے قوی ہونے اور تائید کے لیے فقط کسی کلام کے ذریعے سے کسی شے کو بیان کیا جائے۔

حالانکہ شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں کہا ہے: ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو پیش کرنے کا حکم دیا اور اُسے اپنے سامنے رکھا اور اسے دیکھنے لگا اور مسکرانے لگا۔ اُس کے ہاتھ میں چھڑی تھی جو امام علیہ السلام کے دانتوں پر ماری۔ اُس کی ایک طرف زید بن ارقم بیٹھا تھا جو صحابی رسول تھا۔ وہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ ابن زیاد امام علیہ السلام کے دانتوں پر چھڑی مار رہا ہے تو اُس نے کہا: ان ہونٹوں سے چھڑی کو

ہٹالے خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں نے رسولؐ خدا کے ہونٹوں کو ان ہونٹوں پر بے شمار دفعہ دیکھا۔ وہ ان ہونٹوں کا بوسہ لیتے تھے۔ پھر وہ رونے لگا۔

ابن زیاد نے اُسے کہا: اللہ تیری آنکھوں کو رُلائے۔ کیا تو اللہ کی فتح پر روتا ہے؟ اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو میں تیری گردن اُڑا دیتا تو خرافات بک رہا ہے اور تیری عقل جاتی رہی ہے۔ پس زید بن ارقم اُس کے سامنے کھڑا ہوا اور اپنے گھر کو چلا گیا۔

(ارشاد مفیدؒ: ۲/۱۱۴)

محمد بن یعقوب کلینیؒ نے روایت کی ہے، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

خداوند کا فرمان ہے:

وَهُدُوٓا إِلَى ٱلطَّيِّبِ مِنَ ٱلْقَوْلِ وَهُدُوٓا إِلَىٰ صِرَٰطِ ٱلْحَمِيدِ

"انھیں اچھی بات کی ہدایت کی گئی ہے اور انھیں صراطِ حمید کی ہدایت کی گئی ہے"۔ (سورۂ حج، آیت ۲۴)

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد: حمزہؓ، جعفرؓ، عبیدہؓ، سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ بن اسود، عمارؓ ہیں جن کو امیر المومنین علی علیہ السلام کی طرف ہدایت دی گئی ہے۔ (اصول کافی: ۱/۴۲۶، حدیث ۷۱)

صراطِ حمید: حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

اچھی بات: توحید اور اخلاص ہے۔ اس پر قمیؒ نے اپنی تفسیر میں نص لگائی ہے۔ (تفسیر قمی: ۲/۸۳)

عبیدہ: عبیدہؓ بن حارث بن عبدالمطلب ہے جو جنگ بدر کبریٰ میں شہید ہوئے۔

جب انھیں اُٹھا کر رسولؐ خدا کی خدمت میں لے آئے تو آپؐ نے اُن کی طرف دیکھا۔ آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

اُنھوں نے کہا: یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان کیا میں شہید نہیں

ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: تو میری اہل بیتؑ میں سے پہلا شہید ہے۔ (تفسیر قمیؒ: ۱/۲۶۵)

تفسیر فرات میں ہے جہاں عبیدہؓ، حمزہؑ اور حضرت علیؑ کی عتبہ، شیبہ اور ولید سے بدر میں جنگ کو بیان کیا ہے۔ اس کے آخر میں ہے: یہ آیات نازل ہوئیں:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ فَالَّذِیْنَ ......وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ (سورۂ حج: آیت ۱۸ تا ۲۲)

"یہ دو مقابل ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا کیا ہے...... جلا دینے والا عذاب چکھو"۔

یہ ان مشرکوں کے بارے میں ہے اور آیت نازل ہوئی:

اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ .....اِلٰی صِرَاطِ الْحَمِیْدِ (سورۂ حج: آیت ۲۳-۲۴)

"بے شک اللہ تعالیٰ ان کو داخل کرتا ہے جو ایمان لے آئے اور نیک اعمال بجالاتے رہے..... صراط حمید کی طرف"۔

یہ ان مسلمانوں میں ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں سورۂ محمدؐ میں اس آیت میں ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ (سورۂ محمدؐ: آیت ۲)

"وہ جنھوں نے ایمان اختیار کیا اور نیک اعمال انجام دیے اور اُس پر ایمان لے آئے جسے محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر (علیؑ کے بارے میں) نازل کیا گیا ہے وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ یہ ان کے

گناہوں کا کفارہ ہے اوران کے حالات کی اصلاح ہے۔ اسی طرح نازل ہوا ہے۔

علی بن ابراہیم نے کہا ہے: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ابوذرؓ، سلمانؓ، عمارؓ، مقدادؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے عہد شکنی نہیں کی ہے۔

وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ یعنی وہ ولایت پر ثابت قدم رہے جسے اللہ تعالٰی نے نازل کیا ہے۔ وَّهُوَ الْحَقُّ یعنی امیر المومنین علی علیہ السلام ہے۔

مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ یعنی ان کے حالات کی اصلاح۔ (تفسیر قمیؒ: ۲/۳۰۱، بحارالانوار: ۲۲/۳۴۹، حدیث ۶۶)

مرحوم طبرسیؒ نے فرمایا: خداوند کا فرمان ہے: وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (تم ایک دوسرے کی غیبت مت کرو)۔ یہ آپؐ کے صحابہؓ میں سے دو لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تفسیر جوامع میں ہے کہ اس سے مراد ابوبکر اور عمر ہے۔ انھوں نے اپنے دوست سلمانؓ کی غیبت کی۔ (تفسیر مجمع البیان: ۹/۲۲۵)

مولانا محمد طاہر قمیؒ نے "رسالۃ الاعتقاد" تالیف ابوبکر بن مؤمن شیرازی سے نقل کیا ہے: خداوند متعال نے فرمایا:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا○ (سورۂ نساء، آیت ۶۹)

"جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے پس یہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے اپنا انعام نازل کیا ہے جو نبی، صدیق، شہدا اور نیک لوگ ہیں"۔

یہ کتنا اچھا دوست ہے اور یہی کافی ہے کہ اللہ تعالٰی جاننے والا ہے۔

نبیین سے مراد: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

صدیقین سے مراد: علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ انھوں نے سب سے پہلے رسولؐ خدا کی تصدیق کی ہے۔

شہداء سے مراد: حضرت علیؑ، جعفرؓ طیار، حمزہؓ، حسن، حسین علیہما السلام جو سادات الشہداء ہیں۔

صالحین سے مراد: سلمانؓ، ابوذرؓ، صہیبؓ، بلالؓ، خبابؓ، عمارؓ ہیں۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيمًا: یعنی علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کی منزل جنت میں ہے۔

(اربعین: ۲۳۴، احقاق الحق: ۳/۵۴۲، از رسالۃ الاعتقاد)

کشی نے ضعیف طریق سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے:

کان بلال عبداً صالحا وکان صهیب عبد سوء، یبکی علی عمر

"بلالؓ نیک آدمی اور صہیب برا بندہ ہے۔ عمر پر روتا تھا۔

(اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۱۹۰، شمارہ ۷۹)

حضرت سلمانؓ فارسیوں میں پہل کرنے والا ہے

خصال میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے: سباق (پہل کرنے والے) پانچ ہیں: مَیں عرب میں پہل کرنے والا ہوں اور سلمانؓ فارسیوں میں پہل کرنے والا ہے اور صہیب رومیوں میں پہل کرنے والا ہے۔ (خصال: ۳۱۲، حدیث ۸۹، بحارالانوار: ۲۲/۳۲۵، حدیث ۲۳)

تفسیر امام علیہ السلام میں ہے: خداوند نے فرمایا: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (لوگوں میں سے کچھ ہیں جو اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے اپنی جان کو بیچ دیتے ہیں)۔

حضرت علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: یہ نیک صحابہ ہیں جن کو اہل مکہ نے

عذاب دیا تا کہ دین سے دُور ہو جائیں۔ ان میں بلالؓ، خبابؓ، عمارؓ اور صہیب اس کے والدین ہیں۔

صہیب نے کہا: میں بوڑھا شخص ہوں اگر تمہارے ساتھ رہوں یا تمہاری مخالفت میں رہوں۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہوں۔ میرا مال لے لو اور مجھے اور میرے دین کو چھوڑ دو۔ پس انھوں نے اس کا مال لیا اور اُسے چھوڑ کر چلے گئے۔

جب رسولؐ خدا کی خدمت میں آیا تو آپؐ نے فرمایا: اے صہیب! جو مال تو نے دیا ہے وہ کتنی مالیت کا ہے؟

اُس نے کہا: سات ہزار کا۔

فرمایا: مال دے کر تو نے اپنے نفس کو پاک کر لیا ہے؟

اُس نے کہا: یارسولؐ اللہ! وہ ذات جس نے آپؐ کو حق پر نبی بنایا اگر ساری دنیا سونا ہو اور اُسے آپؐ کی طرف دیکھنے اور آپؐ کے وصی علی ابن ابی طالبؑ کی طرف دیکھنے کا بدل قرار دیا جائے تو میں آپؐ اور آپؐ کے وصی اور بھائی کی طرف دیکھنے کو ترجیح دوں گا۔

آپؐ نے فرمایا: اے صہیب! تو نے جو مال دیا ہے اور جو عقیدہ بیان کیا ہے اس کا ثواب لکھنے سے فرشتے عاجز ہیں جو جنت کے خازن ہیں۔ اس کا ثواب صرف ان کا خالق ہی شمار کر سکتا ہے۔ (مجمع البحرین، ۲/۱۶۴)

تفسیر فرات کوفی میں ہے: مجھے علی بن محمد زہری نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خبر دی ہے: خداوند نے فرمایا:

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ○ (سورۃ التین: آیت ۶)

"مگر جو ایمان لے آئے اور انھوں نے نیک اعمال انجام دیئے

ان کے ساتھ ایسا اجر ہے جس پر احسان نہیں جتلایا جائے گا"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ مومنین ہیں: سلمانؓ، مقدادؓ، عمارؓ، ابوذرؓ۔ ان کے لیے غیر ممنون اجر ہے۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝ (سورۃ التین: آیت ۷)

"اس کے بعد تم دین کو کیوں جھٹلاتے ہو"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔(تفسیر فرات، ۵۷۷، حدیث ۷۴۱)

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے: خداوند متعال نے فرمایا:

وَاِذَا لقوا الَّذِيْنَ اٰمنوا قَالُوْا آمَنَّا

"اور جب وہ مومنوں سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں" اس کا معنی کیا ہے؟

اس کا معنی یہ ہے کہ جب منافق لوگ ــــ سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ اور عمارؓ سے ملتے ہیں تو انھیں کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے ہیں۔(تفسیر امام حسن عسکریؑ: ۱۲۰، بحارالانوار: ۳۰ر۲۲۳، حدیث ۹۲)

حسین بن حمدان خصیبی نے علی بن حسین مقری کوفی سے ابراہیم بن جعفر زیات سے، حسن بن معمر سے، ابی سمینہ محمد بن علی سے، ابوحمزہ ثمالیؒ سے، امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

آپؑ پر فارس کے حجاج کا وفد مدینہ میں داخل ہوا۔ انھوں نے دینی مسائل پوچھے۔ آپؑ نے انھیں دینی مسائل بتائے اور جو پوچھا اس کا جواب دیا۔ انھوں نے سلمانؓ کے بارے میں سوال کیا اور پوچھا کہ وہ حضرت عمر کی بیٹی اور اُم المومنین حضرت حفصہ کی بہن میں رغبت رکھتا تھا۔

یہاں تک کہ کہا ـــــ آپؐ نے عمر سے کہا: اے عمر، افسوس! کیا تو دوست نہیں رکھتا ہے کہ سلمانؓ کی شادی کرے۔ اگر وہ تجھ سے رغبت رکھتا ہے اور تیرے قریب ہونا چاہتا ہے، جنت بھی اس کی مشتاق ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے اور تمھارے بارے میں فرمایا ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ

"یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت دی ہے۔ اگر یہ اس کا انکار کریں تو ہم نے ان پر ایک قوم کو مؤکل قرار دیا ہے جو ان کا انکار نہیں کرتے ہیں"۔ (سورۂ انعام: آیت ۸۹)

عمر نے کہا: یا رسولؐ اللہ! وہ کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: بخدا قسم! وہ سلمانؓ اور اُس کی قوم ہے۔ بخدا اللہ تعالیٰ نے اس کے اور تمھارے بارے میں فرمایا ہے:

هَا أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَلُ وَمَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ (سورۂ محمد، آیت ۳۸)

"تم دعوت دیتے ہو تا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ تم میں سے کچھ بخل کرتے ہیں اور کچھ جو بخل کرتا ہے وہ خود سے بخل کرتا ہے اللہ تونگر اور تم فقیر ہو۔ اگر اس سے پھر جاؤ تو وہ ایک قوم میں تبدیل کرے گا جو تمھارا غیر ہوگی، تمھاری مثال نہیں ہوگی"۔

پس حضرت عمر خاموش ہو گئے۔

رسولِ خدا نے فرمایا:

لو فقد الاسلام من الارض لوجد فی حجر ولو بلغ الی عنان

السماء لما ناله الا اولاد فارس ـــ فقام عمر حزینا

"اگر رُوئے زمین سے اسلام مفقود ہو جائے اور کسی پتھر میں پایا

جاتا ہو اور وہ آسمان پر ہو تو اُسے صرف اولادِ فارس (ایرانی) ہی

پالیں گے پس حضرت عمر غم زدہ حالت میں کھڑا ہوا۔

سلمانؓ کی شادی کے باب میں ساری حدیث آئے گی۔

صاحبِ مشکوٰۃ نے کہا ہے: رسولِ خدا نے دوسری آیت تلاوت کی: آپؐ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ اُس وقت سلمانؓ آپؐ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے اُن کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا: یہ اور اُن کی قوم پس اگر دین ثریا ستارے میں ہو تو اُسے فارس کے لوگ حاصل کرلیں گے یا فارس سے کچھ لوگ اُسے حاصل کرلیں گے۔ (تفسیر مجمع البیان: ۱۰۸/۹، مشکوٰۃ المصابیح، ۷۰۰)

باب جامع المناقب فصل اوّل میں روایت ہے: ابوہریرہ سے متفق علیہ روایت میں ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی: وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (ان میں کچھ دوسرے میں جب وہ ان کے ساتھ ملحق ہوں گے)

لوگوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: ہم میں سلمانؓ فارسی ہے۔ پس آپؐ نے اپنا دستِ مبارک سلمانؓ پر رکھا اور فرمایا: اگر ایمان ثریا ستارے میں ہوتا تو ان کے لوگ اُسے وہاں سے حاصل کرلیتے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۶۹۴)

طبریؒ نے کہا ہے: خداوند نے فرمایا: وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا

يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ (ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اُسے بشر تعلیم دیتا ہے)۔
ضحاک نے کہا ہے: اس سے مراد سلمانؓ فارسی ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ آپؐ اس سے قصے تعلیم لیتے ہیں۔ (تفسیر مجمع البیان: ۶/ ۲۰۰، بحارالانوار: ۹/ ۱۱۷)
علی بن ابراہیم نے کہا ہے: خداوند نے فرمایا: فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ (پس جنھوں نے ہجرت کی اور انھیں اپنے گھروں سے نکالا گیا) یعنی امیرالمومنین علی علیہ السلام، سلمانؓ اور ابوذرؓ۔ جب ابوذرؓ کو وطن سے نکالا گیا اور عمارؓ جنھوں نے خداوند کی خاطر اذیتیں اُٹھائیں۔ (تفسیر قمیؒ: ۱/ ۱۲۹)
آیت اللہ علامہ حلیؒ نے کشف الحق (نہج الحق وکشف الصدق) میں حضرت علیؑ کی امامت پر آیات سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے: حضرت علیؑ کی افضلیت۔
خداوند متعال نے فرمایا: وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (عصر کی قسم کہ انسان گھاٹے میں ہے)۔ یہاں انسان سے مراد ابوجہل ہے۔ پھر فرمایا: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (سوائے ان کے جو ایمان لے آئے)۔
اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور حضرت سلمانؓ ہیں۔ (نہج الحق وکشف الصدق: ۱/ ۱۹۹)

بدبخت ناصبی فضل بن روز بہان نے کہا ہے: یہ تفسیر بالکل درست نہیں ہے کیونکہ جب انسان سے مراد ابوجہل لی جائے تو استثنا منقطع ہو جائے گا جس کا کوئی قائل نہ ہے۔ اور اگر یہاں استثنا متصل ہو تب بھی درست نہیں ہے کہ یہاں انسان سے مراد ابوجہل لیا جائے۔

پس یہاں انسان سے مراد استغراق کی بنا پر انسان کے افراد ہیں۔ بنابراس کے مومنین کو علی علیہ السلام اور سلمانؓ سے تخصیص دینا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ ان کے علاوہ دوسرے مومنین گھاٹے میں نہیں ہیں۔ یہ شخص ہر چارے کو اُگاتا ہے لیکن زہر اور

حشیش کے درمیان فرق نہیں رکھتا ہے۔

سیّد شہیدؒ نے کہا ہے: اسے مستثنیٰ منقطع مقاتل اور دوسرے ناصبیوں اور بدبختوں نے کہا ہے: نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں کہا ہے: مقاتل سے مروی ہے: وہ ابولہب ہے۔ ایک مرفوع خبر میں ہے: اس سے مراد ابوجہل ہے۔ وہ کہتے تھے: حضرت محمد ﷺ گھاٹے میں ہے، پس اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی کہ بات اس کے برعکس ہے جو یہ کہتے ہیں ویسا نہیں ہے۔ بنابریں اس کے یہاں استثناء منقطع ہے۔

ناصبی کا کہنا کہ علی علیہ السلام اور سلمانؓ کے علاوہ دوسرے مومنین گھاٹے میں نہیں ہیں — یہ قابلِ تسلیم (قبول) نہیں ہے! ایسا ہوتا اگر گھاٹے سے مراد کفر ہوتا اور اگر اس سے مراد مطلق گناہ اور کوتاہی ہو تو درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہمارے استاد مرحوم طبریؒ نے اپنی تفسیر میں کہا ہے: ہر روز انسان کی عمر میں کمی واقع ہوتی ہے اور یہ اس کی جمع پونجی ہے۔ اور جب جمع پونجی ختم ہو جاتی ہے اور وہ اس سے اطاعت کو کسب نہیں کرتا ہے تو اُس کی ساری عمر گھاٹے میں ہوگی، سوائے نیک، کامل مومنین کے۔

وہ دنیا کے بدلے آخرت کو خرید کرتے ہیں جس سے انھیں فائدہ حاصل ہوتا ہے اور وہ کامیاب ہو جاتے ہیں۔

فاضل نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں تھوڑا سا اضافہ کیا ہے: اگرچہ بندہ مباحات میں مصروف ہو تو بھی یہ گھاٹے میں ہوگا کیونکہ اس کے لیے ممکن ہے کہ ایسا عمل انجام دے جس کا اثر باقی ہو اور اس کی لذت دائمی ہو۔

اگرچہ اطاعتوں میں مصروف ہو۔ پس اطاعت نہیں ہے مگر یہ کہ ہوسکتا ہے اُسے اچھے طریقے سے انجام دیا جائے اس لیے کہ خضوع اور عبادت کے مراتب ختم نہ ہونے والے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کے لیے کوئی انتہا نہیں ہے۔

پس چاہیے کہ ناصبی فرق کرے یہ وہ ہے جو فرقوں اور قدیم ہونے کے درمیان

فرق نہیں کرسکتا ہے۔ زہر اور حشیش کے درمیان خود فرق نہیں رکھتا اُسے چاہیے کہ اپنے قلم کی عنان کو روکے۔ اُس سے جو شرمندگی اور ندامت کا باعث بنتی ہے۔ (احقاق الحق، ۳/ ۳۸۲)

علامہ حلیؒ نے فرمایا ہے، خداوند متعال نے فرمایا: وَالسّٰبِقُوْنَ وَالْاَوَّلُوْنَ علیؑ اور سلمانؓ ہے۔ (نہج الحق وکشف الصدق: ۲۰۰)

اسے مجلسیؒ نے بحار الانوار کی جلد ۹ میں مناقب ابن مردویہ سے روایت کیا ہے اور تفسیر قمیؒ سے اس کے قریب قریب روایت گزری ہے۔

غایۃ المرام میں اسے حافظ ابونعیم اصفہانی سے روایت کیا ہے۔ (غایۃ المرام: ۴/ ۱۵۲)

ناصبی اور دشمن اہل بیتؑ فضل بن روز بہان نے کہا ہے: یہاں سابق (پہل کرنے والا) سے مراد اگر یہ ہے کہ جس نے اسلام قبول کرنے میں پہل کی ہے تو سلمانؓ اس کا مصداق نہیں ہے۔

اگر اس سے مراد نیک اعمال کی انجام دہی میں پہل کرنے والا ہو تو سلمانؓ کے علاوہ دوسرے صحابہ بھی اس کا مصداق ہیں۔ پس اس روایت کے لیے کوئی صحت نہیں ہے۔ اور یہ شیعہ تفاسیر سے ہے۔ اہل بیتؑ کے مددگار دل و زبان سے ان کی مدد کرنے والے نے احقاق الحق میں کہا ہے: حافظ ابوبکر بن مردویہ نے اس کے ہم معنی کو روایت کیا ہے اور اُس نے ذکر کیا ہے کہ سلمانؓ کا اسلام قبول کرنا اسلام میں پہل والا نہیں ہے۔ اگر اس سے مراد یہ ہو کہ اس کے کل سے پہل کرنے والا ہونے کی نفی کی جائے۔ تو ہم اس کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں اور آیت اس بات پر دلالت بھی نہیں کرتی ہے۔

اور اگر اس سے مراد یہ ہو کہ اس کے سابقین اوّلین ہونے کی نفی کی گئی ہے

یعنی یہ اوّلین کے بعد دوسرا ہے یا تیسرا ہے۔ تو یہ کہنے والا سلمانؓ کے حالات جاننے سے جاہل ہے یا تجاہلِ عارفانہ کر رہا ہے تاکہ حضرت ابوبکر کے حال کی ترویج کرے اور اُس سے پہلے سلمانؓ کے مسلمان ہونے کے باب کو بند کرنا چاہتا ہے۔

ورنہ رازی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ سلمانؓ آپؐ کی خدمت میں بعثت سے پہلے آیا جس کی وجہ سے کفار آپؐ پر تہمت لگاتے تھے کہ آپؐ جو گذشتہ لوگوں کے بارے میں بتاتے ہیں وہ سلمانؓ نے آپ کو تعلیم دی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو رد کرتے ہوئے فرمایا: لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ (جس زبان کا تم کہتے ہو وہ عجمی ہے اور یہ کھلی عربی زبان ہے)۔

سلمانؓ غریب مسکین بندہ تھا۔ اُسے خلافت نہ ملی جس کی وجہ سے جمہور اُس کے حالات جمع کرنے کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور انھوں نے اُس کے بارے میں اُسے ذکر کرنا پسند نہ کیا جو اُس نے حضرت ابوبکر اور اُس کے وبال کے بارے میں روایت کیا ہے۔ اگر سلمانؓ کو خلافت مل جاتی تو وہ کہتے کہ یہ ابن ابوقحافہ سے افضل اور اسبق تھے۔

میں نے بعض معتبر کتابوں میں دیکھا ہے کہ حضرت سلمانؓ وہ ہے جو حضرت ابوبکر کو آپؐ کے قریب کرنے کا سبب بنا ہے۔

سلمانؓ نے آپ کو حضرت علیؑ کی موجودگی میں کہا ہے:

ان ابا بکر وان کان من ارذل طوائف قریش ولکنه لم یزل معلما للصبیان، مطاعا لمن أخذ عنه عن فتیاتهم فهم لاجل رعایة حق التعلیم یتلقونه بالتبجیل والتعظیم ولکلامه فیهم اثر عظیم وان معلمی الصبیان

طالبون للرياسة راغبون فی الترأس والدراسة فلو رغبناه الی ما اخبره به الاحبار عن ظهور سلطانكم وسطوع برهانكم لاطمعناه فيما يترقب من جاهكم ودللناه الی تجاهكم لكان ادخل فما تاليف القلوب واقرب الی نيل المطلوب فاستصوبا ذٰلك وشرع سلمان فی دلالة الرجل وادخاله فی الاسلام والله اعلم بحقائق المرام

(اگرچہ ابوبکر قریش کے طوائف میں سے گھٹیا ترین افراد میں سے تھا لیکن وہ ہمیشہ سے بچوں کا استاد تھا جو اُس سے پڑھتے تھے۔ وہ اس کی فرماں برداری کرتے تھے۔ وہ تعلیم کا حق ادا کرنے کے لیے اس کی عزت وتکریم کرتے تھے۔ اس کی بات کا ان میں اثر ہوتا تھا۔ بچوں کا استاد ریاست طلب کرنے والا ہوا۔ بڑائی اور دراست میں رغبت رکھنے والا ہوا۔ اگر ہم اُسے اُس کی رغبت دیں جس کی اُسے یہودیوں کے علماء نے خبر دی تھی کہ تمھاری بادشاہی اور بُرہان ظاہر ہوگا اُسے طمع دلایا جو مقام کے لحاظ سے انتظار شدہ تھا اور ہم نے اُسے تمھارے مقام کی رہنمائی دی۔ اس کا دلوں میں اُلفت پیدا کرنے کا زیادہ دخل تھا اور مطلوب کو پانے میں زیادہ قریب تھا۔ یہ درست ہوتا اور سلمانؓ اس شخص کی رہنمائی میں اور اس کے اسلام میں داخل ہونے کی بابت شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے مقاصد زیادہ جانتا ہے"۔ (احقاق الحق: ۳/۳۸۸)

حضرت سلمانؓ لقمانِ اہلِ بیتؑ ہے

شیخ رجب البرسی رحمہ اللہ نے مشارق الانوار میں مرسل روایت تحریر کی ہے:
رسولؐ خدا نے فرمایا: اعرفکم باللہ سلمان "میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر سلمانؓ کی معرفت دلاتا ہوں"۔ (مشارق انوار الیقین: ۲۰۶)

منتخب الاثر فی عدد الائمۃ الاثنی عشر تالیف شیخ ابوعبداللہ احمد بن محمد بن عیاش میں ہے: اُمِ سلیم کی حدیث میں ہے: میں باہر نکلی اور میں نے سلمانؓ کو دیکھا۔ یکنف علیًا ویلوذ بقوته دون من سواہ من اسرۃ محمد وصحابته علی حداثة سنه (وہ علیؑ کی حفاظت اور مدد کرتا تھا اور اپنی قوت سے اُس کی حفاظت کرتا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے خاندانِ محمدؐ اور آپؐ کے صحابہؓ سے ایسا نہیں کرتا تھا حالانکہ وہ نوعمر (کمسن) تھا)۔

میں نے اپنے دل میں کہا: یہ سلمانؓ ہے جو مجھ سے پہلے پہلی کتابوں کا صاحب ہے اور صاحب اوصیاء ہے اور اس کے پاس اتنا علم ہے جس تک میری پہنچ نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ میرا صاحب بن جائے۔ (منتخب الاثر: ۱۸، بحارالانوار: ۱۸۵/۲۵، حدیث ۶)

جارودؓ بن منذر عبدی کے اسلام قبول کرنے والی حدیث میں اور قیس بن ساعدہ آیادی کی اخبار میں ہے: یہ حدیث شریف طویل ہے اس میں ہے کہ جارودؓ نے کہا ہے: پھر میں آپؐ کے صحابہؓ کی طرف بڑھا اور کہا: آپؐ کی بعثت (اعلانِ نبوت) سے پہلے تم ان پر ایمان لے آئے ہو جس طرح میں ایمان لے آیا اور یہ علم کی بنا پر ہے۔

پس میں ان سے ایک آدمی کی طرف گیا اور اُس کی طرف اشارہ کیا۔ انھوں نے کہا: یہ آپؐ کا صاحب ہے اور ایک زمانہ تک اور ایک عرصہ تک تلاش میں رہا ہے۔ ہم میں اس سے بہتر اور افضل کوئی نہیں ہے۔ پس میں نے اُسے دیکھا اور اُس میں بلند پایہ حکمت (دانائی) تھی۔ میں نے اِسے اُس کے چہرے کے رازوں سے پہچانا۔ اگرچہ میں اس کے علم کا مکمل احاطہ نہ کرسکا۔

میں نے کہا: یہ کون ہے؟

انھوں نے کہا: یہ سلمانؓ فارسی ہے جو برہانِ عظیم اور شانِ قدیم والا ہے۔

سلمانؓ نے کہا: اے عبدالقیس برادر! تو نے آپؐ کے آنے سے پہلے آپ کو کیسے پہچانا ہے؟

میں رسولِؐ خدا کے پاس آیا، آپ کا چہرہ چمک رہا تھا اور نور و سرور کی کرنیں چہرے سے پھوٹ رہی تھیں۔

میں نے کہا: یارسولؐ اللہ!۔ (منتخب الاثر: ص۳۶، بحارالانوار، ۱۵: ۲۴۱/، حدیث ۶۰، کنزالفوائد: ص ۲۵۵)

کشیؒ نے اس کے علمِ غیب کے بارے میں کہا ہے: ان سے ایک طویل خطبہ روایت ہوا ہے اُس میں ہے کہ خبردار اے لوگو! میری بات کو سنو، پھر اسے سوچو، مجھے بہت بڑا علم دیا گیا ہے اگر میں تمھیں ہر اُس شے کے بارے میں خبر دوں جسے میں جانتا ہوں تو ایک گروہ کہے گا: یہ پاگل ہے اور ایک گروہ کہے گا: خدایا! سلمانؓ کے قاتل کی مغفرت فرما۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۷۷، شمارہ ۴۷، بحارالانوار: ۲۲/۳۸۶، حدیث ۲۸)

امیرالمومنین علیہ السلام سے اختصاص میں روایت ہوئی ہے: اللہ تعالیٰ نے اسے اوّل و آخر، ظاہر و باطن، راز و علانیہ کے علوم سے مخصوص قرار دے دیا۔

رسولِؐ خدا نے اعرابی سے کلام کرتے ہوئے فرمایا: اے اعرابی! سلمانؓ کے بارے میں سخت بات نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اسے موت، مصیبتوں، انساب اور فصل الخطاب سے آگاہ کروں۔ (اختصاص: ۲۲۱، بحارالانوار: ۲۲/۳۴۶، حدیث ۶۴)

شیخ مفیدؒ سے، شیخ صدوقؒ سے، انھوں نے اپنے چچا سے روایت کی ہے، برقی سے ابن ابی نجران سے، علاء سے محمد بن مسلم سے، امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے: میں نے سنا جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے کہا ہے: جابرؓ نے کہا: میں نے رسولِؐ خدا سے سلمان فارسیؓ کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

سلمان بحر العلم لا یقدر علی نزحه، سلمان مخصوص بالعلم الاول والآخر، ابغض الله من ابغض سلمان واحب من احبه۔

''سلمانؓ علم کا سمندر ہے جس سے پانی کھینچنے کی کوئی قدرت نہیں رکھتا ہے۔ سلمانؓ اوّل و آخر کے علم سے مخصوص ہے جو سلمانؓ سے بغض رکھتا ہے۔ اللہ اُس سے ناراض ہوتا ہے اور جو سلمانؓ سے محبت کرتا ہے اللہ اُس سے محبت کرتا ہے''۔

میں نے کہا: آپؐ ابوذرؓ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

فرمایا: وہ ہم میں سے ہے۔ جو اس سے بُغض رکھتا ہے اللہ اُس سے ناراض ہوتا ہے اور جو اس سے محبت کرتا ہے اللہ اُس سے محبت کرتا ہے۔

میں نے کہا: آپ عمارؓ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

فرمایا: وہ ہم میں سے ہے۔ جو اس سے بُغض رکھتا ہے اللہ اُس سے ناراض ہوتا ہے اور جو اس سے محبت کرتا ہے۔ اللہ اُس سے محبت کرتا ہے۔

جابرؓ نے کہا: میں باہر نکلا تا کہ انھیں خوشخبری سناؤں جب پیچھے مڑا تو آپؐ نے فرمایا: جابرؓ میری طرف آؤ، جابرؓ میری طرف آؤ۔ عمرو ہم میں سے ہے جو تجھ سے بغض کرتا ہے اللہ اُس سے ناراض ہوتا ہے اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اللہ اُس سے محبت کرتا ہے۔

جابر کہتا ہے: میں نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپؐ علیؑ بن ابی طالبؑ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: علیؑ میرا نفس ہے۔

میں نے کہا: آپؐ حسنؑ اور حسین علیہما السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: دونوں میری روح ہیں اور فاطمہؑ ان دونوں کی ماں ہے جو میری بیٹی ہے جو اس سے بدسلوکی کرتا ہے وہ مجھ سے بدسلوکی کرتا ہے جو اسے خوش کرتا ہے وہ مجھے خوش کرتا ہے۔ میں اللہ کو گواہ قرار دیتا ہوں کہ میری ان سے جنگ ہے جو ان سے جنگ کرتا ہے، میری ان سے صلح ہے جو ان سے صلح کرتا ہے۔

اے جابرؓ! اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہو اور چاہو کہ وہ تمھاری دعا کو قبول کرے تو ان کے اسماء کا واسطہ دے کر دعا کرو کیونکہ اللہ عزوجل کو ان کے اسماء بہت پسند ہیں۔ (اختصاص: ۲۲۳، بحارالانوار: ۲۲/۳۴۷، حدیث ۶۳)

ابوبختری سے مروی ہے حضرت علی علیہ السلام روایت فرماتے ہیں: آپؑ سے کسی نے سلمانؓ کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

علم العلم الاول و العلم الآخر ذاك بحر لا ينزف

"سلمانؓ علمِ اوّل اور علمِ آخر کو جانتا ہے وہ سمندر ہے جو ختم نہیں ہوتا"۔ (شرح نہج البلاغہ: ۱۸/۳۶)

شمع الیقین میں فردوس دیلمی سے روایت ہوئی ہے: آپؐ نے فرمایا:

یا سلمان! انت منا اھل البیت وقد اتاک اللہ العلم الاول والعلم الآخر والکتاب الاول والکتاب الآخر

"اے سلمانؓ! تو ہماری اہلِ بیتؑ سے ہے اللہ نے تجھے علمِ اوّل اور علمِ آخر اور کتاب اوّل اور کتاب آخر دی ہے"۔ (شمع الیقین وآئینہ دین: ۳۷۷، باب ۴)

(اسے احمد بن حنبل نے فضائل الصحابہ: ۵۲۵، شمارہ ۸۷۱، ۶۳۸ شمارہ ۱۰۸۵، مستدرک حاکم: ۱۴/۳، فرائد السمطین: ۱۱۲/۱-۱۱۸)

کتاب الغارات تالیف شیخ ثقۃ الجلیل ابراہیم بن محمد ثقفی میں ابوعمرو کندی سے مروی ہے: یہ روایت مرسل ہے۔ ایک دن میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں تھا۔ لوگ اُن کے ساتھ ہنسی خوشی باتیں کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا: یہ بات اصحابِ محمدؐ سے ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے صحابیؓ میرے صحابیؓ ہیں۔ آپ کس کے بارے میں مجھ سے پوچھتے ہو؟ انھوں نے کہا: ان کے بارے جو آپ کے ذکر سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور درود پڑھتے ہیں۔ دوسروں کے بارے میں نہیں پوچھتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کن کے بارے میں کہہ رہے ہو؟

انھوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں خبر دیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اُس نے قرآن پڑھا اور سنت کی تعلیم حاصل کی یہی اُس کے لیے کافی ہے۔

انھوں نے کہا: خدا کی قسم! ہمیں پتہ نہیں چلا کہ آپ نے جو اُس کے لیے یہی

کافی ہے سے مراد کیا لی ہے، قرآن کا پڑھنا اور سنت کا پڑھنا کافی ہے یا عبداللہ کے لیے کافی ہے۔

راوی کہتا ہے: ہم نے کہا: ہمیں ابوذرؓ کے بارے میں خبر دیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ سوال کثرت سے کرتا تھا پس اُسے دیا گیا اور روکا گیا۔ وہ دین پر بہت حریص تھا۔ قطعی ویقینی علم پر حریص تھا۔ ہمیں حذیفہؓ بن یمان کے بارے میں خبر دیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اُسے منافقوں کے ناموں کا علم ہے۔ جب مشکلات سے عاجز ہوتا تو ان کے بارے میں سوال کرتا اور اگر لوگ اُس سے سوال کرتے تو اُسے اس مسئلے کا عالم پاتے۔

انھوں نے کہا: ہمیں سلمان فارسیؓ کے بارے میں خبر دیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

من لکم بمثل لقمان الحکیم وذٰلك امرء منا والینا اھل البیت ادرك العلم الاوّل وادرك العلم الآخر الکتاب الاوّل وقرأ الکتاب الآخر، بحرٌ لا ینزف۔

(تمھارے لیے کون ہے جو لقمان حکیم کی مثل ہو۔ وہ ایسا مرد ہے جو ہم سے ہے اور ہم اہلِ بیتؑ کی جانب ہے۔ اُس نے علم اوّل کو درک کیا، اُس نے علمِ آخر کو درک کیا، اُس نے کتاب اوّل کو پڑھا، اُس نے کتابِ آخر کو پڑھا، وہ ختم نہ ہونے والا سمندر ہے"۔

ہم نے کہا: ہمیں عمارؓ یاسر کے بارے میں خبر دیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ایسا مرد ہے جس کے گوشت، خون، بال اور کھال میں

اللہ نے ایمان کو مخلوط رکھا ہے ایمان کے زوال کے ساتھ اُس کی ذات کا زوال ہے۔
آگ کے لیے سزاوار نہیں ہے کہ اُس کے جسم کے حصّے کی کسی شے کو جلائے۔

ہم نے کہا: ہمیں اپنے بارے میں خبر دیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: چھوڑو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے بارے میں بات کرنے سے منع کیا ہے۔

ایک شخص نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

''اپنے رب کی نعمت کے بارے میں بیان کرو''۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں تمھیں اپنے رب کی نعمت کے بارے میں خبر دیتا ہوں خدا کی قسم! جب میں سوال کرتا ہوں تو مجھے جواب عطا ہوتا ہے۔ جب خاموش ہوتا ہوں تو میرے لیے جواب ظاہر کیا جاتا ہے۔ میرے پہلوؤں کے نیچے ٹھاٹھیں مارتا علم کا سمندر ہے۔ پس مجھ سے سوال کرو۔ (الغارات: ۱/۱۷۷، بحارالانوار: ۳۴/۳۱۵، حدیث ۱۰۸۸، تاریخ مدینہ دمشق ابن عساکر: ۴۲/۲۱/۲۱، المعجم الکبیر طبرانی: ۶/۲۱۳)

یہی روایت امالی صدوقؒ: ۳۱۴، حدیث ۳۷۷، مجلس ۴۳ میں تھوڑے سے اختلاف سے ہے۔

احتجاج طبرسیؒ میں اصبغ بن نباتہ سے مرسل روایت ہوئی ہے: امیر المومنین علیہ السلام نے کوفہ کے منبر پر ہمیں خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور فرمایا:

اے لوگو! سلونی قبل ان تفقدونی (پوچھ لو قبل اس کے کہ مجھے کھو دو)۔
میرے پہلوؤں میں علم کا سمندر ہے۔

ابن کوا کھڑا ہوا اور اُس نے کہا: اے امیر المومنینؑ! ذاریات ذروا سے کیا مراد ہے؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا اور اُس نے کئی چیزوں کے بارے میں سوال کیا پھر کہا: اے امیرالمومنینؑ! مجھے رسولِؐ خدا کے اصحابؓ کے بارے میں خبر دیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: رسولِؐ خدا کے کس صحابیؓ کے بارے میں مجھ سے سوال کرتا ہے؟

اُس نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! مجھے ابوذر غفاریؓ کے بارے میں خبر دیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے رسولِؐ خدا سے سنا، آپؐ نے فرمایا:

ما اظلت الخضرا ولا اقلت الغبراء علی ذی لهجة اصدق من ابی ذر۔

''آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے کسی کو اُٹھایا نہیں ہے جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو''۔

اُس نے کہا: مجھے سلمان فارسیؓ کے بارے میں خبر دیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: بخٍ بخٍ سلمان منا اهل البیت ومن لکم بمثل لقمان الحکیم علم علم الاوّل وعلم الآخر ''تمھارے لیے کون ہے جو لقمان حکیم کی مثل ہو وہ اوّل کا علم اور آخر کا علم رکھتا ہے''۔ (احتجاج طبرسی: ۱/۳۸۵، بحارالانوار: ۲۲/۳۲۹، حدیث ۳۸)

اسحاق ازرق سے، عبدالملک بن سلمان سے مروی ہے: میں نے حضرت عیسٰیؑ کے ایک حواری کے ذخیرہ میں سریانی قلم سے تورات سے منقول لکھی ہوئی تحریر دیکھی: جب حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا کشتی، بچے اور دیوار کے بارے میں مشاجرہ (لے دے) ہوا اور حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف واپس آ گئے تو آپ سے آپ کے بھائی حضرت ہارونؑ نے پوچھا کہ آپؑ نے حضرت خضرؑ سے کیا علم حاصل کیا ہے اور کن عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: میں اور خضرؑ دریا کے کنارے پر تھے کہ ہمارے سامنے ایک پرندہ آگرا۔ اُس نے اپنی چونچ میں دریا کے پانی سے ایک قطرہ پانی کا لیا اور اُسے مشرق کی طرف پھینکا۔ دوسرا قطرہ پانی کا لیا اور اُسے مغرب کی طرف پھینکا۔ تیسرا قطرہ پانی کا لیا اور اُسے آسمان کی طرف پھینکا، چوتھا قطرہ پانی کا لیا اور اُسے زمین کی طرف پھینکا، پانچواں قطرہ پانی کا لیا اور اُسے دریا میں پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر میں اور خضرؑ حیران رہ گئے۔

میں نے خضرؑ سے اس کے بارے میں پوچھا تو اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اتنے میں ایک شکاری ظاہر ہوا۔ اُس نے ہمیں دیکھا تو پوچھا: تم پرندے کی وجہ سے حیران پریشان کھڑے ہو؟

ہم نے کہا: یہی بات ہے۔

اُس نے کہا: میں ایک شکاری آدمی ہوں مجھے اس بات کا علم ہے اور تم دونوں نبی ہو اور تمہیں اس کا علم نہیں ہے؟

ہم نے کہا: ہم صرف وہی جانتے ہیں جس کی اللہ ہمیں تعلیم دیتا ہے۔

اُس نے کہا: یہ پرندہ سمندر میں ہے اس کا نام مسلم ہے کیونکہ جب یہ آواز نکالتا ہے تو مسلم مسلم کہتا ہے۔ اس نے اپنی چونچ سے آسمان، زمین، مشرق اور مغرب کی طرف پانی پھینک کر اشارہ کیا ہے کہ تمہارے بعد ایک نبی آئے گا جس کی اُمت مشرق و مغرب تک ہوگی وہ آسمان کی طرف معراج کرے گا اور زمین میں دفن ہوگا۔ البتہ اُس نے جو پانی دریا میں پھینکا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پوری دنیا کے لوگوں کا علم اُس کے علم کے مقابلے میں قطرے کی مانند ہے، اور اُس کے علم کا وارث اُس کا وصی اور اس کا چچازاد ہے۔

ہمارا مشاجرہ ختم ہوگیا۔ ہمارا علم ہمیں بہت کم لگنے لگا حالانکہ پہلے ہم اپنے

نفسوں پر تعجب کرتے تھے کہ ہم سب سے بڑا عالم کون ہے۔

پھر شکاری ہماری نظروں سے غائب ہوگیا جس سے ہمیں معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تاکہ ہمیں معرفت دلائے کیونکہ ہم نے کمال کا دعویٰ کردیا تھا۔

(اربعون تالیف سعد اربلی حدیث دوم قلمی نسخہ ہے: کتاب المختصر شیخ حسن بن سلیمان حلی: ۱۸۰، حدیث ۲۱۶، تاویل الآیات استر بادی: ۱ر ۱۰۴، حدیث۹، کنز الدقائق مشہدی: ۲ر ۲۳، بحارالانوار: ۱۳ر ۱۲ر ۳۱۲، حدیث ۵۲۔ ریاض الجنان، مدینۃ المعاجز ۲ر ۴ر ۱۳، حدیث ۴۵۴، منہاج الحق والیقین تالیف رضوی حائری سے نقل کیا ہے)۔

مذکورہ کتاب میں مروی ہے: حارث اعور سے مروی ہے: میں نے امیر المومنینؑ سے سنا، انھوں نے فرمایا: رسولؐ خدا نے فرمایا: سلمانؓ ہماری اہلِ بیتؑ سے ہے۔ اس کے اوّلین کے علم کو اور آخرین کے علم کو درک کیا ہے۔ یہ تمہارے لیے لقمان حکیم کی مثل ہے۔

اسی میں ہے: جعفر بن احمد قصیر بصری سے مروی ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، امام علیہ السلام کے پاس ابوالخطاب محمد بن ابوزینب آیا۔ اُسے امامؑ نے مرحبا کہا، اُس نے امامؑ کے ہاتھ چومے اور اپنے قریب بٹھایا اور کہا: اے ابوالخطاب! تُو ہمارے علم کا امین، ہمارے راز، امر اور نہی کا محل ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر اور جو اُس نے تجھے دیا ہے اُس سے تمسک رکھ اُس کی اطاعت بجالاتا رہے۔ وہ ادب اپنا جو تجھے اللہ نے دیے اور سکھائے ہیں اور جو تجھے حکم دیا گیا ہے اُس سے رُوگردانی اختیار نہ کر۔

یہ سن کر ابوالخطاب گریہ کرنے لگا۔ اُس نے عرض کیا:

رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی
والدی وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذُریتی انی
تبت الیك وانی من المسلمین۔

''پروردگار مجھے طاقت دے کہ تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں
جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو دی ہیں اور نیک عمل بجالاؤں
جس سے تو راضی ہوجائے اور میری اولاد کی اصلاح فرما۔ میں
تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں''۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُسے کہا: اے محمد! میں تجھے وہ خطاب دیتا ہوں جو میرے جد رسولِؐ خدا نے سلمانؓ کے بارے میں فرمایا۔ وہ اُمِ ایمن (برکت بنت ثعلب بن عمرو) کے پاس آیا۔ آپؐ نے اُسے مرحبا کہا اور اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا: اے سلمانؓ! تو ہمارے علم کا امین، ہمارے راز کی کان، ہمارے امر و نہی کو جامع ہے۔ مومنین کو ہمارے آداب سکھانے والا ہے۔ بخدا تو وہ دروازہ ہے جس نے ہمارے علم کو محفوظ رکھا، تجھ میں تاویل و تنزیل کا علم ہے تو باطن السر و سرالسر ہے تو اوّل و آخر، ظاہر و باطن، زندگی و موت میں صاحبِ برکت ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ بات سلمانؓ کے لیے ہے اور میں کہتا ہوں: اے محمد (ابوالخطاب) یہ تیرے لیے ہے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ یہ خبر سند کے لحاظ سے ضعیف ہے اور ہمارے قدیم و حدیث علماء کے نظریہ کے خلاف بھی ہے کیونکہ ابوالخطاب صحیح طریقہ سے منحرف تھا اور اس نے ناپسندیدہ بدعتوں کو ایجاد کیا تھا۔

اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو یہ اس کے منحرف ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ اور بعید نہیں ہے کہ کوئی شخص ایمان کے بڑے درجے پر آجائے اور پھر گمراہ

ہوجائے تو سب کچھ اُس کے ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔
دیکھیں بلعم بن باعور جس کے پاس اسم اعظم تھا گمراہ ہوگیا اور قرآن مجید نے اسے یوں بیان فرمایا:

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ○

''ان پر ایک کی خبر کو بیان کر جسے ہم نے اپنی آیات دیں پھر اُس نے شیطان کی پیروی کی اور گمراہوں میں سے ہوگیا''۔

مشکوۃ المصابیح میں حدیث ہے: ابوہریرہ نے خیثمہ بن ابوسبرہ کوفی نے کہا: کیا تم میں سلمانؓ نہیں ہے جو دو کتابوں یعنی انجیل اور قرآن مجید کا صاحب (عالم) ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: ۶۹۸)

شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب مجالس میں کہا ہے: جابر بن یزید جعفی سے مروی ہے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: میں نے جابر بن عبداللہ بنی حرام انصاریؓ سے سنا ہے، اُس نے کہا: اگر سلمانؓ اور ابوذرؓ ان لوگوں کے لیے علم کو نشر کرتے جو اہل بیتؑ کی مودت کا دم بھرتے ہیں تو وہ کہتے: یہ جھوٹے ہیں۔

اگر وہ ان کو دیکھتے تو کہتے: یہ پاگل ہیں۔ (امالی مفیدؒ: ۲۱۴، بحارالانوار: ۲۲/۳۴۱، حدیث ۵۱/ ۱۶۴-۱۶۵، حدیث ۱۴)

میں کہتا ہوں: یہ دیکھنا اُس کے لیے ہے جس کا علم اشیاء کا احاطہ کیے ہوئے ہو، یعنی کلی، جزئی کا علم رکھتا ہو۔ اس کا پتا اُس دن لگے گا جب دل اور آنکھیں منقلب ہوجائیں گی۔ پہلے کی کیفیت کی طرف خداوند کے اس فرمان سے اشارہ ہوا ہے:

یوم تبلی السرائر۔

''جس دن راز ظاہر ہوجائیں گے''۔

اور دوسرے کی کیفیت کی طرف خداوند کے اس فرمان سے اشارہ ہوا ہے:

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآئَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ

''پس ہم نے تجھ پر پردے کو ہٹا دیا پس آج تیری بینائی لوہا ہوگئی ہے''۔

نشر کریں تو جھٹلانے کی وجہ بمع وضاحت کے آنے والی اخبار میں وضاحت سے بیان ہوگی۔

ایمان کے درجات

کتاب الخصال کے باب دہم میں ہے: محمد بن حسن بن ولید سے، احمد بن ادریس سے، محمد بن احمد سے، ابی عبداللہ رازی سے، حسن بن علی بن ابی عثمان سے، محمد بن حماد سے، عبدالعزیز قراطیسی سے مروی ہے: مجھے امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہا: اے عبدالعزیز! ایمان کے دس درجے ہیں جیسے سیڑھی کے زینے ہوتے ہیں جن سے اُوپر چڑھا جاتا ہے۔ پس ایک زینے والا دوسرے والے کو نہیں کہہ سکتا کہ تو کوئی شے نہیں ہے یہاں تک کہ دسویں زینے تک چلے جائیں۔ نیچے والے کو اُوپر والا نہ گرائے ورنہ اس سے اُوپر والا تجھے نیچے گرا دے گا۔

جب دیکھو کہ جو تمھارے نیچے والا زینے پر ہے تو اُسے بلند کر کے اپنے والے زینہ پر نرمی کے ساتھ لے آؤ البتہ اُس پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جسے وہ اُٹھا نہ سکے ورنہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ جو مومن کو توڑتا ہے اُس پر اس کا جبران کرنا لازم ہوتا ہے۔ مقداد آٹھویں درجے پر ہے۔ ابوذرؓ نویں درجے پر ہے اور سلمانؓ دسویں درجے پر ہے۔ (خصال: ۲/۴۴۷، بحارالانوار: ۲۲/۳۵۰، حدیث ۷۵)

خصال میں ہے کہ: محمد بن حسن بن ولید سے، محمد بن حسن صفار سے، حسین بن معاویہ سے، محمد بن حماد سے، جو یوسف بن حماد خزاز کا بھائی ہے۔ عبدالعزیز قراطیسی

سے مروی ہے: میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ کی خدمت میں شیعہ کے امر کے بارے میں کسی بات کو بیان کیا اور ان کی باتوں کو بیان کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

اے عبدالعزیز! ایمان کے دس درجے ہیں جیسے سیڑھی کے زینے ہوتے ہیں۔ اس کے دس زینے ہیں جن سے اُوپر جاتے ہیں۔ پس ایک درجہ والے دوسرے والے کو نہیں کہہ سکتا کہ تو کوئی شے نہیں ہے۔ یہاں تک کہ دسویں درجے پر پہنچ جائے۔ سلمانؓ دسویں درجے پر ہے۔ ابوذرؓ نویں درجے پر ہے اور مقدادؓ آٹھویں درجے پر ہے۔

اے عبدالعزیز! جو تیرے نیچے ہے اُسے مت گرا ورنہ جو تیرے اُوپر ہے وہ تجھے گرا دے گا۔ جب اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور تم طاقت رکھتے ہو کہ اُسے بلند کر کے اپنے والے درجے میں لے لو تو اُسے لے جاؤ۔ اُس پر بوجھ نہ ڈالو جس کی اُس میں طاقت نہ ہو ورنہ اُسے توڑ دو گے۔ اور جو مومن کو توڑتا ہے اس پر اس کا جبران لازم ہے۔ کیونکہ جب تو اُونٹنی کے بچے پر وہ بوجھ ڈالے جو آٹھ سالہ اُونٹ اُٹھاتا ہے تو وہ اُس وزن کو اُٹھانے سے عاجز اور کمزور پڑ جاتا ہے۔ (الخصال: ۲/۴۴۸، بحارالانوار: ۶۶/۱۶۸، حدیث ۹)

شیخ شہید محمد بن احمد بن علی بن فتال نیشاپوری نے روضۃ الواعظین میں مرسل روایت تحریر کی ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

الایمان عشر درجات فالمقداد فی الثامنة وابوذر فی التاسعة وسلمان فی العاشرة

"ایمان کے دس درجے ہیں: مقدادؓ آٹھویں درجہ میں، ابوذرؓ نویں درجے میں اور سلمانؓ دسویں درجہ میں ہے"۔ (روضۃ الواعظین: ۲/۲۸۰، بحارالانوار: ۲۲/۳۴۱، حدیث ۵۲)

کشیؒ نے طاہر بن عیسیٰ وراق سے روایت کی ہے: ابوبصیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا:

یا سلمان! لو عرض علمك علی مقداد لکفر

یا مقداد! لو عرض علمك علی سلمان لکفر

"اے سلمانؓ! اگر تیرے علم کو مقدادؓ کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ کافر ہو جائے اور اے مقدادؓ اگر تیرے علم کو سلمانؓ کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ کافر ہو جائے"۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۴۷، شمارہ ۲۳، بحارالانوار: ۲/۲۱۳، حدیث ۷)

شیخ مفیدؒ نے اختصاص میں تحریر کیا ہے کہ: احمد بن محمد بن یحییٰ سے مروی ہے: ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا نے سلمان سے فرمایا:

یا سلمان! لو عرض علمك علی مقداد لکفر، یا مقداد لو عرض صبرك علی سلمان لکفر

"اے سلمانؓ! اگر تیرے علم کو مقدادؓ کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ کافر ہو جائے اور اے مقدادؓ! اگر تیرے صبر کو سلمانؓ کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ کافر ہو جائے"۔ (اختصاص: ۱۱، بحارالانوار: ۲۲/۳۴۵، حدیث ۸۳)

شیخ مفیدؒ سے مروی ہے: احمد بن محمد بن یحییٰ سے، احمد بن ادریس سے، عمران بن موسیٰ سے، موسیٰ بن جعفر بغدادی سے، عمرو بن سعید مدائنی سے، عیسیٰ بن حمزہ سے مروی ہے: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے چار کے بارے والی حدیث کو عرض کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: وہ چار جن کی ملاقات کی جنت مشتاق ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! ان میں سے سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ اور عمارؓ ہے۔

میں نے عرض کیا: ان میں سے افضل کون سا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: سلمانؓ! پھر چلے اور فرمایا: علم سلمان علما لو علمه ابوذر کفر (سلمانؓ کا علم ایسا علم ہے اگر ابوذرؓ کو اُس کا پتا چل جائے تو کافر ہو جائے)۔(اختصاص: ۱۲، بحارالانوار ۲۲/۳۴۶، حدیث ۶۰)

محمد بن مسعود سے مروی ہے: مجھے محمد بن یزداد رازی نے، محمد بن علی حداد سے، مسعدہ بن صدقہ سے جعفر سے، اپنے باپ سے خبر دی ہے کہ میں نے ایک دن حضرت علیؑ کے سامنے تقیہ کا ذکر کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

اگر ابوذرؓ کو پتا چل جائے کہ سلمانؓ کے دل میں کیا ہے تو وہ اُسے قتل کر دے رسولِ خدا نے دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ اب تیرا باقی ساری مخلوق کے بارے میں کیا خیال ہے۔(اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۶۹، شمارہ ۴۰)

اسے بصائر الدرجات، ص ۴۵، حدیث ۲۱ میں روایت کیا ہے اور اصولِ کافی: ۱/۴۰۱، حدیث ۲ میں اس سے زیادہ تحریر کیا ہے: ''وہ اُسے قتل کر دے'' کے بارے میں فاضل طبرسیؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہے وہ اُس سے حسد کرے گا اور اس کے بارے میں کینہ رکھنے لگے گا۔

کشیؒ نے یونس بن عبدالرحمٰن کے حالات میں روایت کی ہے۔ جعفر بن معروف سے مروی ہے: مجھے سہل بن بحر نے خبر دی۔ میں نے فضل بن شاذان سے سنا، اس نے کہا: سلمانؓ سے زیادہ فقیہ کوئی مرد نہیں ہے۔ اس کے بعد یونس بن عبدالرحمٰن سے زیادہ فقیہ کوئی مرد نہیں ہے۔(اختیار معرفۃ الرجال: ۲/۷۸۰، شمارہ ۹۱۴)

کشیؒ نے کہا ہے: میں نے محمد بن شاذان بن نعیم کے خط سے اُس کی کتاب میں پایا ہے۔ میں نے ابومحمد قماص، حسن بن علویہ ثقہ سے سنا، اُس نے کہا: میں نے سنا فضل بن شاذان نے کہا: یونس بن عبدالرحمٰن نے ۵۴ دفعہ حج کیا اور ۵۴ دفعہ عمرہ کیا

اور ایک ہزار کتاب مخالفین (اہلِ بیتؑ) کے جواب میں تالیف کی ہے اور کہا گیا ہے:

ائمہ علیہم السلام کا علم چار لوگوں کی طرف منتہی ہوا ہے:

اوّل: سلمان فارسیؓ، دوم: جابر، سوم: سید[1]، چہارم: یونس بن عبدالرحمٰن۔ (اخبار معرفۃ الرجال: ۲/۷۸۰، شمارہ ۹۱۷)

حضرت سلمانؓ اوائل کے مصنفین میں سے ہے

ابوعبداللہ رشید الدین محمد بن علی بن شہرآشوب سروی مازندرانی نے معالم العلماء میں کہا ہے: امام غزالی نے کہا ہے: سب سے پہلی اسلام میں لکھی جانے والی کتاب ابن جریج ہے۔ جو آثار کے بارے میں ہے اور حروف تفاسیر مجاہد سے اور عطا سے مکہ میں تحریر کی گئی ہے۔

پھر کتاب محمد بن راشد صنعانی یمن ہے۔ پھر کتاب مؤطا مدینہ، تالیف ملک بن انس ہے۔ پھر جامع سفیان ثوری ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ: سب سے پہلے امیرالمومنینؑ نے کتابِ خدا کو جمع کیا اور یہ اسلام میں لکھی جانے والی پہلی کتاب ہے۔ پھر سلمانؓ نے کتاب لکھی، پھر ابوذر غفاریؓ نے کتاب لکھی، پھر اصبغ بن نباتہؓ نے کتاب لکھی، پھر عبیداللہ ابن ابی رافع نے کتاب لکھی، پھر صحیفہ کاملہ (سجادیہ) لکھی گئی جو امام علی زین العابدینؑ سے ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ امیرالمومنینؑ نے جو کتاب تصنیف فرمائی وہ اہلِ بیت عصمت و طہارتؑ کے پاس موجود ہے اور قیامِ حق (امامِ زمانہؑ کے قیام) کے لیے ذخیرہ کی گئی ہے۔

اولیٰ یہ ہے کہ امیرالمومنینؑ کی تحریر کردہ کتاب الدیات کو ذکر کیا جائے جو اُس زمانے میں معروف تھی اور بعض اخبار میں ہے: اسے اپنی تلوار پر لٹکایا ہوا تھا۔ اس

---

[1] سید سے مراد سید حمیری ہے۔

بات کو ہمارے مخالفوں نے بھی تحریر کیا ہے۔ اسے بخاری نے باب کتابۃ العلم: ۱/۳۸ میں روایت کیا ہے اور مشکوٰۃ شریف بابِ حرم مدینہ اور باب الصید والذبائح میں تحریر کیا ہے اور اسے صواعق محرقہ میں صحیح مسلم سے روایت کیا ہے۔ (صواعق محرقہ: ۲/۲۱۱)

اور جس بات کو امام غزالی نے ذکر کیا ہے وہ اُس کے کم مطالعہ یا شدید تعصب کی بنا پر ہے۔ اسی طرح اولیٰ یہ ہے کہ مصحف فاطمہ سلام اللہ علیہا کو کتاب سلمانؓ سے پہلے ذکر کیا جائے مگر یہ کہ کہا جائے: کتاب جفر اور دیوان اسامی الشیعہ وغیرہ کی طرح ہے جسے لکھا نہیں گیا ہے تا کہ لوگوں کے درمیان لائی جاتی اور یہاں مقصود صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے جو کتاب لکھی گئی ہے۔

پھر اُس نے کتاب سلیمؒ بن قیس ہلالی کو ذکر نہیں کیا ہے جو صحیفۂ کاملہ سے پہلے لکھی گئی ہے اور یہ کتاب مشہور و معروف ہے۔ اسے بڑے محدثین نے نقل کیا ہے۔ ہمارے پاس بھی اس کا نسخہ ہے۔ کشیؒ نے اپنی سند کے ساتھ ابان بن ابی عیاش سے روایت کی ہے کہ یہ کتاب امام علی زین العابدینؑ کے سامنے پڑھی گئی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: سلیمؒ نے سچ کہا ہے۔ یہ حدیث ہے جسے ہم جانتے ہیں۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۳۲۱، شمارہ ۱۶۷)

اور یہ بات خود کتاب سلیمؒ کے اوّل میں بھی ہے۔ (کتاب سلیم بن قیس ہلالی: ۱۳۱)

رجال کشی، امالی شیخ اور بشارۃ المصطفیٰ وغیرہ میں روایت شدہ جملہ اخبار میں ہے کہ کتاب میثم تمارؓ میں یہ ہے اور یہ کتاب صحیفہ سے پہلے ہے بلکہ احتجاج طبرسیؒ میں ہے: حسن بصریؒ امیرالمومنینؑ سے جو گفتگو فرماتے تھے اُسے لکھتا تھا۔ (احتجاج، ۱/۲۵۱)

کتاب سلمانؓ اور کتاب ابوذرؓ کی نہ کوئی خبر ہے اور نہ ہی کوئی اثر ہے مگر یہ کہ شیخ نے کتاب الفہرس میں تحریر کیا ہے: سلمان فارسیؓ نے جاثلیق رومی والی حدیث کو روایت کیا ہے جسے روم کے بادشاہ نے رسولؐ خدا کے بعد بھیجا تھا۔ اس کی

ہمیں ابن ابی جید نے ابن ولید سے، صفار سے، حمیری سے اور جنھوں نے اُس سے خبر دی ہے۔ ابراہیم بن حکم اسدی سے، اُس نے اپنے باپ سے، شریک بن عبداللہ سے، عبدالاعلیٰ ثعلبی سے، ابی وقاص سے، سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے۔ (الفہرست: ۱۴۲، شمارہ ۳۳۸)

نیز تحریر کیا ہے کہ ابوذرؓ کا ایک خطبہ ہے جس میں اُس نے رسولؐ خدا سے بعد والے واقعات کی وضاحت کی ہے۔ اس کی ہمیں حسن بن عبیداللہ نے دوری سے، حسن بن علی بصری سے، عباس بن بکار سے، ابواشہب سے، ابورجا عطاردی سے خبر دی ہے اُس نے کہا: ابوذرؓ نے خطبہ دیا اور اُس طویل خطبے کو ذکر کیا ہے۔ (الفہرست: ۹۵، شمارہ ۱۹۰)

یہاں کتاب سلمانؓ اور ابوذرؓ سے مراد حدیث جاثلیق اور خطبہ ہے۔ اسے سلمانؓ کے حالات میں معالم العلماء میں تحریر کیا ہے۔ اُس نے خبر جاثلیق کو ذکر کیا اور اس کے علاوہ کسی نے اِسے ذکر نہیں کیا ہے۔ (معالم العلماء: ۱۱۸، شمارہ ۳۸۲)

ہم اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ باب یازدہم کے آخر میں خبر جاثلیق کو تحریر کریں گے۔

فضیلت کا معیار فائدہ دینے والا علم ہے!

جان لو کہ: اللہ تعالیٰ جہالت کے پردوں کو اُٹھائے اور آپ کی آنکھوں اور بصیرت سے نابینائی کو دُور فرمائے اور آپ کے باطن کی ظاہر کی طرح اصلاح فرمائے۔ وہ شے جس پر عقل دلالت کرتی ہے وہ بُرہانِ قاطع ہے اور نقل نُورِ ساطع ہے۔

فضیلت کا دارومدار اور معیار وہ شے ہے جو انسان کی خلقت کی غرض وغایت ہے کیونکہ شے کا شرف اس کی غرض وغایت کی وجہ سے ہوتا ہے اور ثقلین (جن وانسان) کے پیدا کرنے کی غرض غایت اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ چنانچہ خداوندمتعال نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ○

''میں نے جنّ و انس کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے''۔(سورۂ ذاریات: آیت ۵۶)

یعبدون سے مراد: لیعرفون (تاکہ میری معرفت حاصل کریں) ہے اور یہ تفسیر آئمہ علیہم السلام سے وارد ہوئی ہے۔(علل الشرائع:۹)

اور حدیث قدسی میں فرمایا:

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لکی اعرف

''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے محبوب جانا کہ میری پہچان ہو۔بس میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میری پہچان اور معرفت ہوجائے''۔(بحارالانوار: ۸۴ر۱۹۹، ۳۴۴)

اصولِ اربعہ مأة سے اصل زید الزراد میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

یابنی! اعرف منازل شیعة علی قدر روایتهم ومعرفتهم فان المعرفة هی الدرایة للروایة وبالدرایات للروایات یعلو المؤمن الی اقصی درجة الایمان انی نظرت فی کتاب لعلی فوجدت فیه : ان زنة کل امری وقدره معرفته ان الله عزوجل یحاسب العباد علی قدر ما آتاهم من العقول فی دار الدنیا۔

''اے بیٹا! شیعہ کے مقام کو ان کی روایت اور معرفت کی مقدار پر پہچان کیونکہ معرفت روایت کی درایت ہے اور روایات کی

درایت کے ذریعہ سے مومن بلند ہوکر ایمان کے دُور والے درجے پر پہنچتا ہے۔ میں نے حضرت علیؑ کی کتاب میں دیکھا تو پایا: ہر شخص کا وزن اور اس کی قدر ومنزلت اس کی معرفت ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل لوگوں سے ان کو دنیا میں دی جانے والی عقلوں کے مطابق حساب لے گا''۔ (اصول الستۃ عشر، اصل زید الزراد: ص ۳)

اس غرض و غایت تک پہنچنے کا طریق علم وعمل میں منحصر ہے پس فضیلت ان دونوں ـــ علم وعمل میں ہے جن کو تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور خداوند نے فرمایا:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰکُمْ (سورۂ حجرات: آیت ۱۳)

''تم میں سے سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک وہی صاحب عزت ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے''۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے عنوان بصری سے فرمایا:

لیس العلم بالتعلم، انما هو نور یقع فی قلب من یرید الله تبارک وتعالی ان یهدیه فان اردت العلم فاطلب اولاً فی نفسك حقیقة العبودیة واطلب العلم باستعماله.....

''علم پڑھنے کا نام نہیں ہے، علم نور ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس شخص کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اُس کے دل میں اسے ڈال دیتا ہے۔ پس اگر تو علم کا ارادہ رکھتا ہے تو سب سے پہلے اپنے نفس میں عبودیت کی حقیقت کو طلب کر اور علم اور اُسے استعمال کر کے طلب کر''۔ (بحارالانوار: ۱/ ۲۲۴، حدیث ۱۷)

خصال میں ہے: رسولؐ خدا نے فرمایا:

لاخیر فی العیش الالرجلین، عالم مطاع او مستمع واع

"زندگی میں کسی کے لیے بھلائی نہیں ہے سوائے دو لوگوں کے: وہ عالم جس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ وہ سننے والا جو عالم کی بات کان لگا کر سنتا ہے"۔ (خصال: ۴۰، حدیث ۲۸)

آپؑ نے فرمایا:

افضل العبادة الفقه

"بہترین عبادت فقہ (سوچنا) ہے"۔ (خصال: ۳۰، حدیث ۱۰۴، بحارالانوار: ۱/۱۶۷، حدیث ۱۱)

امام علیہ السلام نے فرمایا:

واللہ لنوم علی یقین افضل من عبادة اھل الارض

"خدا کی قسم! یقین کی نیند اہلِ زمین کی عبادت سے افضل ہے"۔ (خصائص ائمہ: ۱۰۴)

رسولؐ خدا نے فرمایا:

من تعلم بابا من العلم، عمل به او لم یعمل کان افضل من ان یصلی الف رکعة تطوعا۔

"جو علم کا ایک باب پڑھتا ہے اُس کے مطابق عمل کرے یا نہ کرے وہ اُس سے افضل ہے جو ہزار مستحبی رکعت نماز پڑھتا ہے"۔ (روضة الواعظین: ۱۲، بحارالانوار: ۱/۱۸۰، حدیث ۶۷)

امام علیہ السلام نے فرمایا:

ایایکم والجھال من المتعبدین

"اپنے آپ کو جاہل عبادت گزاروں سے بچاؤ"۔ (قرب الاسناد:

۷/۲۲۶، بحارالانوار:۱/۲۰۷، حدیث ۳)

حضرت سلمانؓ آئمہ علیہم السلام کے بعد ساری اُمت سے افضل ہے

رسولِ خدا نے فرمایا: خدا کی قسم! میں تمہیں سلمانؓ کی معرفت دلاتا ہوں۔ وہ غیب کا علم رکھتے ہیں اور اسمِ اعظم رکھتے ہیں۔ فرشتہ ان کے کانوں میں آواز دیتا ہے اور انھیں خبر دیتا ہے یا روح القدس اس سے ملتا ہے اور ایسے خبر دیتا ہے۔ یہ گذشتہ و آیندہ کا علم رکھتے ہیں۔ انساب، بلایا اور فصل الخطاب کا علم رکھتے ہیں۔ یہ علمِ اولین اور علمِ آخرین کو جانتے ہیں۔ اس کا علم نبیؐ اور آپؐ کے وصی کے علم میں سے ہے جیسے سمندر ہو اور وہ بڑھ کر سات سمندر ہو جائیں۔ یہ مومنین کی زندگی کا باب ہیں۔ یہ ایمان کے دسویں درجے پر ہیں۔ یہ علم و معرفت کے ایسے مقام پر ہے جس تک کسی کے لیے مقام تصور نہیں ہوسکتا سوائے انبیا اور اوصیائے راشدین کے۔ اس پر کسی کو تفضیل دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ تفضیل کا معیار علم و معرفت ہے۔ گزر چکا ہے کہ سلمانؓ رسولِ خدا کے ان چار صحابہ میں سب سے افضل ہیں جن کی جنت مشتاق ہے اور اس پر اجماع ہے۔ سلمانؓ جعفرؓ بن ابوطالبؑ دو پَروں والے سے بھی افضل ہے اور جعفر طیارؓ کے بارے میں روایت ہے کہ یہ رسولِ خدا کے خَلق و خُلق (اَخلاق) میں سب سے زیادہ مشابہ ہے۔ (استیعاب:۱/۲۷۳)

حضرت سلمانؓ کا غیب کی خبریں دینا

محدث مشرقی نے روایت کی ہے: ابوعمر الکشی نے حمدویہ بن نصیر سے مروی ہے اُس نے کہا: ہمیں ابوحسین بنی نوح، صفوان بن یحییٰ نے ابن بکیر سے، زرارہ سے خبر دی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، امام علیہ السلام نے فرمایا:

سلمانؓ علمِ اوّل اور علمِ آخر رکھتا ہے۔ وہ سمندر ہے جو پانی کھینچنے سے کم نہیں ہوتا اور ہماری اہلِ بیتؑ سے ہے۔ اُس کے پاس علم ہے۔ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ اُس نے کہا: اے بندۂ خدا! اللہ عزوجل کے حضور توبہ کر اُس عمل کی جو صبح تُو نے اپنے گھر کے اندر رات کو انجام دیا ہے۔ پھر چلے گئے۔

اُسے لوگوں نے کہا: سلمانؓ نے ایسی بات کہی ہے جسے تُو نے اپنے نفس سے دور نہیں کیا ہے؟

اُس نے کہا: اُس نے مجھے ایسی بات کی خبر دی ہے جسے میرے اور اللہ کے بغیر کوئی نہیں جانتا ہے۔ ایک دوسرے نے اس کی مثل کی خبر دی ہے اور اس کے آخر میں اضافہ کیا ہے۔ وہ شخص حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ تھا۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/ ۵۲، شمارہ ۲۵، اختصاص: ۱۱، بحارالانوار: ۲۲/ ۳۴۷، حدیث ۱۱)

جبرائیل بن احمد سے مروی ہے: مجھے حسن بن خرزاد نے اسماعیل بن مہران سے ابان سے جناح، حسن بن حماد نے خبر دی ہے کہ سلمانؓ نے اُونٹنی کو دیکھا جس کا نام عسکر تھا۔ اُسے مارا۔ کسی نے کہا: اے ابوعبداللہ! اس جانور سے کیا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا: یہ جانور نہیں ہے لیکن یہ عسکر بن کنعان جن ہے۔

اے اعرابی! اپنی اُونٹنی کو یہاں استعمال نہ کر لیکن حوَاب لے جا تجھے وہ دیا جائے گا جو تُو چاہتا ہے۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۵۷، شمارہ ۳۰، بحارالانوار: ۳۲/ ۱۴۷، حدیث ۱۲۱-۱۲۲)

حوَاب مکہ اور بصرہ کے درمیان دیار ربیعہ کی جگہ ہے یہاں حضرت حمیرہ آئی جسے یہاں آنے سے رسولؐ خدا نے منع کیا تھا کہ اُسے حوَاب کے کتے بھونکیں گے۔ یہ بعض اخبار میں ہے۔ (معانی الاخبار: ۳۰۵، مناقب آلِ ابی طالب: ۳۳۶/۲، الملاحم والفتن: ۲۲۳، حدیث ۳۲۲، بحارالانوار: ۳۲/ ۱۱۷، حدیث ۹۴، مستدرک حاکم: ۳/۱۷/۴)

بی بی نے وہاں دیکھا کہ اُسے کتے بھونک رہے ہیں تو واپس ہونے کا ارادہ کیا لیکن ستر آدمیوں اور ایک روایت کے مطابق پچاس آدمیوں نے گواہی دی۔ یہ حوَاب کا پانی نہیں ہے یہ اسلام میں پہلی جھوٹی گواہی ہے جو دی گئی ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۳/ ۴۷، حدیث ۳۳۶۵، بحارالانوار: ۳۲/ ۱۴۷، حدیث ۱۲۰)

واقعہ جمل جنگِ جمل کے نام سے مرسوم ہے کیونکہ حضرت عائشہ جمل پر سوار تھی۔ جیسے صفورا زرافہ پر آئی اور اُس نے حضرت موسیٰؑ کے وصی یوشع سے جنگ کی۔

جمعہ یا جمعرات ـــ دس یا پانچ جمادی الثانی ۳۶ ہجری میں جنگِ جمل ہوئی۔

یہ جنگ بصرہ کے قریب خزیبیہ..........جمیسہ میں ہوئی۔

کتاب سلیم کے مطابق امیرالمومنین علی علیہ السلام کے اصحاب بارہ ہزار یا بیس ہزار تھے۔ (کتاب سلیم بن قیس: ۲۱۰)

میمنہ لشکر پر: مالک اشترؓ اور سعیدؓ بن قیس تھے۔

میسرہ لشکر پر: عمارؓ اور شریح بن ھانیؓ تھے۔

قلب لشکر پر: محمدؓ بن ابی بکر اور عدیؓ بن حاتم تھے۔

جناحِ لشکر پر: زیاد بن کعبؓ اور حجر بن عدیؓ تھے۔
کمین لشکر پر: عمروؓ بن حمق اور جندبؓ بن زہیر تھے۔
پیدل لشکر پر: ابوقتادہؓ انصاری تھا۔ اُس نے اپنا پرچم محمد بن حنفیہؓ کو دیا۔ وہ بیس لوگوں میں سے تھا۔ اسی بدری تھے جنھوں نے تحت شجرہ بیعت کی وہ دو سو پچاس تھے اور صحابہؓ میں سے ایک ہزار پانچ سو تھے۔

کتاب سلیم کے مطابق حضرت حمیرا کے پیروکار ایک لاکھ تیس یا بیس ہزار سے زیادہ تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کے جاں بازوں میں سے ایک ہزار پیدل اور ستر سوار شہید ہوئے اور بیعت توڑنے والوں میں سے سولہ ہزار سات سو نوے لوگ مارے گئے۔
ایک قول کے مطابق ان کے بیس ہزار لوگ مارے گئے۔

وہ جس اُونٹنی پر آئی وہ عسکر تھی جو شیطان ہے۔ حضرت علیؑ نے اعلان کیا کہ اس کے پیر کاٹ دو۔ لوگ متفرق ہو جائیں گے یہ اُونٹنی شیطان ہے اور ایسا کیا تو ایسا ہی ہوا۔

ارشاد شیخ مفیدؒ میں ہے: بزارہ اور بجیلہ کی ایک جماعت نے خبر دی اور کہا: ہم زہیرؓ بن قین بجلی کے ساتھ تھے جب مکہ سے نکلے اور حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ ساتھ سفر کرنے لگے۔ راستہ میں امام علیہ السلام نے ایک منزل پر پڑاؤ کیا۔ ہم نے ایک طرف پڑاؤ کیا۔ ہم بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ امام حسین علیہ السلام کا ایلچی آیا اور اُس نے سلام کیا اور اُس نے کہا: اے زہیر بن قین! ابا عبداللہ الحسینؑ نے مجھے آپؑ کی طرف بھیجا ہے تاکہ تمھیں اپنے ساتھ لے جاؤں۔ ہم میں سے جس کے ہاتھ میں جو تھا ہاتھ سے گرا دیا۔ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھ گئے ہیں۔

اُس کی بیوی نے کہا: سبحان اللہ! رسولؐ خدا کے بیٹے نے اپنا ایلچی تیری طرف بھیجا ہے اور تو ان کی خدمت میں نہیں جاتا۔ تھوڑی دیر میں زہیرؓ مسکراتے ہوئے

آئے اور اُنھوں نے حکم دیا کہ خیمہ باندھو۔ سامان اسباب باندھا اور امامؑ کی طرف چل دیے۔ اپنی بیوی سے کہا: تجھے طلاق ہے اپنے اہلِ خانہ کے پاس چلی جا کیونکہ میں دوست نہیں رکھتا ہوں کہ میری وجہ سے تجھے سوائے خیر کے کوئی مصیبت ملے۔

پھر اپنے اصحاب سے کہا: تم میں سے جو چاہتا ہے میرے پیچھے آئے وہ آ سکتا ہے ورنہ میری تم سے آخری ملاقات ہے۔ میں تمھیں حدیث سناتا ہوں:

ہم نے دریا پر جنگ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح دی اور ہمیں غنیمت ملی۔ ہمیں سلمان فارسیؓ نے کہا: کیا تم اس فتح سے خوش ہو اور جو تمھیں غنیمتیں ملی ہیں اُس پر خوش ہو؟ ہم نے کہا: ہاں۔

جب تم امام حسین علیہ السلام سے ملوگے جو آلِ محمدؐ کے جوانوں کے سردار ہیں۔ اُس وقت اُن کے ساتھ مل کر جنگ کرنے میں آج کی غنیمتوں سے زیادہ تمھیں مسرت ہوگی۔ میں تمھیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا: وہ سب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ (ارشاد: ۲/ ۷۲، بحارالانوار: ۴۴/ ۳۷۱، حدیث ۷)

سیّد ابن طاؤس نے لہوف میں اسے روایت کیا ہے اور آخر میں اضافہ کیا ہے:

اُن کی بیوی دیلم بنت عمرو نے اپنے شوہر زہیرؓ سے کہا: تُو نے حسین علیہ السلام کی صحبت اختیار کرنے کا ارادہ کیا ہے تا کہ ان پر قربان ہو جائے۔ اُنھوں نے اُسے اُس کا مال دیا اور اُسے اُس کے بنی عم (چچازادوں) کے حوالے کیا تا کہ اُسے اُس کے گھر والوں کے حوالے کر دیا جائے۔

وہ کھڑی ہوئی اور گریہ کرتے ہوئے الوداع ہوئی اور کہنے لگی: اللہ مددگار ہو، اللہ تیری مدد کرے۔ قیامت کے دن حسین علیہ السلام کے جد کے پاس قیامت کے دن میرا ذکر کرنا۔ (لہوف: ۴۴)

زہیرؓ بن قین کا امام حسین علیہ السلام کے نزدیک ایک بہت بڑا مقام تھا اُنھیں میمنہ پر قرار دیا ہے۔ اُنھوں نے اپنے اصحاب کو جنگ کے لیے تیار کیا۔ جب امام حسین علیہ السلام نماز ظہر پڑھنے لگے تو امامؑ نے زہیرؓ اور سعیدؓ بن عبداللہ حنفی کو کہا: میرے آگے کھڑے ہوں تا کہ میں نماز ظہر ادا کروں۔ وہ دونوں امامؑ کے آگے کھڑے ہوئے اور امامؑ نے نماز خوف ادا فرمائی۔

زیارتِ ناحیہ میں ہے: زہیرؓ بن قین بجلی پر سلام ہو جس نے حسینؑ سے کہا تھا حالانکہ امامؑ نے اُسے چلے جانے کی اجازت دی تھی: خدا کی قسم! یہ کبھی نہیں ہوگا کیا آپ کو چھوڑ دوں۔ اے فرزندِ رسولؐ! آپ کو دشمنوں میں چھوڑ دوں اور خود بچ کر چلا جاؤں؟ اللہ مجھے اس حالت میں کبھی نہ دیکھے۔ (المزار: ۴۹۳، اقبال الاعمال: ۳/۷۷، بحار: ۴۵/۷۱)

امالی شیخ صدوقؒ میں ہے: جب امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو کربلا سے چلے جانے کی اجازت دی تو ایک شخص کھڑا ہوا جس کا نام زہیرؓ بن قین بجلی تھا۔

اُنھوں نے کہا: فرزندِ رسولؐ! میں دوست رکھتا ہوں کہ مجھے قتل کیا جائے، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جائے، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جائے، پھر زندہ کی جاؤں۔ اسی طرح آپؐ کی راہ میں سو دفعہ قتل کیا جائے۔ اللہ مجھے تم اہلِ بیتؑ کے دفاع کی توفیق دے۔

امام علیہ السلام نے اُنھیں اپنے دوسرے اصحاب سے کہا: اللہ تمھیں جزائے خیر دے۔ (امالی صدوقؒ: ص ۲۲۰)

اُنھوں نے جنگ کی اور ایک سو بیس ناریوں کو واصلِ جہنم کیا۔ اب اُن پر کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس تمیمی نے شدید حملہ کیا اور دونوں نے اُنھیں شہید کر دیا۔ زہیرؓ زمین سے گرے تو امام حسین علیہ السلام نے کہا: اے زہیرؓ! اللہ تجھے دُور نہ کرے،

اللہ تیرے قاتل پر لعنت کرے۔ اللہ ان پر لعنت کرے جو مسخ ہوئے اور بندر و سور بن گئے۔(بحارالانوار: ۲۵/۴۵، ابصارالعین فی انصارالحسین: ۱۶۷)

کشیؒ نے روایت کی ہے: مسیب بن نجبہ فزاری سے مروی ہے: جب سلمان فارسیؓ ہمارے پاس آئے تو یہاں سے چل کر کربلا پہنچے تو پوچھا اس جگہ کا نام کیا ہے؟

انھوں نے کہا: کربلا نام ہے۔ اُنھوں نے کہا: یہ میرے بھائیوں کے گرنے کی جگہ ہے۔ یہ ان کے اُترنے کی جگہ ہے۔ یہ ان کی سواریوں کے باندھنے کی جگہ ہے۔ یہ ان کے خون بہائے جانے کی جگہ ہے۔ یہاں خیرالاولین شہید ہوگا، یہاں خیرالآخرین شہید ہوگا۔

پھر چلے اور حرورا آیا اور پوچھا: اس جگہ کا کیا نام ہے؟ انھوں نے کہا: حرورا۔ اُس نے کہا: یہاں شرالاولین خارج ہوگا یہاں شرالآخرین خارج ہوگا۔ پھر چلے اور بانقیا آئے اور کوفہ اوّل کی پُل پر آئے اور کہا: اس جگہ کا نام کیا ہے؟ انھوں نے کہا: بانقیاء ہے پھر چل کر کوفہ آئے اور کہا: یہ کوفہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں! اُنھوں نے کہا: یہ قبۃ الاسلام ہے۔(اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۷۳، بحارالانوار: ۲۲/۳۸۶، حدیث ۲۷)

فضائلِ کربلا

ہمارا کلام ہمیں اس مقام پر لے آیا ہے کہ مناسب ہے کہ ہم اپنی کتاب کو کربلا کے فضائل سے زینت دیں۔ یہاں ہم صرف تین حدیثوں کو تحریر کرتے ہیں:

(۱) ابوسعید عصفری نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے جو انیس احادیث پر مشتمل ہے۔ عمر بن یزید بیاع سابری سے، جعفر بن محمدؑ سے مروی ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا: زمین کعبہ نے کہا: مجھ جیسا کون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو میری پشت پر بنایا ہے جہاں لوگ دنیا کے کونے کونے سے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا حرم اور امن قرار دیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اُسے وحی فرمائی: رُک، مجھے اپنی عزت کی قسم! میں نے ارضِ
کربلا کو جو فضیلت دی ہے ایسی کسی زمین کو فضیلت نہیں دی ہے۔ اس زمین کے
مقابلے میں دوسری زمینوں کی فضیلت ایسے ہے جیسے سمندر سے سوئی کے ناکہ کے
برابر پانی لیا جائے۔ اگر زمین کربلا نہ ہوتی تو میں تجھے فضیلت نہ دیتا۔ اگر ارضِ کربلا
کو نہ بناتا تو تجھے پیدا نہ کرتا اور نہ ہی اُس گھر کو بناتا جس پر تُو نے فخر کیا ہے۔ رُک اور
خود کو کمترین اور متواضع قرار دے، تکبر سے کام نہ لے اور ارضِ کربلا پر بڑھائی اختیار
نہ کر۔ اگر ایسا نہ کیا تو تجھے دھنسا دوں گا اور جہنم کی آگ میں ڈال دوں گا۔ (اصول
الستۃ عشر من الاصول الاربعۃ: ۱۴۰، حدیث ۴۲)

۲ عمرو سے، اپنے باپ سے مروی ہے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ
نے زمینِ کعبہ کو پیدا کرنے سے ایک ہزار چوبیس سال پہلے زمینِ کربلا کو پیدا کیا
ہے۔ اسے مقدس اور مبارک قرار دیا ہے۔ ارضِ مبارکہ مقدسہ کو پیدا کرنے سے پہلے
یہی کیفیت جاری رہی۔ ایسے ہی رہے گا اللہ تعالیٰ اس زمین کو جنت میں قرار دے گا۔
یہ سب سے افضل منزل اور مسکن ہے اللہ اس میں جنت میں اپنے اولیاء کو
سکونت دے گا۔ (اصول ستہ عشر من الاصول اربعہ: ۱۴۱، حدیث ۴۳)

۳ ایک مرد سے، ابوجارود سے مروی ہے: امام علی زین العابدین علیہ السلام نے
فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمینِ کربلا کو زمینِ کعبہ کی خلقت سے ایک لاکھ چوبیس ہزار سال
پہلے پیدا کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمینوں کو پیدا کیا تو اسے بلند کر دیا۔ یہ نُورانی رہی
اسے ریاض الجنۃ میں سب سے افضل قرار دیا ہے۔ اسے جنت میں افضل سکونت کی
جگہ قرار دیا ہے اس میں صرف نبی اور مرسلین رہیں گے۔
یا فرمایا: اولوالعزم رسولوں کو قرار دے گا۔ یہ زمین ریاض الجنۃ میں اس طرح
روشن ہوگی جس طرح اہلِ زمین کے لیے چمکتے ستارے روشن ہوتے ہیں۔ اس کا نُور

اہل جنت کی آنکھوں پر چھا جائے گا اور یہ آواز دے گی: میں اللہ کی ارض مقدس طیب مبارک ہوں جس میں سیّد الشہدا اور سیّد شباب الجنۃ ہے۔ (اصول الستۃ عشر من الاصول اربعۃ: ۱۴۱، حدیث ۴۴)

حضرت سلمان فارسیؓ کا خطبہ

سند المحدثین ابو عمرو کشی نے محمد بن مسعود سے مروی ہے کہ ہمیں ابو عبداللہ حسین بن اشکیب، حسن بن خرز اذقی، محمد بن حماد ساسی نے صالح بن فرج سے، زید بن معدل سے، عبداللہ بن سنان سے خبر دی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

سلمانؓ نے خطبہ دیا جس میں کہا:

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے اپنے دین کی ہدایت فرمائی جب کہ میں پہلے اس کا انکار رکھتا تھا۔ اس صورت میں کفر کی آگ کا لقمہ تھا اُس کا نصیب اور حصّہ تھا۔ اس کی روزی تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اپنی محبت کو ڈالا پس میں بھوکا پیاسا نکلا۔ مجھے میری قوم نے چھوڑ دیا۔ مجھے میرے مال اسباب سے نکال دیا گیا۔ میرے پاس کوئی سواری نہ تھی جو مجھے اُٹھاتی اور نہ ضرورت میں استعمال کرنے کے لیے مال تھا اور نہ میرے پاس مال تھا جو میری تقویت کا باعث بنتا۔ جو تھا وہ میرے شایانِ شان تھا یہاں تک کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ میں نے آپؐ کی معرفت حاصل کی جسے نہیں جانتا تھا اور مجھے جن علامات کی خبر دی گئی تھی میں نے ان علامات کو دیکھا۔ اُنھوں نے مجھے جہنم سے بچالیا۔ اس معرفت کی بنا پر میں نے دنیا سے فیض پایا جس کے ذریعے سے میں اسلام میں داخل ہوا۔

خبردار! اے لوگو! میری بات کو سنو۔ پھر اُسے میری جانب سے سوچو مجھے بہت زیادہ علم دیا گیا ہے۔ مجھے بہت زیادہ علم دیا گیا ہے۔ اگر میں تمھیں وہ سب کچھ بتا دوں جسے جانتا ہوں تو ایک گروہ کہے گا: یہ پاگل ہے۔ دوسرا گروہ کہے گا: خدایا! سلمانؓ کے قاتل کی مغفرت فرما۔ خبردار! تمھاری موت ہے جس کے پیچھے مصیبت ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کے پاس علم المنایا، علم الوصایا اور فصل الخطاب ہے۔ اور یہ ہارونؑ بن عمران کے منہاج (طریقہ) پر ہے۔

رسولِ خدا نے اسے کہا: انت وصی وخلیفتی فی اھلی بمنزلۃ ھارون من موسٰی (تو میرا وصی، میری اہل میں میرا خلیفہ ہے اور تیری میرے ساتھ وہی نسبت اور منزلت ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ کے ساتھ تھی) لیکن تم نے اوّلین کی سنت کو پایا اور اپنے اپنے راستہ کے انتخاب میں غلطی کی ہے۔ مجھے اُس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں سلمانؓ کی جان ہے۔

لترکبن طبقا عن طبق سنۃ بنی اسرائیل القذۃ بالقذۃ (تم درجہ بہ درجہ بنی اسرائیل کی سنت پر چلو گے جیسے ایک تیر دوسرے تیر کے مطابق ہوتا ہے)۔

خدا کی قسم! اگر تم علیؑ کو اپنا حکمران بنا لیتے تو تم اُوپر، نیچے سے کھاتے تمھیں علم البلایا کی بشارت ملتی اور نرمی سے فائدہ اُٹھاتے۔ میں تمھیں برابری کی بنیاد پر ڈرا رہا ہوں اور میرے اور تمھارے درمیان ولایت والے رابطے کی عصمت منقطع ہو گئی ہے۔

بخدا قسم! اگر میں شر کو دُور کروں یا اللہ کے لیے دین کو عزت دوں تو اپنی تلوار کو اپنے کندھے پر رکھوں پھر اُس کو قدم پر ماروں۔

خبردار! میں تمھیں اُس کی خبر دیتا ہوں جسے تم جانتے ہو اور جسے تم نہیں جانتے ہو۔ پس اسے ستر کی سنت سے لو جو اس میں ہے۔

خبردار! بنی اُمیہ کے لیے بنی ہاشم میں کئی ٹکراؤ ہیں۔ خبردار! بنی اُمیہ کے لیے آلِ ہاشم سے ٹکراؤ ہیں۔ خبردار! بنی اُمیہ خارش والی اُونٹنی کی طرح ہیں۔

اللہ کا حق ہے کہ اس کی آواز دینے والے کو ذلیل کرے۔ اُس پر دشمنی کو ظاہر کرے اور اس کے ساتھ آسمان سے عذاب آئے۔ زمین دھنس جائے، وہ مسخ ہو جائیں اور بداخلاق ہو جائیں یہاں تک کہ ایک شخص اپنے حجرہ سے نماز کے لیے نکلتا ہے اور اللہ اُسے بندر کی صورت میں مسخ کرتا ہے۔

خبردار! دو گروہ پہاڑ پر باقی رہتے ہیں۔ دونوں کافر ہیں مگر وہ کتّے کے ذریعے سے زمین میں دھنسا، مجھے کتّے کے ساتھ کیا۔

بخدا قسم! اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تمھیں ان کے گرنے کے مقام کو دکھاتا اور وہ مقام بیداء ہے پھر وہ آئے گا جسے تم پہچانتے ہو۔

اے لوگو! جب تم فتنوں کو دیکھو جو اندھیری رات کی طرح چھا جاتے ہیں اور ان میں سوار ہلاک ہوتا ہے اور اچھا خطیب اور تابع شدہ رائے ہلاک ہوتی ہے۔

اس صورت میں تمھیں آلِ محمدؐ کے دامن کو تھام لینا چاہیے کیونکہ یہ جنت کی طرف لے جانے والے اور قیامت تک جنت کی

دعوت دینے والے ہیں۔ تم پر لازم ہے کہ حضرت علیؑ کے دامن کو پکڑو۔ خدا کی قسم! ہم نے اپنے نبیؐ کے ساتھ اُس پر ولایت کا سلام کیا ہے۔ اب لوگوں کا کیا ہوگا؟ انھوں نے حسد کیا۔ قابیل نے ہابیل پر حسد کیا یا کفر کیا۔ حضرت موسیٰؑ کی قوم اسباط سے مرتد ہوئی۔ یوشع بن نون اور ہارونؑ کے دو بیٹوں شبر اور شبیر سے دُور ہوئی۔ اور ستر لوگ جنھوں نے حضرت موسیٰؑ پر ہارونؑ کے قتل کا الزام لگایا انھیں ان کی سرکشی کی وجہ سے بجلی نے اُچک لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف انبیاء کو بھیجا جو رسول اور غیر رسول تھے۔

اس اُمت کا معاملہ بنی اسرائیل جیسا ہے تم کہاں جا رہے ہو۔ مجھے فلاں فلاں سے کیا لینا ہے۔ افسوس! خدا کی قسم! مجھے معلوم نہیں تم جاہل ہو یا تجاہلِ عارفانہ کر رہے ہو یا تم بھول گئے ہو یا بھولے بن رہے ہو۔

انزلوا ال محمد صلی الله علیهم منکم منزلة الرأس من الجسد بل بمنزله العین من الراس

"آلِ محمدؐ کو جسم سے سر کی بہ منزلت یا سر سے آنکھ کی بہ منزلت قرار دو۔

خدا کی قسم! تم پھر سے کافر ہو جاؤ گے۔ ایک دوسرے کی تلوار سے گردن کاٹو گے، گواہ نجات پانے والے پر ہلاکت کی گواہی دے گا اور نجات پانے والا کافر پر نجات کی طرح گواہی دے گا۔

خبردار! مَیں نے اپنے امر کو ظاہر کیا ہے۔ میں اپنے رب پر

ایمان لے آیا اور اپنے نبیؐ کو تسلیم کیا اور اپنے مولاؑ اور سارے مسلمانوں کے مولاؑ کی پیروی کی ہے۔
اے کونین کے مقتول! تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ میری جان چھوٹے بچوں پر قربان ہو۔ میرا باپ صاحب جفنہ (..................) اور دسترخوان پر اور حسن بن علیؑ کے عورتوں سے نکاح پر قربان ہو۔
خبردار! نبی خدا کی جنگ اور حیاء ہے اور حسین علیہ السلام کی مہابت اور جود ہے۔ اے افسوس! جو اسے احتقار کرتا ہے اس لیے کہ وہ کمزور ہے اور اپنے قتل کی وجہ سے کمزوری کو طلب کرتا ہے۔ اولاد کے درمیان ظلم کرتا ہے ان کے شہر آلِ محمدؐ کے باقی ماندہ افراد کے آباد کردہ ہیں۔
اے لوگو! اپنے ناخنوں کو دشمنوں سے نہ کاٹو، اپنے دوستوں سے فریاد نہ کرو۔ تم پر شیطان قبضہ کرے گا۔ لہٰذا تم ایک مصیبت میں مبتلا ہو گے اسے اپنے ہاتھوں سے تبدیل نہ کرو سوائے اپنے ابرو سے اشارہ کرو۔ تین کو پکڑو جو اس میں ہے اور چوتھے کی اُمید رکھو اور اُس سے وفا کرو۔ خطرہ دُور کرنے والا آئے گا جس سے حبالی (حمل والیوں) کے پیٹ پھٹ جائیں گے اور بچوں کو نیزوں پر اُٹھانے والے اور مردوں کو ہانڈیوں میں جوش دینے والے ہیں۔ میں تمہیں پاک و پاکیزہ نفس کی خبر دیتا ہوں جس کا رکن اور مقام کے درمیان خون بہایا جائے گا۔ اُسے بھیڑ کی طرح ذبح کیا جائے گا۔

اے افسوس! کوفہ سے عورتوں کو اسیر بنایا جائے گا۔ ان کی غذا کو شام میں قرار دیا جائے گا۔ تمھارے اور ان کے درمیان مشرقی فتنہ کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مغرب کی طرف سے ہاتفِ غیبی کی آواز آئے گی۔ پس اُس کی فریاد رس نہ ہوگی اور نہ اللہ اُس کی فریاد رسی کرے گا۔ لوگوں کے درمیان خون آلود ہوگا یہاں تک کہ جسے ذبح کیا جائے گا وہ مقتول کی شبیہ ہوگا۔ اور وہ ظہر کوفہ میں ہوگا جو کونان ہے۔ قریب ہے کہ اُس پر پُل بنائی جائے گی۔ ایک زمانہ آئے گا جب مومن باقی نہیں رہے گا مگر یہاں پر ہوگا اور اس کی طرف آئے گا۔ یہ مصیبت والا فتنہ ہے جس کی لگام پکڑی جائے گی جسے کوئی نہیں روکے گا۔ عرب کے ہر گھر میں فتنہ داخل ہوگا۔

اے حذیفہ! میں تجھے خبر دیتا ہوں: تیرا بیٹا قتل کیا جائے گا، بے شک علیؑ امیرالمومنین ہے۔ پس جو مومن ہے وہ ان کی ولایت میں داخل ہوتا ہے وہ جس امر پر صبح کرتا ہے۔ اُس کی مثل پر شام کرتا ہے۔ اس میں سوائے مومن کے کوئی داخل نہیں ہوتا اور اس میں سوائے کافر کے کوئی خارج نہیں ہوتا"۔ (اخبار معرفۃ الرجال: ۱/۵۷، حدیث ۴۷، بحارالانوار: ۳۸۶/۲۲، حدیث ۲۸)

یہ خطبہ احتجاج ۱/۱۴۹ میں بھی جعفرؑ بن محمدؑ سے مرسل طور پر بیان ہوا ہے۔ اس نے رسولِؐ خدا کی وفات سے تین دن بعد یہ خطبہ دیا ہے۔ اس خطبہ میں مولای کے بعد آیا ہے:

مولى كل مؤمن و مؤمنة على امير المومنين عليه

السلام وسید الوصیین و قائد الغر المحجلین، امام الصدیقین والشهداء والصالحین۔

"ہر مومن، مومنہ کے مولا علیؑ ہیں جو امیرالمومنین، وصیوں کے سردار، سفید پیشانی والوں کے قائد، صدیقین، شہدا اور صالحین کے امام ہیں"۔

لترکبن طبقا عن طبق ــــ اخبار میں ہے کہ لترکبن کی قرأت جمع والی ہے اور اس میں اُمت کو خطاب ہوا ہے۔

مرتضوی میں ہے: یعنی تم پہلی اُمتوں والے راستے پر چلو گے اور انھی کی طرح انبیاؑ کے بعد اوصیاءؑ سے غدر برپا کرو گے۔

باقری میں ہے: اے زرارہ! کیا یہ اُمت اپنے نبیؐ کے بعد درجہ بہ درجہ فلاں فلاں کی بابت ارتکاب نہیں کریں گے۔ (تفسیر قمی: ۲/۴۱۳، کافی: ۱/۴۱۵، حدیث ۱۷)

صادقی میں ہے: لترکبن طبقا عن طبق یعنی اپنے سے پہلوں کی سیرت پر چلو گے۔ (اکمال الدین: ۴۸۰، حدیث ۶، تفسیر صافی: ۵/۳۰۵)

قائم آلِ محمدؐ اور محمدؐ وآلِ محمدؐ کے بارے میں بھی رسولوں کی سنتیں اور سیرت جاری ہوئی ہے۔ مثلاً: حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کی طرح طویل عمر ہے۔ حضرت نوحؑ کی طرح قوم کی سزا میں دیر رکھی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی طرح ولادت کو پوشیدہ رکھا ہے اور لوگوں سے دُوری کو قرار دیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کی طرح ولادت کی کیفیت قرار دی ہے۔ خوف اور غیبت اور انھیں غائب کر کے رکھا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی طرح زندگی اور موت کے بارے لوگوں کا اختلاف ہے۔ حضرت ایوبؑ کی طرح مصیبت کے بعد کشائش کو قرار دیا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی طرح غیبت کو قرار دیا ہے وغیرہ وغیرہ جو غیبت کی اخبار میں

پھان بین کرنے والوں پرمخفی نہیں ہے۔(بحارالانوار:۳۵/۵۱)

خداوند نے فرمایا:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ (سورۂ مائدہ: آیت ۶۶)

"اگر وہ توریت وانجیل کو قائم رکھتے اور جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے تو اُوپر نیچے سے کھاتے"۔

عیاشی، صفار، کلینی نے اس آیت کی تفسیر میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ کہ سے مراد ولایت ہے۔(تفسیر عیاشی: ۳۳۰/۱، حدیث ۱۴۹، بصائر الدرجات: ۵۳۴، حدیث ۴۰، کافی: ۴۱۳/۱، حدیث ۶)

بصائر ثانی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ (سورۂ مائدہ: آیت ۶۸)

"اے اہل کتاب! تم کوئی شے نہیں ہو یہاں تک کہ تم توریت اورانجیل کو قائم کرو اور جو نازل کیا گیا ہے اُسے قائم رکھو"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مَآ اُنْزِلَ سے مراد ولایت ہے۔

خداوند نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (سورۂ مائدہ: آیت ۶۷)

"اے رسولؐ! پہنچادے اُسے جو تیرے پروردگار کی طرف سے تمھاری طرف نازل کیا گیا ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا رسالت کا کوئی کام ہی نہیں کیا"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مَآ اُنْزِلَ سے مراد ولایت ہے۔ (بصائر الدرجات: ۵۳۴، حدیث ۴۰)

کشف المحجہ کی فصل ۱۰۰ میں ہے: حضرت علی علیہ السلام نے اپنے سے پہلوں کی خلافت کے بارے میں اپنے شیعوں کے ایک خط میں تحریر فرمایا:

اُس میں ہے: فروہ بن عمر انصاری کھڑا ہوا جو رسولِ خدا کے ساتھ دو گھوڑوں کو آگے سے لگام پکڑ کر چلاتا تھا۔ اُس نے ہزار وسق کھجوریں توڑیں اور انھیں مسکینوں پر صدقہ کیں۔ اُس نے آواز دی: اے قریش! اُس نے آواز دی: اے گروہِ قریش!

اخبرونی وهل فیکم رجل تحل له الخلافة وفیه ما فی علی علیه السلام

"مجھے بتاؤ کیا تم میں کوئی شخص ایسا ہے جس کے لیے خلافت حلال ہو اور اُس میں وہ خصوصیات ہوں جو حضرت علیؑ میں ہیں"۔

یہاں تک کہ کہا:

لو جعلتموها فی اهل بیت نبیکم لاکلتم من فوقکم ومن تحت ارجلکم

"اگر تم خلافت کو اپنے نبیؐ کی اہلِ بیتؑ میں قرار دیتے ہو تو تم اُوپر نیچے سے کھاتے"۔ (کشف المحجہ: ۱۷۷، بحارالانوار: ۳۰؍۷، حدیث ۱)

ظریف اخبار میں ہے کہ شریک بن اعور السلمی معاویہ کے پاس آیا، اُس نے اُسے کہا: بخدا قسم! تو شریک ہے اور اللہ کے لیے شریک نہیں ہے تو ابن اعور (بھینگا کا بیٹا) ہے اور دیکھنے والے بھینگے سے بہتر ہوتا ہے تو قابلِ مذمت ہے اور عمدہ مذمت والے سے بہتر ہوتا ہے۔ تُو نے اپنی قوم کو کیسے روک دیا؟

شریک نے کہا: بے شک تو معاویہ ہے اور معاویہ نہیں ہے مگر کتیا ہوتی ہے تو ابن صخر (پتھر کا بیٹا) ہے اور میدان پتھر سے بہتر ہوتا ہے اور تو ابن حرب (جنگ کا بیٹا) ہے اور صلح جنگ سے بہتر ہوتی ہے۔ بے شک تو ابن امیہ ہے اور امیہ امۃ (ماں) کی تصغیر (چھوٹا پن) ہے تو امیر المومنین کیسے بن گیا ہے؟

معاویہ غصہ ہوا تو شریک باہر نکل گیا۔ (مختصر اخبار شعراء الشیعہ: ۵۹، شمارہ ۱۲۰، کشکول بہائی: ۲/۷۹)

امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور کی چند علامات

پہلی علامت: آسمان سے آگ کا پھینکا جانا

کتاب ارشاد میں منذر خوزی سے مروی ہے، میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، امام علیہ السلام نے فرمایا: قائم آلِ محمد علیہ السلام کے قیام سے پہلے لوگوں کو ان کے گناہوں کی بابت جھنجوڑا جائے گا۔ ان کے لیے آسمان سے آگ ظاہر ہوگی اور سرخی پیدا ہوگی جو آسمان پر چھا جائے گی۔ (ارشاد: ۲/۳۷۸، بحارالانوار: ۵۲/۲۲۱، حدیث ۸۵ اس میں منذر جوزی راوی ہے)

اس میں ہے: ظہور کی علامتوں میں ہے: مشرق سے ستارہ طلوع ہوگا جو چاند کی طرح روشن ہوگا۔ پھر زیادہ روشن ہوگا یہاں تک کہ دونوں طرف تک پھیل جائے گا اور آسمان میں سرخی ظاہر ہوگی جو آفاق میں پھیل جائے گی اور طویل عرصہ مشرق میں آگ ظاہر ہوگی اور فضا میں تین دن یا سات دن باقی رہے گی۔ (ارشاد: ۲/۳۶۸)

غیبتِ نعمانی میں ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝

"سوال کرنے والے نے واقع عذاب کے بارے میں سوال کیا"۔ (سورۂ معارج: آیت ۱)

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی تاویل یہ ہے کہ آگ گرے گی جو بنی اسد کے محلہ تک پھیل جائے گی۔ پھر چلتی ہوئی بنی ثقیف تک جائے گی اور آلِ محمدؐ کے کسی دشمن کو

نہیں چھوڑے گی مگر یہ کہ انھیں جلا دے گی اور یہ قائم آلِ محمدؑ کے قیام سے پہلے ہوگا۔ (غیبت نعمانی: ۲۸۱، حدیث ۴۸، بحار الانوار: ۵۲/ ۲۴۳، حدیث ۱۱۵)

علی بن ابراہیم نے کہا ہے: امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اس کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مغرب سے آگ نکلے گی۔ جلتے جلتے بنی سعد بن ہمام کی مسجد کے پاس تک پہنچ جائے گی۔ بنی اُمیہ کے ہر گھر کو اور ان کے اہلِ خانہ کو جلا دے گی۔ آلِ محمدؑ کے دشمن کے ہر گھر کو جلا دے گی اور وہ مہدی علیہ السلام ہوگا۔ (تفسیر قمی: ۳۸۵/۲)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب تم مشرق کی طرف بہت بڑی شے کی مثل آگ کو دیکھو جو تین یا سات دن رہے تو آلِ محمدؑ کے فرج کی اُمید رکھ لینا۔ (غیبت نعمانی: ۲۶۰، حدیث ۸۔ بحار الانوار: ۵۲/ ۲۲۹، حدیث ۹۵)

اس میں ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب تم آسمان میں علامت کو دیکھو اور وہ یہ ہے: مشرق کی طرف سے بہت بڑی آگ ابھرے گی جو کئی رات رہے گی۔ اُس وقت لوگوں کا چھٹکارا ہوگا اور یہ قائم آلِ محمدؑ کے قیام سے تھوڑی دیر پہلے ہوگا۔ (غیبت نعمانی: ۲۷۵، حدیث ۳۷، بحار الانوار: ۵۲/ ۲۴۰، حدیث ۱۰۷)

بعض اخبار سے ظاہر ہوتا ہے: سابقہ آیت سے مراد یہ ہے: سورج زوال سے عصر تک رُک جائے گا۔ (ارشاد: ۲/ ۳۷۳، بحار الانوار: ۵۲/ ۲۴۰، حدیث ۸۴)

بعض اخبار میں ہے: ماہِ رمضان میں آواز بلند ہوگی، جبرئیل ۲۳ رمضان جمعہ کی فجر کے وقت اتنی بلند آواز میں پکارے گا جس کو ساری مخلوقات اپنی اپنی زبان میں سنیں گے:

الا ان الحق مع علی و شیعته

"خبردار! حق علیؑ اور اُس کے شیعوں کے ساتھ ہے"۔ (ارشاد: ۲/۱۷۳، مناقب ابن شہرآشوب، ۲/۲۶۰، غیبت نعمانی: ۱/۳۰۱، حدیث ۶)

ظاہر ہے کہ یہاں (قذف سے مراد) پہلا معنی (آگ) والا ہے۔ واللہ العالم!

دوسری علامت: زمین کا دھنس جانا

ارشاد میں ہے: بغداد دھنس جائے گا، بصرہ شہر دھنس جائے گا۔ (ارشاد: ۲/۳۷۸)

غیبت نعمانی میں امام محمد باقر علیہ السلام کی حدیث ہے: جب ایسا ہو تو دیکھو کہ دمشق کے دیہاتوں میں حرستا نامی دیہات دھنس گیا ہے۔ (غیبت نعمانی: ۳۱۷، حدیث ۱۶، بحارالانوار: ۵۲/۲۵۳، حدیث ۱۴۴)

غیبت شیخ میں حضرت علی علیہ السلام کی حدیث میں ہے: جب ایسا ہو تو دیکھو کہ دمشق کے دیہاتوں میں سے حرستا نامی دیہات دھنس گیا ہے۔ (غیبت: ۴۶۱، حدیث ۴۷۶، بحارالانوار: ۵۲/۲۱۶، حدیث ۷۳)

ارشاد میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ظہور کی علامات کی بابت حدیث ہے۔ شام کا جابیہ نامی دیہات دھنس جائے گا۔ (غیبت: ۴۴۱، حدیث ۴۳۴، ارشاد: ۲/۳۷۲)

کتاب سرور اہل الایمان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: شام کے دیہاتوں میں سے جابیہ دیہات زمین میں دھنس جائے گا۔ (سرور اہل الایمان: ۲۹، بحارالانوار: ۵۲/۲۶۹، حدیث ۱۵۹)

بعض علامات میں تصحیف بعید نہیں ہے۔ شیخ نے غیبت میں امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا: ظہور سے قبل دس علامتوں کا ظاہر ہونا ضروری ہے:

① سفیانی ② دجال ③ دھواں...... ان سے مشرق کی زمین کے دھنس جانے، جزیرۂ عرب کے دھنس جانے کو شمار کیا ہے۔(غیبت: ۴۳۴، حدیث ۴۲۶، بحارالانوار: ۵۲/۲۰۹، حدیث ۴۸)

زمین بیداء کا دھنس جانا اس کا ذکر عنقریب آئے گا۔

تیسری علامت: مسخ اور بداخلاقی

ارشاد میں ہے: اسے ظہور کی علامتوں سے اصول کے طور پر استخراج کیا گیا ہے۔ان میں سے کئی کو شمار کیا ہے۔ان میں سے کچھ یہ ہیں: بدعتی لوگوں میں سے کچھ مسخ ہوں گے، بندر اور سور بن جائیں گے۔(ارشاد: ۲/۳۶۹، بحارالانوار: ۵۲/۲۱۹، حدیث ۸۲)

نعمانی نے ابوبصیر سے روایت کی ہے میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا:

> عذاب الخذی فی الحیوۃ الدنیا ولعذاب الآخرۃ اخذی
>
> ”دنیا کی زندگی میں رُسوائی والا عذاب اور آخرت کا عذاب زیادہ رُسوا کن ہے“۔

دنیا کی زندگی میں رُسوائی والا عذاب کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبصیر! اس سے بڑی رُسوائی کیا ہوسکتی ہے کہ بندہ اپنے گھر میں گھر والوں، بہن بھائیوں کے درمیان ہو اور اُس کے گھر والے گریبان چاک کریں اور چیخ و پکار کریں اور لوگ کہیں یہ کیا ہے؟

کہا گیا ہے کہ اس وقت مسخ ہوگیا ہے۔ پس میں نے کہا: یہ قائم آلِ محمدؐ کے قیام سے پہلے ہوگا یا اس سے بعد میں ہوگا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں بلکہ قیام سے پہلے ہوگا۔ (غیبت نعمانی: ۲۷۷،

حدیث ۴۱، بحارالانوار: ۵۲/۲۴۱، حدیث ۱۱۱)

امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے سوال ہوا:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

"عنقریب ہم انھیں اپنی نشانیاں آفاق میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان کے لیے واضح ہوجائے گا۔ یہ یہی حق ہے"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ اپنے آپ کو مسخ شدہ دیکھیں گے اور دیکھیں گے کہ ان پر آفاق ٹوٹ کر گر پڑا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھیں گے۔ خود میں اور آفاق میں اور یہ جو کہا ہے کہ یہاں تک کہ واضح ہوجائے گا کہ یہی حق ہے۔ اس سے مراد قائم آلِ محمدؐ کا قیام ہے جو اللہ عزوجل کی طرف سے حق ہے۔ انھیں مخلوق دیکھے گی اور یہ ضرور ہوگا۔ (غیبت نعمانی: ۲۷۷، حدیث ۴۰، بحارالانوار: ۵۲/۲۴۱، حدیث ۱۱۰)

ارشاد میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے: مذکورہ آیت میں فرمایا: زمین کے آفاق میں فتنے ہوں گے اور اعداء وحق مسخ ہوں گے۔ (ارشاد: ۲/۳۷۳، بحارالانوار: ۵۲/۲۲۱، حدیث ۸۳)

نفس زکیہ سے مراد کون ہے؟

اُس نے کہا ہے: میں تمھیں نفسِ زکیہ طیبہ کے بارے میں خبر دیتا ہوں......

اخبار میں نفسِ زکیہ کا تین لوگوں پر اطلاق ہوا ہے:

۱۔ آلِ محمدؐ کا غلام ہے اس کا نام محمد بن حسن ہے جو قائم علیہ السلام کے قیام سے پندرہ رات پہلے بلا جرم وخطا رکن اور مقام کے درمیان قتل ہوگا۔

یہ وہ ہے جسے قائم آلِ محمدؐ مدینہ سے مکہ بھیجیں گے، اسے قتل کردیا جائے گا۔ یہاں یہی شخص مراد ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے ساتھ اس کا بھائی قتل

ہوگا۔(غیبت: ۲۹۳، حدیث ۴۲۹، بحارالانوار: ۵۲/ ۲۰۷، حدیث ۴۵)

۲ محمد بن عبداللہ محض بن حسن بن حسن بن امیرالمومنینؑ عبداللہ کی والدہ فاطمہ بنت حسینؑ ہے۔ محمد کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوالقاسم ہے۔ اس کا مہدی بھی لقب ہے۔ اس سے اس روایت کی بابت دھوکا ہوتا ہے جس میں آپؑ نے فرمایا: مہدی میری اولاد سے ہے، اس کا نام میرے نام پر اُس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔(غیبت: ۱۸۰، حدیث ۱۴۰، الملاحم والفتن: ۱۵۶، حدیث ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۰۰، بحارالانوار: ۵۱/ ۱۰۲، حدیث ۳۹، نقل از کشف الغمہ)

۳ وہ شخص جو ظہر کوفہ میں قتل کیا جائے گا۔

حضرت سلمانؓ، عالم اور محدث

کشی رحمۃ اللہ علیہ نے جبرائیل بن احمد سے روایت کی ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، امام علیہ السلام نے فرمایا:

سلمان علم الاسم الاعظم

"سلمانؓ اسم اعظم کا علم رکھتا ہے"۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۵۶/۲۹، بحارالانوار: ۲۲/۳۴۶/۳، حدیث ۵۹)

شیخ مفیدؒ نے اختصاص میں تحریر کیا ہے: احمد بن محمد بن یحییٰ سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے ابن ابی خطاب سے، وہیب بن حفص سے، ابوبصیر سے مروی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ان سلمان علم الاسم الاعظم

"سلمانؓ اسم اعظم کا علم رکھتا ہے"۔ (اختصاص: ۱۱، بحارالانوار: ۲۲/۳۴۶/۳، حدیث ۵۹)

متعدد طرق سے البصائر میں ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت عیسیٰؑ کو دو حرف کا علم دیا گیا ہے اور حضرت موسیٰؑ کو چار حرف کا علم دیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو آٹھ حرف کا علم دیا گیا ہے۔ حضرت نوحؑ کو پندرہ حرف کا علم دیا گیا ہے اور حضرت آدمؑ کو پچیس حرف کا علم دیا گیا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ۷۲ حرف کا علم دیا گیا ہے اور ایک حرف کو زیر پردہ قرار دیا گیا ہے۔ (بصائر الدرجات: ۲۲۸، حدیث ۲)

بعض اخبار میں ہے: اللہ تعالیٰ کا علم ۷۳ حروف پر مشتمل ہے آصف کے پاس ایک حرف کا علم ہے جس کے ذریعے سے زمین اُس کے اور تخت بلقیس کے درمیان سے دھنس گئی اور اُس نے ہاتھ سے تخت اُٹھالیا۔ پھر زمین جیسی تھی ایسی ہوگئی اور یہ عمل چشم زدن سے زیادہ جلدی میں ہوا۔ (بصائر الدرجات: ۲۲۸، حدیث ۱)

بعض روایات میں ہے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو حرف کا علم دیا گیا ہے جن کے ذریعے سے وہ مُردے زندہ کرتے، کوڑھی اور برص (پھلبہری) کے مریضوں کو ٹھیک کرتے تھے۔ (بصائر الدرجات: ۲۲۸، حدیث ۳)

بعض روایات میں ہے: کان سلیمان عندہ اسم اللہ الاکبر الذی اذا سئل بہ اعطی واذا دعی بہ اجاب ولو کان الیوم لاحتاج الینا "حضرت سلیمانؑ کے پاس اسم اللہ الاکبر کا علم تھا۔ جب ان سے سوال کیا جاتا تو اُن کو جواب عطا کردیا جاتا۔ جب انھیں پکارا جاتا وہ جواب دیتے اگر وہ آج ہوتا تو ہمارا محتاج ہوتا۔ (بصائر الدرجات: ۲۳۱، حدیث ۲)

بعض اخبار میں ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس حضرت سلیمانؑ کا ذکر ہوا اور ان کو ملے ہوئے علم اور بادشاہی کا ذکر ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: حضرت سلیمانؑ بن داوٗدؑ کو جو علم دیا گیا وہ ایک حرف کا علم تھا جس کا تعلق اسم اعظم سے ہے۔ (بصائر الدرجات: ۲۳۲، حدیث ۱)

پس معلوم ہوگیا کہ جس کے پاس جتنا اسمِ اعظم ہے اتنی ہی اُس کی فضیلت اور معجزات دکھانے کی قدرت ہوتی ہے۔

بعض اخبار میں ہے: عمر بن حنظلہ سے مروی ہے: میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: میرا گمان ہے کہ میرے لیے آپؑ کے نزدیک منزلت ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔

میں نے عرض کیا: مجھے آپؑ سے ایک کام ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا کام ہے؟

میں نے عرض کیا: مجھے اسمِ اعظم تعلیم فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو اسے برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

امام علیہ السلام نے فرمایا: کمرے میں داخل ہو جا۔ پس میں کمرے میں داخل ہوا تو امام علیہ السلام نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا، کمرہ میں گھپ اندھیرا ہو گیا۔ پس عمر کی ہڈیاں کانپنے لگیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا کہتا ہے: تجھے تعلیم دوں؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

پس امام علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اُٹھایا تو کمرہ جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا۔ (بصائر الدرجات: ۲۳۰، حدیث ۱)

اسی باب سے وہ ہے جو خرائج میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی سند سے ہے: حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس کچھ لوگ آئے اور انھوں نے کہا: اے ابوعبداللہ! ہمیں اپنی فضیلت کے بارے میں خبر دیں جو اللہ نے تمھارے لیے قرار دی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم اُسے برداشت نہیں کر سکو گے اور اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہو؟

انھوں نے کہا: ہاں ہم اُسے برداشت کر لیں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو دو آدمی جھکیں، ایک کو خبر دیتا ہوں اگر اُس نے برداشت کر لیا تو تمھیں بتاؤں گا پس دو آدمی جھکے۔ امامؑ نے ایک کے کان میں خبر

سنائی اُس کی عقل اُڑ گئی اور وہ منہ کے بل چلنے لگا۔ اُس کے ساتھیوں نے اُس سے بات کی لیکن اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پس وہ واپس چلے گئے۔ (الخرائج والجرائح: ۲/ ۷۹۴، حدیث ۴، بحارالانوار: ۲۵/ ۳۷۸ حدیث ۲۶)

ایک شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور اُس نے عرض کیا: مجھے اپنی فضیلت بتائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے لیے قرار دی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تجھ میں اس کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

اُس نے کہا: جی ہاں اے فرزند رسولؐ! میں اِسے برداشت کرلوں گا، پس امام حسین علیہ السلام نے اُسے حدیث بتائی جب امام علیہ السلام فارغ ہوئے تو اُس شخص کا سر اور داڑھی سفید ہوگئی اور وہ اس حدیث کو بھول گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت نے درک کیا ہے کیونکہ اُس نے اِسے حدیث بھلا دی ہے۔ (الخرائج والجرائح: ۲/ ۷۹۵، حدیث ۵، بحارالانوار: ۲۵/ ۳۷۹)

کشیؒ نے جبرائیل بن احمد سے روایت کی ہے: مجھے حسن بن خزاز، حسن بن علی بن فضال نے، ثعلبہ بن میمون سے، زرارہ سے خبر دی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام محدث تھے اور سلمانؓ محدث تھا۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/ ۵۴، حدیث ۴، بحارالانوار: ۲۲/ ۳۴۹، حدیث ۶۸)

حمدویہ بن نصیر سے مروی ہے: ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: امام علیہ السلام نے فرمایا:

کان واللہ علی محدثا وکان سلمان محدثا قلت اشرح لی

قال یبعث اللہ ملکا ینقر فی اذنہ یقول: کیت وکیت

”خدا کی قسم! علیؑ محدث تھے اور سلمانؓ محدث تھے۔ میں نے

عرض کیا: اس کی وضاحت فرمائیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا تھا جو اُن کے کان میں آواز دیتا تھا کہ یوں یوں بات ہے"۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۶۲، حدیث ۳۶، بحارالانوار: ۲۲/۳۵۰، حدیث ۷۲)

حسن بن منصور سے مروی ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

اکان سلمان محدثا؟ قال نعم قلت: من یحدثه؟ قال ملك کریم

"کیا سلمانؓ محدث تھے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے عرض کیا: اُن کو کون خبر دیتا تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: کریم فرشتہ"۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۷۲، حدیث ۴۴، بحارالانوار: ۲۲/۳۵۰، حدیث ۷۴)

ابوبصیر سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام محدث تھے اور سلمانؓ محدث تھے۔

میں نے عرض کیا: اُن کے محدث ہونے کی نشانی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اُن کے پاس فرشتہ آتا تھا جو اُن کے دل میں یہ یہ باتیں ڈال دیتا تھا۔ (امالی شیخ طوسی: ۷/۴۰۷، حدیث ۹۱۴، بحارالانوار: ۲۲/۳۲۶، حدیث ۳۱)

اسے صفار نے بصائر کبیر میں احمد بن محمد سے روایت کیا ہے جو گذشتہ روایت کی مثل ہے۔ (بصائر الدرجات: ۳۴۲، حدیث ۴)

شیخ صدوقؒ نے علل الشرائع میں حضرت فاطمہ علیہا السلام کے محدثہ ہونے والی

روایت کے بعد کہا ہے۔۔۔۔ مروی ہے کہ سلمانؓ محدث تھے۔ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کے بارے میں سوال کیا کہ اُن کو کون خبر دیتا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: رسولؐ خدا اور امیر المومنینؑ اُنھیں خبر دیتے تھے۔ یہ محدث ہو گئے دوسرے محدث نہیں ہوئے جن کو دونوں خبر دیتے تھے کیونکہ انھیں وہ خبر دیتے تھے جس کی ان کے علاوہ دوسرے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور وہ اللہ کے علم مخزون اور مکنون سے خبر دیتے تھے۔ (علل الشرائع: ۱/۱۸۲، حدیث ۲، بحار الانوار: ۲۲/۳۳۰، حدیث ۴۱)

محدث، نبی اور رسول کے درمیان فرق

تحقیق یہ ہے کہ سابقہ اخبار میں مذکور لفظ محدث اور جو امام کے اوصاف کے بارے میں بیان ہوا ہے۔۔۔۔ اس کے درمیان اور نبی و رسول کے درمیان فرق اور جو خداوند متعال کے اس فرمان میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى

"ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی بھیجا ہے مگر جب انھوں نے آرزو کی"۔ (سورۂ حج: آیت ۵۲)

وہ لا محدث ہے جو مفصول کے لیے ہے۔ ان اخبار میں علم کی خاص نوع کو بیان کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بغیر کسب کرنے کے دل پر خبر اُترتی ہے جبکہ اُسے اُس سبب کی اطلاع اور آگاہی ہوتی ہے جس سے اس علم کا استفادہ کیا گیا ہوتا ہے جیسے فرشتے کو دیکھے بغیر اس کی آواز کا سننا یا بغیر سنے دل میں آنا یا الہام ہونا ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ خبر سن کر اُسے روایت کرنا اور اُس کی خبر دینا ہے۔

رضوی میں ہے: آئمہ علما، حلما (حلیم) سچے، سمجھے ہوئے اور محدث ہیں۔

(بصائر الدرجات: ۳۳۹، حدیث ۱، کافی: ۱/۲۷۱، حدیث ۳، عیون اخبار الرضا:

۱/۲۲، حدیث ۴۴)

صادق میں ہے: امام علیہ السلام کی خدمت میں محدث کا ذکر ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ آواز سنتا ہے اور دیکھتا نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: اللہ آپؑ کی خیر کرے کیسے معلوم ہو کہ یہ فرشتے کی کلام ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ سکون اور وقار عطا کرتا ہے یہاں تک کہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فرشتہ ہے۔ (بصائر الدرجات: ۳۴۳، حدیث ۹)

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: کیا علی علیہ السلام محدث تھے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! اس کے بعد میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: کیا آپؑ نے مجھے خبر نہیں دی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام محدث تھے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، محدث تھے۔

میں نے عرض کیا: انھیں کون خبر دیتا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: انھیں فرشتہ خبر دیتا تھا۔ (بصائر الدرجات: ۳۴۳، حدیث ۱۰)

زرارہ سے مروی ہے: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان تینوں کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے آخر میں فرمایا: محدث آواز سنتا ہے اور کسی شے کو دیکھتا نہیں ہے۔ (بصائر الدرجات: ۳۸۸، حدیث ۳)

اس کی مثل کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے: (بصائر الدرجات: ۳۹۰، حدیث ۷)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا: محدث وہ ہے جسے بتایا جاتا ہے وہ بات سنتا ہے اُس کہنے والے کا معائنہ نہیں کرتا اور نہ ہی اُسے خواب میں دیکھتا ہے۔ (بصائر الدرجات: ۳۹۰، حدیث ۹)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے برید نے روایت کی ہے: محدث آواز سنتا ہے اور صورت کو نہیں دیکھتا ہے۔ (بصائر الدرجات: ۳۹۱، حدیث ۱۱)

زرارہ سے مروی ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: محدث آواز سنتا ہے اور مشاہدہ نہیں کرتا ہے۔ (بصائر الدرجات: ۳۹۱، حدیث ۱۲)

ایک لفظ میں ہے: محدث وہ ہے جو فرشتہ کی آواز سنتا ہے اُسے دیکھتا نہیں ہے اور نہ ہی وہ خواب میں نظر آتا ہے۔

امام علیہ السلام سے مروی ہے: محدث وہ ہے جو بات سنتا ہے اُس کہنے والے کا معائنہ نہیں کرتا اور نہ ہی خواب میں کہنے والا اُس کے پاس آتا ہے۔ (بصائر الدرجات: ۳۹۳، حدیث ۱۹)

روح القدس (۱)

رسالہ طاہریہ تالیف عارف، محدث شیخ احمد بن زین الدین احسائی نے مرسلاً تحریر کیا ہے: روح القدس اُس سے ملاقات کرتا ہے اور اُسے خبر دیتا ہے۔ (رسالہ طاہریہ ضمن کتاب جوامع الکلام: ۲/۲۲۱)

مجھے معتبر کتابوں میں نہیں ملا ہے مگر اس کا مرسل ہونا اعتماد میں کافی ہے۔

---

(۱) روح قدس کے معنی میں مختلف آرا ہیں:

- جبرائیلؑ ہے، یعنی حضرت جبرائیلؑ نے حضرت عیسیٰؑ کی مدد کی۔
- غیبی قوت ہے جس نے حضرت عیسیٰؑ کی مدد کی۔ اسی قوت کے ذریعے سے وہ مردے زندہ کرتے تھے۔
- روح قدس انجیل ہے ظاہر ہے کہ دونوں سابقہ تفسیریں معنی کے قریب ہیں۔ (الامثل فی تفسیر کتاب اللہ المنزل: ۱/۲۹۲)

روح القدس وہ ہے جو نہ سوتا ہے، نہ غافل ہوتا ہے، نہ لہویات میں مبتلا ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے سے امام شرقِ ارض، غربِ ارض، خشکی و تری میں موجود چیزوں کو دیکھتا ہے۔

باقری میں ہے: اوصیاء سارے محدث ہیں ان کو روح قدس خبر دیتا ہے وہ اُسے دیکھتے نہیں ہیں۔ (بصائر الدرجات: ۴۷۳، حدیث ۹)

صادقی میں ہے: روح القدس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ان سب اَرواح کو خبریں ملتی ہیں۔ پس روح القدس نہ لہویات کرتا ہے، نہ تبدیل ہوتا ہے، نہ کھیلتا ہے۔ وہ روح القدس کے ذریعے سے جانتے ہیں۔

اے جابر! عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک (کو دیکھتے ہیں) جعیدؒ ہمدانی نے کہا ہے جو کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں شہید ہوئے۔ آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کس شے کے ذریعے حکم لگاتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے جعید! ہم آلِ داؤدؑ کے ذریعے سے حکم لگاتے ہیں۔ جب ہم کسی شے کو دیکھتے ہیں تو وہ روح القدس کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ (بصائر الدرجات: ۴۷۳، حدیث ۱۲، ۴۷۲: حدیث ۷)

اگر گذشتہ حدیث صحیح ہو تو سلمانؓ ان میں سے قرار پائیں گے جو بنی آدمؑ سے معصومین علیہم السلام کے بعد اپنے سے اُوپر کسی کو نہیں رکھتے۔

جنت سلمانؓ کا اشتیاق رکھتی ہے!

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے العیون میں محمد بن عمر بن سالم بن براءالجعابی سے روایت کی ہے: ہمیں محمد بن حسن بن عبداللہ بن محمد بن عباس رازی تمیمی، سیدی علیؑ بن موسیٰ الرضاؑ، میرے بابا علیؑ بن حسینؑ، میرے بابا الحسینؑ بن علیؑ نے خبر دی ہے:

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

الجنة تشتاق اليك والى عمار و سلمان و ابی ذر و المقداد

"جنت تیری اور عمارؓ اور سلمانؓ اور ابوذرؓ و مقدادؓ کی طرف مشتاق ہے"۔(عیون اخبار الرضا: ۱/۶۷، حدیث ۳۰۶، بحارالانوار: ۲۶/۳۴۰، حدیث ۵۲)

اسے کتاب الخصال نے باب پنجم میں بھی روایت کیا ہے۔(الخصال: ۱/۳۰۳، حدیث ۸۰، بحارالانوار: ۲۲/۳۲۴، حدیث ۲۲)

کشیؒ نے حمدویہ اور ابراہیم سے روایت کی ہے: ہمیں ایوب بن نوح نے صفوان سے خبر دی ہے، عاصم بن حمید سے، فضیل رسان سے خبر دی ہے۔ میں نے ابوداؤد سے سنا، اُس نے کہا: مجھے بریدہ اسلمی نے خبر دی، رسولؐ خدا نے فرمایا: جنت تین لوگوں کی طرف مشتاق ہے۔

راوی کہتا ہے: اتنے میں حضرت ابوبکر آئے۔ کسی نے کہا: اے ابوبکر آپ صدیق اور ثانی اثنین اذھما فی الغار ہیں۔ آپ رسولؐ خدا سے پوچھیں وہ تین کون ہیں؟

اُس نے کہا: مجھے سوال کرنے سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں میں ان میں سے نہ ہوں

اس سے بنی تمیم پر عیب لگ جائے گا۔

پھر حضرت عمر آئے۔ کسی نے کہا: اے ابو حفص! رسولؐ خدا نے کہا ہے: جنت تین لوگوں کی طرف مشتاق ہے۔ آپ فاروق ہیں، فرشتہ آپ کی زبان پر بولتا ہے، آپ رسولؐ خدا سے ان تین لوگوں کے بارے میں سوال کریں؟

اُنھوں نے کہا: مجھے سوال کرنے سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں میں ان میں سے نہ ہوں اس سے بنی عدی پر عیب لگ جائے گا۔

پھر حضرت علی علیہ السلام آئے۔ کسی نے کہا: رسولؐ خدا نے فرمایا ہے: جنت تین لوگوں کی طرف مشتاق ہے۔ آپؑ پوچھیں کہ وہ کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں آپؐ سے سوال کرتا ہوں اگر میں ان میں سے ہوا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا اور اگر ان میں سے نہ ہوا تو بھی اللہ کی حمد کروں گا۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا: یا رسولؐ اللہ! آپؐ نے فرمایا ہے: جنت تین لوگوں کی طرف مشتاق ہے۔ وہ تین لوگ کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: تو ان میں سے ہے اور تو ان میں سے پہلا ہے اور سلمانؓ فارسی ہے وہ تھوڑا بوڑھا ہے وہ تیرا فرمانبردار ہے۔ اُسے اپنے ساتھ لازم قرار دے اور عمارؓ بن یاسر ہے وہ تیرے ساتھ کئی جنگوں میں رہے گا وہ تیرے ساتھ ہر جنگ میں رہے گا۔ اس میں بھلائی زیادہ روشن نور والا ہے اس کا اُجر بہت زیادہ ہے۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۱۲۹، حدیث ۵۸)

شیخ مفید نے اختصاص میں تحریر کیا ہے: عیسیٰ بن حمزہ سے مروی ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اُس حدیث کے بارے میں عرض کیا جو چار کے بارے میں ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کیا ہے؟

میں نے کہا: چار جن کی طرف جنت مشتاق ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں وہ سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ اور عمارؓ ہیں۔
(اختصاص: ۱۲، بحارالانوار: ۲۲/۳۴۶، حدیث ۶۰)

عشق کی حقیقت؟

عشق: محبت میں افراط

ارسطو نے کہا ہے: محبوب کے عیوب کے اِدراک سے اپنی حس کو اندھا قرار دے دینا۔ یہ ان معروف امراض میں سے ہے جو مالی خولیا کی انواع میں سے ہے۔ جو فنون کی تشویش کا باعث ہے اور اس سے فکر فساد اور خوف کی طرف جاتی ہے۔

اطباء نے اس کی یوں تعریف کی ہے: یہ وسواسی مرض ہے جسے انسان اپنے نفس کی طرف جلب کرتا ہے۔ وہ اپنی فکر کو بعض صورتوں کے استحسان پر مسلط کرتا ہے۔ یہ جھگڑوں اور باطل برپا کرنے والوں کو عارض ہوتی ہے۔ یہ دیکھنے، سننے سے زیادہ ہوتی ہے۔ سفر اور جماع سے کم ہوتی ہے۔

علل الشرائع اور امالی میں ہے: مفضل بن عمر سے مروی ہے: میں نے ابوعبداللہ جعفر بن محمد صادق علیہ السلام سے عشق کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

قلوب خلت عن ذکر اللہ فاذا قھا اللہ حب غیرہ

''ایسے دل جو ذکرِ خدا سے خالی ہوں اللہ انھیں اپنے غیر کی محبت کا ذائقہ چکھا دیتا ہے''۔ (علل الشرائع: ۱/۱۴۰، حدیث ۱، امالی: ۷۶۵، حدیث ۱۰۲۹، بحارالانوار: ۷۰/۱۵۸، حدیث ۱)

کامل مومن کی صفت

کامل مومنین کی صفات میں بیان کردہ دو حدیثوں سے ہم اپنے کلام کو ختم

کرتے ہیں۔ اگرچہ کافی، نہج البلاغہ اور کنز کراجکی میں ہمام کی مروی روایت میں مختلف طرق اور متون سے ہیں جو اعتبار کرنے والوں کے لیے عبرت اور غوروفکر کرنے والوں کے لیے تبصرہ ہیں مگر ان میں عمدہ حکمتیں ہیں جن سے ذہن خوش اور دیکھنے والے کا شوق بڑھتا ہے۔

حدیث اوّل

زید زرار سے مروی ہے: اس کی اصل کتاب سے روایت لی گئی ہے جو اصول میں سے ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہم مومن نہ ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں؟

میں نے عرض کیا: اس لیے کہ ہم خود میں ایسے شخص کو نہیں پاتے جس کے پاس اُس کا بھائی ہے اور وہ درہم و دینار کو ترجیح دے اور ہم درہم و دینار کو اپنے بھائی پر ترجیح دے دیتے ہیں حالانکہ ہمارے اور اُس کے درمیان امیرالمومنین علی علیہ السلام کی ولایت ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہرگز ایسا نہیں ہے تم مومن ہو لیکن تمھارا ایمان کامل نہیں ہوسکتا مگر تب مکمل ہوگا جب ہمارا قائمؑ قیام فرمائے گا اُس وقت اللہ تعالیٰ تمھارے خواب شرمندۂ تعبیر کرے گا۔

اُس وقت تم کامل مومن بن جاؤ گے۔ اگر زمین میں کامل مومن نہ ہوں تو ہمیں اس کی طرف بلند کیا جائے گا اور تم زمین کا انکار کرو گے اور تم آسمان کا انکار کرو گے۔ بلکہ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! زمین کے اَطراف واکناف میں مومنین ہیں جن کے نزدیک ساری زمین کی قدروقیمت مچھر کے پَر کے برابر ہے۔ اگر ساری کی ساری دنیا سرخ سونا ہو اور ان میں سے کسی ایک کی

گردن پر ہو پھر اُس کے سر سے گر جائے تو اُسے پتا نہیں چلے گا کہ اُس کی کیا چیز گری ہے؟ کیونکہ یہ اُس کی نظر میں کوئی شے نہیں ہے۔ ان کی زندگی سبک ہوتی ہے۔ ان کے گھر ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ روزے رکھنے سے ان کے پیٹ کمر سے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔

تسبیح کر کے ان کے ہونٹ خشک ہوتے ہیں۔ رونے سے ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہتی ہے۔ راتوں کو بیدار رہنے سے ان کے چہرے زرد ہوتے ہیں۔ یہ ان کی علامتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انجیل، تورات، قرآن، زبور اور پہلے صحیفوں میں بیان کیا ہے اور ان کا یہ وصف بیان کیا ہے:

سِيمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ (سورۂ فتح: آیت ۲۹)

اس سے مراد شب بیداریوں کی وجہ سے ان کے چہرے زرد ہوتے ہیں"۔ وہ بھائیوں سے خوش حالی اور تنگ دستی میں نیکی کرتے ہیں۔ تنگی میں ان کو خود پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کا وصف یوں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۂ حشر: آیت ۹)

"گو انھیں خود ضرورت موجود ہو تاہم دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا جائے پس یہی لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں"۔

جب رات ہوتی ہے تو زمین کو فرش قرار دیتے ہیں اور خاک کو بستر بنا لیتے ہیں۔ زمین پر اپنی جبین (ماتھے) ٹیکتے ہیں اور جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے اپنے رب کے حضور گریہ وزاری کرتے ہیں۔ صبح ہوتی ہے تو لوگوں سے گھل مل جاتے ہیں۔

ان کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہیں کرتے، راستے طے کرتے ہیں، پانی کو پاک اور طیب قرار دیتے ہیں۔ ان کے نفوس تھکے ماندے اور جسم قوی ہوتے ہیں۔ لوگ ان سے راحت میں ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کے نزدیک لوگوں سے زیادہ شرارتی ہوتے ہیں اور اللہ کے نزدیک لوگوں سے زیادہ نیک ہوتے ہیں۔ وہ بات کریں تو ان کی کوئی تصدیق نہیں کرتا، کسی سے رشتہ مانگیں تو کوئی شادی نہیں کرتا۔ اگر سامنے آئیں تو پہچانے نہیں جاتے۔ اگر غائب ہوجائیں تو کھوتے نہیں ہیں۔ ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں۔ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ ان کی زبانیں محفوظ ہوتی ہیں۔ ان کے سینے ذکرِ خدا کے لیے ظرف ہوتے ہیں۔ اگر اس کا کسی کو اہل سمجھتے ہیں تو اپنی زبانوں پر تالے لگا لیتے ہیں اور ان کی چابیوں کو غائب کردیتے ہیں۔ اپنے منہ پر پردہ ڈالتے ہیں۔ پہاڑوں سے زیادہ مضبوط ان سے کوئی شے گرتی نہیں ہے۔ علم کے خازن اور حکمت کی کان، نبیوں کے فرماں بردار، صدیقین، شہدا اور صالحین کے فرمانبردار ہوتے ہیں۔ منافق انھیں برے، گونگے اور اندھے سمجھتے ہیں بلکہ وہ گونگے، بہرے اور پاگل نہیں ہوتے ہیں۔ وہ فصیح، بردبار، پرہیزگار، نیکوکار، اللہ کے چنے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں خوفِ خدا ہوتا ہے۔ ان کی زبانیں خوفِ خدا کے باعث بند ہوتی ہیں۔ اپنے رازوں کو چھپاتے ہیں۔ ان سے مل بیٹھنے اور باتیں کرنے کا کتنا شوق رہتا ہے۔ ان کے مفقود ہوجانے کی کتنی مصیبت ہوتی ہے۔ اُنھیں مصیبتیں دُور کرنے والے اور ان سے محفل اور بیٹھنے کے لیے دوسروں کو قرار دینے والے ان کو تلاش کرو۔ اگر مل جائیں تو ان کے نور سے روشنی میں تو تم ہدایت پاؤ گے اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہوں گے۔

وہ لوگوں میں کبریت و احمر سے زیادہ معزز ہوتے ہیں، اپنے راز چھپاتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ رکھتے ہیں اور خوش حالی اور تنگ دستی کی

حالت میں بھائیوں کی مدد کرتے ہیں۔ یہ ان کی رواداری اور محبت ہے۔ ان کے لیے خوشخبری اور اچھا انجام ہے۔ وہ جنت فردوس کے وارث ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کی جنت میں مثال فردوس کی جنت میں موجود مثال ہے۔ وہ جہنم میں جانے کے لیے مطلوب اور جنت میں گھرے ہوئے ہوں گے۔ یہ جہنمیوں کی بات ہے۔

مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُم مِّنَ الْأَشْرَارِ (سورۂ ص: آیت ۶۲)

"ہمیں کیا ہے کہ ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھ پا رہے جن کو شرارتیوں سے شمار کرتے تھے"۔

پس وہ ان لوگوں کے نزدیک شرارتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مقام کو بلند کرے گا اور وہ انھیں جنت میں دیکھیں گے۔ انھیں دیکھ کر وہ جہنم میں حسرت کریں گے اور کہیں گے: کاش ہمیں واپس لوٹا جائے۔ ہم ان کی طرح کے ہو جائیں گے۔ وہ نیک تھے اور ہم شرارتی تھے۔ یہ اہلِ جہنم کے لیے حسرت ہوگی۔ (اصولِ ستہ عشر: ۱۲۷، حدیث ۲۰، بحار الانوار: ۶۴/ ۳۵۰، حدیث ۵۴)

حدیث دوم

شیخ صدوق رحمہ اللہ نے صفات الشیعہ میں محمد بن حنفیہ کی اسناد سے روایت کی ہے: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جنگِ جمل کے بعد بصرہ میں تشریف لے آئے تو احنف بن قیس نے ان کی دعوت کی، کھانا تیار کیا۔ اُنھوں نے امامؑ کی اور ان کے اصحابؓ کی طرف آدمی بھیجا۔ امامؑ تشریف لے آئے تو فرمایا: اے احنف! میرے صحابیوںؓ کو بلاؤ۔ امامؑ کی خدمت میں لوگوں کی ایک جماعت آئی جو خشوع کی حالت میں آئے گویا گورنر کے زیرِ عتاب ہیں۔

احنفؓ بن قیس نے کہا: اے امیر المومنینؑ! یہ کیا ہے جو انھیں عارض ہوا ہے

کھانا کم ہے یا جنگ کا خوف ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، اے احنف! اللہ تعالیٰ قوموں کو دوست رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں انھیں کم مائیگی سے نوازتا ہے۔ قیامت کے دن انھیں قرب نصیب ہوگا۔ انھوں نے خود کو ایسی شے پر آمادہ کیا جس کا انکار کیا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والی صبح کا ذکر ہوا تو انھوں نے وہم کیا کہ آگ سے گردن نکلی ہے۔ ساری مخلوقات اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گی۔

سارے لوگوں کے سامنے کتاب نکالی جائے گی جس سے انھیں اپنے گناہوں کی وجہ سے رُسوائی ہوگی۔ قریب ہوگا کہ ان کے نفوس سیلاب کی طرح بہہ جائیں یا ان کے دل خوف سے اُڑ جائیں اور ان کی عقلیں جدا ہو جائیں گی اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جدا ہو گئے تھے۔ وہ اندھیروں میں خوش ہوتے تھے۔ (صفات الشیعہ: ۳۹، بحار الانوار: ۷/۲۱۹، حدیث ۱۳۲)

رجال ابی عمرو کشی میں ہے: عبداللہ بن بکیر کے غلام جعفر نے عبداللہ بن محمد بن نصیک سے، نصیبی سے روایت کی ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اے سلمان! فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس جا اور اُن سے کہو: آپ کے پاس جنتی تحفہ آیا ہے۔ وہ بی بی کے پاس گئے۔ بی بی کے سامنے تین طشت تھے۔ اُنھوں نے کہا: اے دخترِ رسولِ خدا! مجھے جنتی تحفوں میں سے دیں؟

بی بی نے کہا: یہ تین طشت ہیں: تین عورتیں لے کر آئی ہیں، ان سے ان کے نام پوچھے تو ایک نے کہا: مَیں سلمہ ہوں جو سلمان کے لیے ہوں۔ دوسری نے کہا: میں ذرہ ہوں ابوذر کے لیے ہوں۔ تیسری نے کہا: میرا نام مقدودہ ہے مقداد کے لیے ہوں۔ پھر ایک مٹھی لی اور مجھے دی۔ پس مَیں جہاں سے گزرتا تھا اُس کی خوشبو پھیلتی

جاتی تھی۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۳۹، حدیث ۱۹، بحارالانوار: ۲۲/۳۵۲، حدیث۸۱)

دُعائے نُور

طاؤس آلِ طاؤس رضی الدین علی نے مہج الدعوات میں شیخ علی بن محمد بن علی بن عبدالصمد سے روایت کی ہے: ہمیں شیخ میرے دادا نے خبر دی، ہمیں فقیہ ابوالحسن، شیخ عالم ابوالبرکات علی بن حسین حسنی خوزی، شیخ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی فقیہ قدس اللہ سرہٗ نے خبر دی۔ ہمیں حسن بن محمد بن سعید کوفی ہفرات بن ابراہیم، جعفر بن محمد بن بشر یہ قطان، محمد بن ادریس بن سعید انصاری، داؤد بن رشید، ولید بن شجاع بن مروان نے عاصم سے، عبداللہ بن سلمانؓ فارسی سے اُس نے اپنے باپ سے خبر دی ہے کہ:

میں ایک دن اپنے گھر سے رسولؐ خدا کی وفات سے دس روز بعد نکلا۔ میری حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے ملاقات ہوئی جو رسولؐ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ انھوں نے مجھے کہا: اے سلمانؓ! تُو نے رسولؐ خدا کے بعد ہم سے جفا کی ہے؟

میں نے کہا: اے ابوالحسنؑ! دوست آپ جیسے سے جفا کیسی مگر یہ کہ میرا رسولؐ خدا کی بابت غم طویل ہوگیا۔ آپؑ ہی نے مجھے آپؑ کی زیارت سے منع فرمایا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! فاطمہؑ دختر رسولؐ خدا کی منزل پر جاؤ، اُنھیں آپ سے ملنے کا اشتیاق ہے۔ وہ چاہتی ہیں کہ تمھیں جنّتی تحفہ دے جو اُسے جنت سے ملا ہے۔

میں نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا: رسولؐ خدا کی وفات کے بعد فاطمہ سلام اللہ علیہا کو جنّتی تحفہ ملا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، کل ہی اُسے جنتی تحفہ ملا ہے۔

سلمانؓ نے کہا: میں جلدی جلدی چلتا ہوا فاطمہ سلام اللہ علیہا دختر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر آیا۔ اُس وقت بی بی بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس پر عبا کا ٹکڑا تھا، سر پر ڈالتی تو پاؤں ننگے ہو جاتے، پیروں پر ڈالتی تو سر ننگا ہو جاتا۔ جب اُس نے میری طرف دیکھا، سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور فرمایا:

اے سلمانؓ! میرے باپ کی وفات کے بعد تُو نے مجھ سے جفا کی ہے!

میں نے عرض کیا: اے حبیبہ! میں نے کوئی جفا نہیں کی ہے؟

بی بیؑ نے فرمایا: تھوڑی دیر بیٹھ اور جو میں کہتی ہوں اُسے سمجھ۔ میں کل اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی، گھر کا دروازہ بند تھا۔ میں سوچنے لگی کہ ہم سے وحی منقطع ہو گئی ہے اور فرشتے ہمارے گھر سے چلے گئے ہیں۔ میں اسی سوچ میں تھی کہ کسی کے کھولے بغیر دروازہ کھل گیا۔ اتنے میں تین عورتیں اندر آئیں دیکھنے والوں نے ان جیسی حسین، ان جیسی شکل والی، ان کے چہرے کے نظارہ جیسی، ان جیسی پاک خوشبو والی نہیں دیکھیں۔ میں انکاری حالت میں ان کی طرف اُٹھ کر گئی۔

میں نے کہا: تم اہلِ مکہ سے ہو یا اہلِ مدینہ سے ہو؟

انھوں نے کہا: اے بنتِ محمدؐ! ہم نہ مکہ سے ہیں اور نہ ہی مدینہ سے ہیں اور نہ ہی زمین کے کسی خطے سے ہیں۔ ہم تو حوریں ہیں، دار السلام سے آئی ہیں۔ ہمیں رب العالمین نے تمھاری طرف بھیجا ہے۔

اے دخترِ محمدؐ! ہم آپؑ کی زیارت کی مشتاق تھیں۔

میں نے اُس سے کہا: جسے سب سے بڑی خیال کیا: تیرا نام کیا ہے؟

اُس نے کہا: میرا نام مقدودہ ہے۔

میں نے پوچھا: تیرا نام مقدودہ کیوں ہے؟

اُس نے کہا: مجھے صحابیٔ رسولؐ مقدادؓ بن اسود کندی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

میں نے دوسری سے کہا: تیرا نام کیا ہے؟

اُس نے کہا: میرا نام ذرہ ہے۔

میں نے کہا: تیرا نام ذرہ کیوں ہے حالانکہ تو میری نظر میں نبیلہ ہے؟

اس نے کہا: مجھے صحابیٔ رسولؐ ابوذر غفاریؓ کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

میں نے تیسری سے کہا: تیرا نام کیا ہے؟

اُس نے کہا: میرا نام سلمٰی ہے۔

بی بیؑ نے کہا: تیرا نام سلمٰی کیوں ہے؟

اُس نے کہا: مجھے آپ کے بابا سلمان فارسیؓ کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

بی بیؑ نے کہا: پھر انھوں نے مجھے کھجوریں دیں۔ بڑی اور موٹی تھیں۔ برف سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھیں۔

بی بیؑ نے مجھے کہا: اے سلمانؓ! رات کا کھانا اسی کو قرار دینا۔ اگلے دن میرے لیے گٹھلی لائی یا مجھ لائی۔

سلمانؓ نے کہا: میں نے کھجوریں لیں اور جس جس صحابی کے پاس سے گزرتا تھا وہ کہتے تھے اے سلمانؓ! کیا تیرے پاس کستوری ہے؟

میں نے کہا: ہاں! جب رات کھانے کا وقت ہوا تو ایک گٹھلی بھی باقی نہ بچی۔

آپؑ نے مجھے جو تحفہ دیا تھا میں نے اس سے رات کا کھانا تناول کیا ہے۔ کچھ بھی نہیں بچا۔

بی بیؑ نے فرمایا: اے سلمانؓ! ان میں گٹھلیاں تھیں ہی نہیں۔ وہ کھجوریں تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم میں اُگایا ہے۔ میں تجھے ایک کلام تعلیم کرتی ہوں جو مجھے میرے بابا رسولؐ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تعلیم دی ہے اور میں اسے صبح و شام

پڑھتی ہوں۔

سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: میری سیدہؑ! مجھے بھی یہ دُعا تعلیم دیں۔

بی بیؑ نے فرمایا: اگر تُو چاہتا ہے کہ تجھے ساری زندگی بخار نہ ہوتو اسے ہمیشہ پڑھا کر۔

پھر سلمانؓ نے کہا: بی بیؑ نے مجھے یہ حرز تعلیم فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ النور، بسم اللہ نور النور، بسم اللہ نور علی نور، بسم اللہ الذی ھو مدبر الامور، بسم اللہ الذی خلق النور من النور، الحمد للہ الذی خلق النور من النور وانزل النور علی الطور، فی کتاب مسطور، فی رق منشور، بقدر مقدور، علی نبی محبور، الحمد للہ مشکور وصلی اللہ علی نبینا محمد و آلہ الطیبین الطاھرین

سلمانؓ کہتا ہے: میں نے ان کلمات کو یاد کیا اور خدا کی قسم! میں نے مکہ اور مدینہ کے ایک ہزار سے زیادہ بخار کے مرض میں مبتلا لوگوں کو تعلیم دیا۔ خداوند کے اذن سے سب کے سب شفایاب ہوگئے۔ (مہج الدعوات: ۶، بحارالانوار: ۴۳/۶۶، حدیث ۵۹)

حضرت سلمانؓ کا امیرالمومنین علی علیہ السلام کے معجزہ کی گواہی دینا

کتاب نوادر المعجزات جو ہمارے قدماء میں سے کسی کی تالیف ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری شیعی ہے جیسا کہ اس کی اسناد کے ابتدائی جملہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اُس نے امیرالمومنین علیہ السلام کے معجزات کی ابتدا میں کہا ہے:

ہمیں شیخ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ، محمد بن حسن بن ولید نے محمد بن حسن صفار سے، محمد بن زکریا سے، ابومعاذ سے، وکیع سے، زاذان سے، سلمانؓ سے خبر دی ہے کہ ہم امیرالمومنین علیؑ کے ساتھ تھے اور ہم انبیاءؑ کے معجزات کو یاد کر رہے تھے۔

میں نے عرض کیا: میرے سردار! میں دوست رکھتا ہوں کہ آپ مجھے ناقۂ ثمود دکھائیں اور کچھ اپنے معجزات میں سے دکھائیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان شاء اللہ تعالیٰ دکھاتا ہوں۔

پھر گھر میں داخل ہوئے اور میری طرف ادہم گھوڑے پر سفید قبا، سفید ٹوپی پہن کر آئے اور آواز دی: قنبرؓ! وہ گھوڑا نکال کر لے آؤ۔ اُس نے سفید پیشانی والا گھوڑا باہر نکالا اور کہا: اے ابوعبداللہؑ! سوار ہو جا۔

سلمانؓ کہتا ہے: میں گھوڑے پر سوار ہوا۔ اُس کے دو پَر بن گئے۔ امام علیہ السلام نے آواز دی تو وہ ہوا میں اُڑنے لگا۔

مجھے فرشتوں کے پَروں کی اور تسبیح کی عرش کے نیچے سے آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پھر ہم ٹھاٹھیں مارتے متلاطم سمندر کے ساحل پر پہنچے۔ امام علیہ السلام نے اُس کی طرف گہری نظر سے دیکھا تو سمندر اپنی جگہ پر رُک گیا۔

میں نے کہا: میرے سردار! آپؑ کے دیکھنے سے ٹھاٹھیں مارتا سمندر رُک گیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! وہ ڈر گیا ہے کہ کہیں اُس کی بابت کوئی امر صادر نہ کر دوں۔ پھر امام علیہ السلام نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور پانی پر چلنے لگے اور ہمارے گھوڑے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ کوئی انھیں پکڑے ہوئے نہیں تھا۔

خدا کی قسم! ہمارے قدم اور نہ گھوڑوں کے قدم پانی سے گیلے ہوتے۔ ہم اُس سمندر کو عبور کر گئے اور گھنے درختوں والے جنگل میں آ گئے جس میں پھل دار درخت،

پرندے اور نہریں تھیں۔ ہم نے بغیر پھل کے ایک بہت بڑا درخت دیکھا بلکہ پھول سے بھی خالی تھا۔

امام علیہ السلام نے اُس کی ایک لکڑی کو ہاتھ سے پکڑ کر جھکایا اور توڑا۔ اس سے ایک اُونٹنی نکلی جو ۸۰ ہاتھ لمبی اور ۴۰ ہاتھ چوڑی تھی۔ اُس کے پیچھے کئی جوان اُونٹنیاں تھیں۔ امام علیہ السلام نے مجھے کہا: اس کے قریب جا اور اس کا دودھ پی۔

سلمانؓ کہتا ہے: میں اُس کے قریب گیا اور اُس کا دودھ پیا یہاں تک کہ سیر ہو گیا۔ اُس کا دودھ شہد سے زیادہ میٹھا اور مکھن سے زیادہ نرم تھا جو میرے لیے کافی ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ اچھا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں اے میرے سردار!

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! کیا تُو چاہتا ہے کہ تجھے اس سے بھی اچھی اُونٹنی دکھاؤں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں اے میرے سردار!

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! آواز دے! اے حسنا باہر نکل۔

میں نے آواز دی تو ایک ناقہ نکلی جس کی لمبائی ۱۲۰ ہاتھ اور چوڑائی ۶۰ ہاتھ تھی۔ اُس کا سر سرخ یاقوت کا اور اُس کی مہار زرد یاقوت کی اور دایاں پہلو سونے کا اور بایاں پہلو چاندی کا اور تھن تازہ لؤلؤ کے تھے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! اس کا دودھ پی۔

سلمانؓ کہتا ہے: میں نے اُس کے تھن کو نچوڑا تو صاف شفاف شہد نکلنے لگا۔

پس میں نے عرض کیا: اے میرے سردار! یہ اُونٹنی کس کے لیے ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ تیرے لیے ہے اور ہمارے سارے شیعہ دوستوں کے

لیے ہے۔ پھر فرمایا: واپس لوٹ جا! وہ اُسی وقت واپس لوٹ گئی۔ ہم اُس جزیرہ میں چلنے لگے یہاں تک کہ مجھے بہت بڑے درخت کے پاس گئے۔ اس کے نیچے بہت بڑا دسترخوان تھا۔ اُس پر کھانا پڑا تھا جس کی کستوری جیسی خوشبو تھی۔ وہاں ایک بہت بڑا پرندہ آیا۔

سلمانؓ کہتے ہیں: وہ پرندہ آیا اور اُس نے امام علیہ السلام کو سلام کیا اور اپنی جگہ پر واپس لوٹ گیا۔

میں نے کہا: میرے سردار! یہ دسترخوان کیسا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ دسترخوان یہاں لگا ہوا ہے جو ہمارے شیعہ دوستوں کے لیے قیامت تک ہے۔

میں نے کہا: میرے سردار! یہ پرندہ کیسا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ فرشتہ ہے جو قیامت تک اس دسترخوان پر موکل ہے۔

میں نے کہا: یہی اکیلا ہے، اے میرے سردار!

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہاں سے روزانہ حضرت خضر علیہ السلام گزرتے ہیں۔

پھر امامؑ نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور دوسرے سمندر کی طرف لے گئے۔ ہم نے اُسے عبور کیا اور ایک بہت بڑے جزیرہ میں آئے۔ اُس میں سونے چاندی کی اینٹوں کا محل تھا جس پر زرد عقیق سے کام لیا گیا تھا۔ محل کے ہر ستون پر فرشتوں کی ستر صفیں تھیں۔ امام اُس رکن کے پاس بیٹھ گئے۔ فرشتے آئے اور آپ کو سلام کرتے رہے۔ پھر امام علیہ السلام نے انھیں اجازت دی اور اپنی جگہوں پر لوٹ گئے۔

سلمانؓ کہتا ہے: پھر امامؑ اُس محل کے اندر داخل ہوئے۔ اُس میں درخت، نہریں اور پرندے اور مختلف رنگوں کے نباتات تھے۔ امامؑ اُس محل میں چلنے لگے اور آخری مقام پر پہنچ گئے۔ باغ میں کھڑے ہوئے اور ایک کمرے کی چھت پر

چڑھے۔ وہاں سرخ سونے کی کرسی تھی۔ امام علیہ السلام اُس پر بیٹھ گئے۔ ہم محل سے آگے چلے۔ سیاہ رنگ کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آیا جیسے بلند چوٹیوں والے پہاڑ ہوں۔ امام علیہ السلام نے اُس کی طرف ایک گہری نظر کی تو اُس کی موجیں رُک گئیں۔

میں نے کہا: اے میرے سردار! آپؑ نے دیکھا تو سمندر رُک گیا ہے!

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ڈر گیا کہ کہیں اُس کے بارے کوئی حکم نہ دے دوں۔

اے سلمانؓ! تُو جانتا ہے کہ یہ کون سا سمندر ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں اے میرے سردار!

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ سمندر ہے جس میں فرعون اور اُس کی قوم غرق ہوئی تھی۔ جبرائیلؑ کے پَروں پر شہر بلند ہوا اور اُس نے اُسے سمندر میں گرا دیا۔ قیامت تک وہ ساحل تک نہیں آئے گا۔

میں نے کہا: اے میرے سردار! کیا ہم نے دو فرسخ سفر کر لیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! تو نے پچاس ہزار فرسخ سفر کیا ہے۔ میں نے دنیا کے گرد بیس مرتبہ چکر لگایا ہے۔

میں نے عرض کیا: اے میرے سردار! یہ کیسے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! ذوالقرنین نے مشرق و مغرب کا چکر لگایا ہے اور یاجوج و ماجوج کی قید میں پہنچا۔ کیا میرے لیے مشکل ہے کہ میں چکر نہیں لگا سکتا۔ میں سیّدالمرسلین کا بھائی ہوں اور رب العالمین کی طرف سے امین ہوں۔ اور ساری مخلوق پر حجت ہوں۔

اے سلمانؓ! کیا تُو نے اس آیت کی تلاوت نہیں کی ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (سورۂ جن: آیت ۲۶-۲۷)

(وہ عالم الغیب ہے۔ وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس رسول کو پسند کر لیتا ہے؟)

میں نے کہا: ہاں اے میرے سردار!

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! مَیں رسولؐ کی طرف سے پسندیدہ ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب پر ظہور دیا ہے۔ میں عالمِ ربانی ہوں، مَیں وہ ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے سختیوں کو آسان قرار دیا ہے اور دُور کو نزدیک کیا ہے۔

سلمانؓ نے کہا: میں نے آسمان میں آواز سنی جس کی آواز تھی وہ نظر نہ آیا۔

اُس نے کہا: سچ کہا ہے، سچ کہا ہے۔ آپؐ صادق و مصدق ہیں صلوات اللہ علیک۔

پھر چلے، گھوڑے پر سوار ہوئے۔ میں بھی گھوڑے پر سوار ہوا اور ہم چل پڑے۔ امام علیہ السلام نے آواز دی جو ہَوا میں پھیلی۔ پھر ہم کوفہ میں آگئے۔ یہ سب کام تین گھنٹوں میں رات کے وقت ہوا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! ہر قسم کی ویل (ہلاکت) اُس کے لیے ہے لایعرفنا حق معرفتنا وانکر ولایتنا (جو ہماری حقیقی معرفت نہیں رکھتا اور ہماری ولایت کا انکار کرتا ہے)۔

اے سلمانؓ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں یا سلیمان بن داؤد علیہ السلام؟

سلمانؓ کہتا ہے: میں نے عرض کیا: بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! یہ آصف بن برخیا ہے۔ اُس نے چشم زدن میں تختِ بلقیس کو یمن سے بیت المقدس اُٹھا کر رکھ دیا تھا۔ اُس کے پاس کتاب کے کچھ حصّے کا علم تھا۔ میں نے یہ نہیں کیا حالانکہ میرے پاس ایک لاکھ چوبیس ہزار کتابوں کا علم ہے۔ ان میں سے پچاس صحیفے اللہ تعالیٰ نے حضرت شیثؑ بن آدمؑ پر نازل کیے اور تیس صحیفے حضرت ادریسؑ پر نازل کیے۔ حضرت ابراہیمؑ پر بیس صحیفے

نازل کیے، تورات، انجیل اور زبور۔

میں نے عرض کیا: میرے سردار آپؑ نے سچ فرمایا ہے۔ امامؑ ایسا ہی ہوتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! جان لے! ہمارے اُمور اور علوم میں شک کرنے والا ہماری معرفت اور حقوق میں انکار و شک کرنے والا شمار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہماری ولایت کو فرض قرار دیا ہے اور اس میں اُسے بیان کیا جس پر عمل کرنا واجب ہے اور یہ زیرِ پردہ نہیں ہے۔ (نوادر المعجزات: ۱۵، حدیث ۱، بحار الانوار: ۵۴/۳۳۹، حدیث ۳۱، اثبات الہداۃ، ۵/۸۴، حدیث ۵۰۱)

سیّد محدث جزائری نے انوارِ نعمانیہ میں سلمان فارسیؓ کی اسناد کے ساتھ روایت کی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب کی وفات کے بعد میں نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! میں رسولِؐ خدا کے وصال سے آج تک غم زدہ ہوں۔ چاہتا ہوں کہ آپؑ مجھے خوش کریں اور اپنی کرامات میں سے ایسی کرامت دکھائیں جس سے میرا غم دُور ہو جائے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: رسولِؐ خدا کے دو خچر لے آؤ۔ دو خچر لائے گئے، ایک پر امامؑ اور دوسرے پر میں سوار ہوا۔

سلمانؓ کہتے ہیں: جب ہم مدینہ سے نکلے تو دونوں خچروں کے پَر نکل آئے اور وہ ہوا میں اُڑنے لگے۔ اُوپر کی طرف بلند ہوئے جن کو دیکھ کر میں بہت زیادہ حیران ہوا۔

امام علیہ السلام نے مجھے کہا: اے سلمانؓ! دیکھ کیا مدینہ نظر آرہا ہے؟

میں نے عرض کیا: مدینہ نظر نہیں آرہا لیکن مجھے زمین کے آثار نظر آرہے ہیں۔

امام علیہ السلام نے دونوں خچروں کی طرف دیکھا جو ایک لحظہ کے لیے فضا میں چل رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد زمین کی طرف دیکھا تو کوئی شے نظر نہ آئی۔ مجھے تسبیح و

تہلیل کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

میں نے کہا: اے امیر المومنینؑ! اللہ اکبر۔ کیا یہاں شہر ہیں جہاں ہم آ گئے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! یہ فرشتوں کی تسبیح و تہلیل کی آوازیں ہیں۔ یہ آسمانی دنیا ہے جہاں ہم پہنچ گئے ہیں۔ امام علیہ السلام نے دونوں خچروں کی طرف دیکھا اور اپنے ہونٹوں کو حرکت دی۔ دو پرندے زمین کی طرف اُترے۔ وہ زیادہ موجوں والے بہت بڑے سمندر پر آئے جس کی موجیں پہاڑ کی طرح بلند و بالا تھیں۔ ہمارے مولا امیر المومنین علیہ السلام نے سمندر کی طرف دیکھا اور اُترے اور پانی پر چلنے لگے۔ میں اُترا اور دونوں خچروں کے ساتھ پانی پر چلنے لگا۔ جب ہم سمندر سے باہر نکلے تو وہ پھر سے موجزن ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ سمندر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اُس کی قوم کو غرق کیا تھا۔ یہ سمندر قیامت تک اللہ تعالیٰ کے خوف سے مضطرب رہے گا۔ میں نے سمندر کی طرف دیکھا تو ڈر گیا۔ وہ سکون میں آ گیا۔ پھر وہ اپنی پہلی حالت میں لوٹ گیا۔

سلمانؓ کہتے ہیں: جب ہم سمندر سے باہر نکلے اور چلے تو میں نے ایک بلند و بالا سفید دیوار ہوا میں دیکھی جس کی نہ ابتدا نہ انتہا نظر آ رہی تھی۔ ہم اُس دیوار کے قریب گئے تو وہ یاقوت کی دیوار تھی جس میں ایک بہت بڑا دروازہ تھا۔ امیر المومنینؑ دروازے کے قریب آئے تو دروازہ کھل گیا اور ہم اس کے اندر داخل ہو گئے۔ میں نے وہاں درخت، نہریں، گھر اور عالیشان مکان دیکھے۔ جن کے اُوپر کمرے تھے۔ ایک باغ نظر آیا جس میں خمر کی نہریں اور دودھ اور شہد کی نہریں جاری تھیں۔ اُس میں بچے بچیاں تھیں جس شے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی زبان پر وصف بیان کیا ہے۔ میں نے اُسے وہاں دیکھا۔ میں نے لڑکوں لڑکیوں کو دیکھا وہ امیر المومنینؑ کی طرف بڑھے۔ انھوں نے امام علیہ السلام کے ہاتھوں پیروں کے بوسے لیے۔ امام علیہ السلام

کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ بچے بچیاں ان کے اردگرد کھڑے ہو گئے۔

انھوں نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! یہ جدائی کیسی ہے جو آپؑ نے ہمیں دی ہے۔ سات دن ہوئے ہیں ہم نے آپؑ کو یہاں نہیں دیکھا۔

میں نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! اس جگہ پر یہ گھر کیسے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! مرنے کے بعد ہمارے شیعوں کے یہاں رہنے کے لیے گھر بنائے گئے ہیں۔ اے سلمانؓ! کیا تو اپنا گھر دیکھنا چاہتا ہے؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

امام علیہ السلام نے ایک شخص کو حکم دیا وہ مجھے ایک عالیشان گھر کی طرف لے گیا جو یاقوت، زبرجد اور لولو سے تیار کیا گیا تھا۔ اس میں ہر وہ شے تھی جسے انسانی نفس چاہتا ہے۔ میں نے اُس کے پھلوں سے ایک انار کو لیا اور آپ کی خدمت میں لے آیا۔

میں نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! یہ میرا گھر ہے میں اس سے نہیں نکلوں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! یہ تیرا گھر تیرے مرنے کے بعد ہے۔ یہاں ہمارے شیعہ مرنے کے بعد رہیں گے، یہ دنیا کی جنت ہے۔ یہاں قیامت تک ہمارے شیعہ مرنے کے بعد رہیں گے۔ پھر یہاں سے آخرت والی جنت میں منتقل ہو جائیں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! آؤ تاکہ واپس چلیں۔ امامؑ واپس ہوئے اور اُس جنت کو وداع کیا۔ دروازہ بند ہو گیا اور ہم چل پڑے۔

امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا: اے سلمانؓ! کیا دوست رکھتا ہے کہ اپنے صاحب کو دیکھے؟ پس میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی۔ میں ایک شخص کو پکڑے سختی کرنے والے فرشتوں کو دیکھا۔ انھوں نے اُس سے اُس کے گلے میں لوہے کے طوق ڈالے

ہوئے تھے۔ اس کی ناک کے نتھنوں سے آگ نکل رہی تھی جو آسمان کی طرف بلند ہو رہی تھی اور دھواں بھی تھا جو اُس مقام کو گھیرے ہوئے تھا۔ اسے پیچھے سے فرشتے مار رہے تھے۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے اس کی زبان حلق سے نکلی ہوئی تھی۔ جب میرے پاس آیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اسے پہچانتا ہے؟

میں نے دیکھا وہ ثانی تھا۔

اُس نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! میری فریاد سنیں۔ میں عذاب میں ہوں اور پیاسا ہوں۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: اس کا عذاب دگنا کرو۔ پس میں نے دیکھا طوق زیادہ ہو گئے اور فرشتے اور آگ بھی زیادہ ہو گئی۔ انھوں نے ذلت و رسوائی کی حالت میں پکڑا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! اسے اور اس کی حالت کو دیکھو۔ مرنے سے لے کر آج تک اس کی یہی حالت ہے۔ اس کے پاس فرشتے آتے ہیں اور اسے میرے سامنے پیش کرتے ہیں اور میں انھیں کہتا ہوں اس کا عذاب دگنا کرو۔ وہ اس پر عذاب کو دگنا کرتے ہیں قیامت تک اسی حالت میں رہے گا۔

سلمان کہتا ہے: پس ہم سوار ہوئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! اپنی آنکھوں کو بند کرو۔ میں نے آنکھیں بند کیں تو فرمایا: اب آنکھوں کو کھول دے۔ کیا دیکھا کہ مدینہ کے دروازے پر ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! دنیا کے سات گھنٹے گزر چکے ہیں۔ آج کا دن ہم نے صحراؤں، جنگلوں اور سمندروں میں اور ساری دنیا و مافیہا میں گردش کی ہے۔ (انوار النعمانیہ: ۲۳/۷/۴)

حضرت سلمان فارسیؓ کی کرامات

شیخ کشیؒ نے جبرائیل بن احمد سے روایت کی ہے: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ابوذرؓ حضرت سلمانؓ کے پاس آئے وہ اپنے لیے ہانڈی پکا رہے تھے۔ وہ دونوں باتیں کرنے لگے۔ ہانڈی منہ کے بل زمین پر گر گئی۔ شوربہ یا گوشت میں سے کوئی شے باہر نہ گری۔ اس کا ابوذرؓ کو بہت تعجب ہوا۔ سلمانؓ نے ہانڈی کو لیا اور دوبارہ آگ پر رکھ دی۔ پھر دونوں باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں دوبارہ ہانڈی منہ کے بل زمین پر گر پڑی لیکن اس سے شوربہ یا گوشت سے کوئی شے زمین پر نہ گری۔

ابوذرؓ حیران پریشان باہر نکلے۔ وہ یہی سوچتے جا رہے تھے کہ راستے میں امیرالمومنینؑ سے ملاقات ہوئی۔ امامؑ دروازے پر تھے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے اُسے دیکھا تو فرمایا: اے ابوذرؓ! تجھے کس چیز نے سلمانؓ کے پاس سے باہر نکالا ہے اور کس چیز نے تجھے پریشان کیا ہے؟

ابوذرؓ نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! میں نے سلمانؓ کو یہ یہ کرتے دیکھا ہے جس سے مَیں حیران ہوا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوذرؓ! اگر سلمانؓ جو جانتا ہے اُسے بیان کرتا تو تُو کہتا: اللہ سلمانؓ کے قاتل پر رحم فرمائے۔ اے ابوذرؓ!

ان سلمان باب الله فی الارض من عرفه کان مؤمنا

ومن انکرہ کان کافرا ان سلمان منا اهل البیت

''سلمانؓ زمین باب اللہ ہے جو اسے پہچانتا ہے وہ مومن ہے
اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے، سلمانؓ ہم اہل بیتؑ سے
ہے''۔(اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۵۹، حدیث ۳۳، بحارالانوار:
۲۲/ ۳۷۳، حدیث ۱۲)

مذکورہ روایت اختصاص شیخ مفیدؒ میں ہے البتہ اس کے آخر میں ہے: جب ابوذر نے کہا تو سلمانؓ اُس کے پیچھے پیچھے آئے۔ امیرالمومنینؑ نے سلمانؓ سے کہا:

اے ابوعبداللہ! اپنے دوست سے نرمی رکھو۔ (اختصاص: ۱۲، بحارالانوار: ۲۲/ ۳۸۳، حدیث ۲۰)

حسین بن حمدان نے حسن بن محمد بن جمہور سے، مالک بن خالد جہنی سے، قیس عبرانی سے، ابوعمرو زاذان سے روایت کی ہے۔ جب رسولؐ خدا نے صحابیوںؓ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تو سلمانؓ اور مقدادؓ کو بھائی بنایا۔ مقدادؓ سلمانؓ کے پاس آئے اُس نے ہانڈی چولہے پر رکھی ہوئی تھی۔ ہانڈی اُبل رہی تھی لیکن چولھے کے نیچے لکڑیاں نہیں تھیں۔ یہ دیکھ کر مقدادؓ حیران ہوئے اور اُس نے کہا:

یہ ہانڈی بغیر لکڑیوں کے اُبل رہی ہے۔ سلمانؓ نے دو پتھر لیے اور انھیں ہانڈی کے نیچے پھینکا۔ وہ جلنے لگے۔ یہ اُس سے بھی حیران کن امر ہے۔

سلمانؓ نے کہا: حیران نہ ہوں کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا ہے:

وقودها الناس والحجارة

''اُس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے''۔

پس ہانڈی اُبلنے لگی۔ سلمانؓ نے کہا: اے مقدادؓ! اُس کا اُبلنا رُک گیا ہے۔

مقدادؓ نے کہا: میں نے کوئی شے نہیں دیکھی جس کے ذریعے سے ہانڈی ساکن ہو جائے۔

سلمانؓ نے اپنا ہاتھ ہانڈی میں ڈال دیا تو اُس کا اُبال رُک گیا اور ہاتھ سے شوربہ کا چلو بھر لیا۔

اُس نے اور مقدادؓ نے کھایا اور مقدادؓ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آگ ہانڈی اور اُس کے اُبال کی بات بتائی۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: سلمانؓ وہ ہے جو اللہ، رسولؐ اور امیر المومنینؑ کا فرماں بردار ہے۔ پس اب ہر شے اُس کی فرماں بردار ہوگئی ہے۔ اُسے کوئی شے نقصان نہیں دے سکتی۔ جب سلمانؓ آپؐ کی خدمت میں آئے تو رسولؐ خدا نے فرمایا:

اے سلمانؓ! اپنے بھائی مقدادؓ سے نرمی اختیار کر، اللہ تجھ سے نرمی کرے گا۔

(مستدرک الوسائل: ۱۲/۲۱۶، حدیث ۷، باب ۱۳، کتاب الہدایۃ الکبریٰ سے نقل کیا ہے)

حضرت سلمانؓ کی ملک الموت سے بات

شیخ المحدثین ابو عمرو کشی نے آدم بن محمد قلانسی بلخی سے روایت کی ہے۔ ہمیں علی بن حسین دقاق نیشاپوری، محمد بن عبدالحمید عطار، ابن ابی عمیر، ابراہیم بن عبدالحمید نے عمر بن یزید سے، ابو عبداللہ سے خبر دی ہے:

سلمانؓ کوفہ میں لوہاروں کے پاس سے گزرے وہاں ایک جوان بے ہوش پڑا تھا اُس کے گرد لوگ جمع تھے۔ انھوں نے کہا: اے ابوعبداللہ! یہ جوان بے ہوش ہے آؤ اس کے کان میں کچھ پڑھو۔ سلمانؓ آئے تو اُس جوان نے سر اُٹھایا۔ اُس نے سلمانؓ کی طرف دیکھا۔

اُس نے کہا: اے ابوعبداللہ! مجھ میں وہ نہیں ہے جو کہہ رہے ہیں۔ میں ان لوہاروں کے پاس سے گزرا ہوں۔ یہ ہتھوڑوں سے لوہا کوٹ رہے تھے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا قول یاد آ گیا۔

ولاهم مقامع من حديد

یہ سن کر سلمانؓ کے دل میں جوان کی محبت آ گئی۔ اُنھوں نے اُسے بھائی بنالیا۔ وہ ہمیشہ اُن کے ساتھ رہا یہاں تک کہ جوان بیمار ہوگیا۔ اُس کے پاس سلمانؓ آئے اور اُس کے سرہانے بیٹھ گئے۔ وہ مرنے کے قریب تھا۔

سلمانؓ نے کہا: اے ملک الموت! میرے بھائی سے نرمی کر۔

ملک الموت نے کہا: اے ابوعبداللہ! میں ہر مومن سے نرمی کرنے والا ہوں۔

(اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۷۲، حدیث ۴۳، بحارالانوار: ۲۲/۳۸۵، حدیث ۲۶)

حضرت سلمانؓ کے فضائل، مناقب اور صفات

حضرت سلمانؓ ثابت رائے ہے

کشیؒ نے محمد بن مسعود سے روایت کی ہے: مجھے احمد بن منصور خزاعی سے، احمد بن فضل خزاعی سے، محمد بن زیاد سے، حماد بن عثمان سے، عبدالرحمٰن بن اعین سے خبر دی ہے: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، امامؑ نے فرمایا:

کان سلمان من المتوسمین

''سلمانؓ ثابت رائے والے تھے''۔

متوسم: علامتوں سے پہچان کر ثابت رائے والا ہونا۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۵۶، حدیث ۲۸، بحار الانوار: ۲۲/۳۴۹، حدیث ۶۹)

صفار، عیاشی، قمی، مفید، ابن شہر آشوب نے بہت زیادہ مستفیض صحیح اخبار روایت کی ہیں جو وضاحت کرتی ہیں کہ معصومین علیہم السلام ہی ثابت رائے والے ہیں۔ (بصائر الدرجات: ۳۷۳، باب ۱۷، تفسیر عیاشی: ۲/۲۴۷، تفسیر قمی: ۱/۳۷۷، اختصاص: ۳۰۳، تصحیح الاعتقادات الامامیہ: ۱۰۷، مناقب آل ابی طالب: ۳/۳۲۳)

علوی میں ہے: خداوند نے فرمایا:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِیۡنَ ○

پس رسولؐ خدا مخلوق کو ان کی علامتوں سے جانتے تھے اور میں آپؐ کے بعد متوسم ہوں۔ میرے بعد میری ذریت سے آئمہؑ قیامت تک متوسم ہیں۔ (بصائر الدرجات: ۳۷۷، حدیث ۱۳)

باقری میں ہے: ہر شخص کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہوتا ہے کہ مومن ہے یا کافر ہے اور یہ تمہاری نظروں سے زیر پردہ ہے اور آلِ محمدؐ سے آئمہ کی نظر سے چھپا ہوا نہیں ہے جو ان کے پاس آتا ہے وہ اُسے پہچان لیتے ہیں کہ مومن ہے یا کافر ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ○

پس وہ سب متوسّم ہیں۔ (بصائر الدرجات: ۳۷۴، حدیث ۱)

صادقؑ میں ہے: ہم متوسّم ہیں۔ (بصائر الدرجات: ۳۷۷، حدیث ۱۲)

ایک اور مقام میں ہے: کوئی بندہ پیدا نہیں ہوتا مگر یہ کہ اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ مومن ہے یا کافر ہے۔ بے شک بندہ ہمارے پاس ہماری ولایت کے ذریعے سے اور ہمارے دشمنوں سے برأت کے ذریعے سے آتا ہے ہم اُس کی آنکھوں کے درمیان لکھا دیکھتے ہیں کہ وہ مومن ہے یا کافر ہے۔

خداوند نے فرمایا:

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ○

پس ہم اپنے دشمن دوست کو پہچان لیتے ہیں۔ (بصائر الدرجات: ۳۷۸، حدیث ۱۵)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا: کیا وجہ ہے کہ آپ لوگوں کے دل میں موجود بات کی خبر دیتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تُو نے رسولؐ خدا کا فرمان نہیں سنا۔ آپؐ نے فرمایا:

اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله علی قدر ایمانه ومبلغ استبصاره وعلمه

"مومن کی فراست سے بچو، وہ اللہ کے نُور سے اپنے ایمان اور

بصیرت اور علم کی مقدار سے دیکھتا ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے آئمہ کے لیے ایسی چیزوں کو جمع کیا ہے جس سے وہ سارے مومنین سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِیۡنَ ○

پہلا متوسم رسولؐ خدا ہے۔ پھر امیر المومنین علیہ السلام ہیں، پھر امام حسن علیہ السلام، پھر امام حسین علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے دوسرے آئمہ علیہم السلام جو قیامت تک رہیں گے۔ (عیون اخبار الرضا: ۲۱۶/۱، بحار الانوار: ۱۲۸/۲۴، حدیث ۱۳)

اس کے علاوہ اخبار ہیں جو نیکوکاروں کے صحائف میں روایت ہوتے ہیں اور پوشیدہ نہیں ہے کہ سلمانؓ متوسمین میں سے ہیں اور یہ شاہد ہے کہ جس معنی کو ہم نے ذکر کیا ہے وہ اُن پر صادق آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ اہلِ بیتؑ سے ہیں اور ان کے سلسلہ میں درج ہے اور اسے ان کے طبقہ میں شمار کیا گیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

حضرت سلمانؓ کی عبادت

امالی شیخ صدوقؒ، مجلس ۹ میں احمد بن محمد بن یحییٰ عطار سے مروی ہے: ابوبصیر سے مروی ہے: مَیں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، انھوں نے اپنے آباؤ اجداد سے خبر دی ہے کہ ایک دن رسولؐ خدا نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو سارا زمانہ روزہ رکھتا ہے؟

سلمانؓ نے کہا: یا رسولؐ اللہ! میں رکھتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو راتوں میں عبادت کرتا ہے؟

سلمانؓ نے کہا: یا رسولؐ اللہ! میں کرتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو ہر روز ختم قرآن کرتا ہے؟

سلمانؓ نے کہا: یا رسولؐ اللہ! مَیں۔

یہ سن کر بعض صحابہؓ غصے ہوئے اور کہنے لگے: یارسولؐ اللہ! سلمان فارسیؓ وہ شخص ہے جو ہم قریش پر افتخار حاصل کرنا چاہتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کون سارا زمانہ روزہ دار رہتا ہے؟ اس نے کہا ہے: میں، حالانکہ اکثر دنوں میں دیکھا ہے یہ کھاتا پیتا رہتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو راتوں کو عبادت میں بسر کرتا ہے؟ اس نے کہا ہے کہ میں حالانکہ اکثر راتوں میں دیکھا ہے یہ سویا ہوا ہوتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا ہے: تم میں سے کون روزانہ ختم قرآن کرتا ہے؟ اس نے کہا ہے کہ میں، حالانکہ یہ اکثر دنوں میں خاموش رہتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: رُک اے فلاں! یہ تمھارے لیے لقمان حکیم کی مثل ہے۔ اس سے پوچھ یہ تجھے خبر دے گا۔

اُس نے سلمانؓ سے کہا: اے ابوعبداللہ! کیا تیرا گمان نہیں ہے کہ تو سارا زمانہ روزہ دار رہتا ہے؟

اُس نے کہا: ہاں۔

اُس شخص نے کہا: میں نے اکثر دنوں میں تجھے کھاتے دیکھا ہے؟

سلمانؓ نے کہا: ایسا نہیں ہے جیسا تُو سمجھ رہا ہے۔ میں ہر ماہ تین روزے رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو ایک نیکی کرتا ہے اُسے دس کا ثواب ملتا ہے۔ (گویا پورا ماہ روزہ ہوگیا)۔ شعبان کی اصل ماہِ رمضان سے ہے۔ اس طرح پورا زمانہ روزہ ہوا۔

اُس نے کہا: کیا تیرا گمان نہیں ہے کہ تو راتوں کو عبادت کرتا ہے؟

سلمانؓ نے کہا: ہاں!

اُس نے کہا: تو اکثر راتوں میں سویا ہوا ہوتا ہے۔

سلمانؓ نے کہا: ایسا نہیں ہے جیسا تو سمجھا ہے۔ میں نے اپنے حبیب رسولؐ خدا سے سنا ہے، آپؐ نے فرمایا: جو شخص وضو کی حالت میں سوتا ہے گویا ساری رات عبادت میں رہا ہے۔ پس میں رات کو وضو کر کے سو جاتا ہوں۔

اُس نے کہا: کیا تیرا گمان نہیں ہے کہ تو روزانہ ختم قرآن کرتا ہے۔

سلمانؓ نے کہا: ہاں!

اُس نے کہا: اکثر دنوں میں تو خاموش رہتا ہے؟

سلمانؓ نے کہا: ایسا نہیں ہے جیسا تُو نے سمجھا ہے لیکن مَیں نے اپنے حبیب رسولؐ خدا سے سنا، آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! میری اُمت میں تیری مثال قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ جیسی ہے جو اسے ایک دفعہ پڑھتا ہے وہ ثلث قرآن پڑھتا ہے۔ جو اسے دو مرتبہ پڑھتا ہے وہ دو ثلث قرآن پڑھتا ہے جو اسے تین دفعہ پڑھتا ہے وہ ختم قرآن کرتا ہے۔ پس جو تجھے زبان سے دوست رکھتا ہے اُس کا ثلث ایمان کامل ہوتا ہے۔ جو تجھے زبان اور دل سے دوست رکھتا ہے اور ہاتھ سے مدد کرتا ہے۔ اس کا ایمان کامل ہو جاتا ہے۔

اے علیؑ! اُس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق مبعوث کیا اگر تجھے اہلِ ارض دوست رکھیں جیسے اہلِ آسمان تجھے دوست رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کسی کو جہنم کا عذاب نہ دیتا اور مَیں قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ روزانہ تین مرتبہ پڑھتا ہوں۔

وہ شخص کھڑا ہوا گویا لوگوں کے گلے میں پتھر آ گیا۔ (امالی صدوقؒ: ۵۸، حدیث ۵۴، بحارالانوار: ۲۲/۳۱۷، حدیث ۲)

اسے نیشاپوری نے مرسلاً روضۃ الواعظین میں روایت کیا ہے۔ (روضۃ الواعظین: ۲۸۰، مجلس ذکر فضائل اصحاب النبیؐ، بحارالانوار: ۲۹/۲۵۸)

اسے جزائری نے الانوار میں روایت کیا ہے اور جہاں ہے کہ بعض صحابہ نے

ہونے کے بعد اضافہ کیا ہے کہ وہ ابن خطاب تھے اور آخر میں کہا ہے۔ گویا اُس کے گلے میں پتھر آ گیا۔ (انوار النعمانیہ: ۴/۶۹)

حضرت سلمانؓ ان میں سے ہیں جنھوں نے سیّدہ فاطمہؑ پر نماز جنازہ پڑھی

کشی نے جبرائیل بن احمد فاریابی برنانی سے روایت کی ہے، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

زمین سات کے لیے تنگ ہو گئی۔ ان کے ذریعے سے تم رزق پاتے ہو، ان کے ذریعے سے تمھاری مدد کی جاتی ہے۔ ان کے ذریعے سے بارش برستی ہے۔ ان میں سے سلمانؓ فارسی، مقدادؓ، ابوذرؓ، عمارؓ، حذیفہؓ ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے: میں ان کا امام ہوں۔ یہ وہ ہیں جنھوں نے فاطمہ سلام اللہ علیہا پر نماز جنازہ پڑھی۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/۳۲، حدیث ۱۳)

فرات بن ابراہیم کوفی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: واما بنعمۃ ربک فحدث (اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو)۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: زمین سات کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ ان کے ذریعے سے تم رزق پاتے ہو۔ ان کے ذریعے سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ ان کے ذریعے سے بارش نازل ہوتی ہے: عبداللہ بن مسعودؓ، ابوذرؓ، عمار بن یاسرؓ، سلمانؓ فارسی، مقدادؓ بن اسود، حذیفہؓ۔ مَیں ان کا امام ہوں جو ساتواں ہوں۔

خداوند نے فرمایا: اما بنعمۃ ربک فحدث۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پر نماز پڑھی۔ (تفسیر فرات: ۵۷۰، حدیث ۷۳۲، بحار الانوار: ۲۲/۳۴۵، حدیث ۵۷)

شیخ صدوقؒ نے الخصال میں محمد بن عمیر بغدادی سے روایت کی ہے: حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: زمین سات کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ ان کے ذریعے سے رزق

آتا ہے۔ ان کے ذریعے سے بارش نازل ہوتی ہے۔ ان کے ذریعے سے مدد کی جاتی ہے: ابوذرؓ، سلمانؓ، مقدادؓ، عمارؓ، حذیفہؓ، عبداللہ بن مسعودؓ۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اور میں ان کا امام ہوں۔ یہی لوگ ہیں جو فاطمہ زہراؑ پر نماز (جنازہ) میں حاضر ہوئے۔ (خصال: ۳۶۱، بحارالانوار: ۲۲/ ۳۲۶، حدیث ۲۶)

شرطۃ الخمیس

جعفر بن حسین سے، محمد بن جعفر المؤدب سے مروی ہے: ارکان چار ہیں: سلمانؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ اور عمارؓ۔ (اختصاص: ۶، بحارالانوار: ۳۴/ ۲۷۴، حدیث ۱۰۱۸)

محمد بن حسین سے محمد بن جعفر سے احمد ابوعبداللہ سے مروی ہے، علی بن حکم نے کہا: امیرالمومنینؑ کے اصحاب جن کو کہا گیا: تم سپاہی ہو، میں جنت میں تم پر سپاہی ہوں گا۔ میں تم پر سونے چاندی پر سپاہی نہیں ہوں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے کہا: تم سپاہی ہو۔ میں تم پر صرف جنت میں سپاہی ہوں گا وہ یہ ہیں: سلمانؓ فارسی، مقدادؓ، ابوذر غفاریؓ، عمار یاسرؓ۔ (اختصاص: ۲، بحارالانوار: ۳۴/ ۲۷۱، حدیث ۱۰۱۱)

کشیؒ نے مرسلاً امیرالمومنین علی علیہ السلام سے روایت کی ہے: امام علیہ السلام نے عبداللہ بن یحییٰ حضرمی سے جنگ جمل میں کہا: اے ابن یحییٰ! تجھے بشارت ہو، تُو اور تیرا باپ شرطۃ الخمیس میں سے برحق ہیں۔ جسے رسولؐ خدا نے شرطۃ الخمیس میں تیرا اور تیرے باپ کا نام بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی زبان پر تمھارا نام شرطۃ الخمیس رکھا ہے اور فرمایا ہے کہ شرطۃ الخمیس چھے ہزار یا پانچ ہزار نفر ہیں۔ (اختیار معرفۃ الرجال: ۱/ ۲۴، حدیث ۱۰، بحارالانوار: ۴۲/ ۱۵۱، حدیث ۱۸)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سلمانؓ فارسی بیمار ہوئے اور رسولؐ خدا

نے اُن کی عیادت فرمائی اور فرمایا: اے سلمانؓ! تمہاری بیماری کی تین فضیلتیں ہیں: تو اللہ عزوجل کی طرف سے ذکر ہے۔ اس میں تیری دُعا مستجاب (قبول) ہے۔ اس بیماری کی وجہ سے تیرے گناہ جھڑیں گے۔ اللہ تجھے صحت دے گا اب مرتے دم تک بیمار نہیں پڑے گا۔ (امالی صدوق: ۵۵۳، حدیث ۷۴۱، خصال: ۱۷۰، حدیث ۲۲۴)

مؤاخات

عروۃ الاسلام نے کافی میں متعدد اصحاب سے روایت کی ہے: سہل بن زیاد سے، منصور بن عباس سے، سلیمان مسترق سے، صالح احول سے مروی ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے:

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمانؓ اور ابوذرؓ کو بھائی بنایا اور ابوذرؓ پر شرط لگائی کہ وہ سلمانؓ کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ (روضۃ الکافی: ۸/ ۱۶۲، حدیث ۱۶۸، بحارالانوار: ۲۲/ ۳۴۵)

عزالدین ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں کہا ہے: ابوعمروؓ نے کہا: جب رسولؐ خدا نے مسلمانوں کے درمیان مؤاخات (بھائی چارہ) قائم فرمایا تو مجھے اور ابودرداءؓ کو بھائی بنایا۔ (شرح نہج البلاغہ: ۱۸/ ۳۷)

مناقب خوارزمی فصل چہارم میں ابوالحسن علی بن احمد عاصمی خوارزمی سے مروی ہے: زید بن ابی اوفی سے مروی ہے: میں رسولؐ خدا کی خدمت میں مسجد نبویؐ میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا: فلاں کہاں ہے؟ فلاں کہاں ہے؟ آپؐ نے اپنے اصحابؓ کے چہروں کی طرف دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کر کے فرمایا:

میں تمہیں خبر دیتا ہوں اسے یاد کرلو اور اس کی حفاظت کرنا اور اپنے بعد والوں کو اس کی خبر دینا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے ایک مخلوق کو چُن لیا۔

پھر تلاوت کی:

إِنَّ اللّٰهَ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ خلقا

يدخلهم الجنة

"اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے ایلچی منتخب کیے اور لوگوں سے ایک مخلوق کو چُن لیا، انھیں جنت میں داخل کرے گا"۔

میں تم سے ان کو چُن رہا ہوں جن کا چناؤ مجھے عزیز ہے۔ تمھارے درمیان مواخات قرار دے رہا ہوں جیسے اللہ نے فرشتوں کے درمیان مواخات فرمائی ہے۔

پھر آپؐ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے درمیان مواخات فرمائی۔ حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے درمیان مواخات فرمائی۔

طلحہ اور زبیر کے درمیان مواخات فرمائی اور ان کے فضائل ذکر کیے جن کے بیان سے قلم قاصر ہے۔

پھر عمارؓ بن یاسر اور سعدؓ کو بلایا اور فرمایا: تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ پھر اُسے اور سعدؓ کو بھائی بنایا۔ پھر عویمرؓ بن مالک ابودرداءؓ اور سلمانؓ فارسی کو بلایا اور فرمایا: اے سلمانؓ! تو ہم اہلِ بیتؑ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے علم اوّل اور علم آخر، کتاب اوّل اور کتاب آخر دی ہے۔

پھر فرمایا: اے ابودرداءؓ! کیا تجھے راہنمائی کروں؟

اُس نے عرض کیا: ہاں۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: اگر تُو ان پر تنقید کرے گا تو یہ تیری تنقید کریں گے۔ اگر تُو انھیں چھوڑے گا تو یہ تجھے نہیں چھوڑیں گے۔ اگر تُو ان سے بھاگے گا تو یہ تجھے پالیں گے۔ انھیں قرض دے یہ تیری تنگدستی کے دن تیرے کام آئے گا اور جان لے کہ جزا تیرے سامنے ہے۔ پھر اسے اور سلمانؓ کو بھائی بنایا۔ (مناقب: ۱۵۰، حدیث ۱۷۸، المعجم الکبیر طبرانی: ۲۵۱/۵، سیر اعلام النبلاء: ۷۹/۱، الاصابہ: ۵۶۰/۱، تہذیب تاریخ

ابن عساکر: ۶/۲۰۰)

حضرت سلمانؓ لقمان سے بہتر ہے

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں مرسلاً زاذان سے روایت کی ہے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

سلمان الفارسی کلقمان الحکیم

"سلمانؓ فارسی لقمان حکیم کی طرح ہے"۔ (شرح نہج البلاغہ: ۱۸/۳۶، بحار الانوار: ۲۲/۳۹۱)

حضرت علی علیہ السلام سے پہلے گزر چکا ہے جو اصبغ کی روایت میں ہے:

سلمان منا اهل البیت ومن لکم بمثل لقمان الحکیم

"سلمانؓ ہم اہل بیتؑ سے ہے اور کون ہے جو تم میں لقمان حکیم کی مثل ہے"۔ (احتجاج طبرسی: ۱/۳۸۵، بحار الانوار: ۲۲/۳۲۹، حدیث ۳۸)

اس کی مثل الغارات اور امالی میں گزری ہے۔ نیز بصائر صفار سے باب دوم سے گزرا ہے:

ان سلمان خیر من لقمان

"سلمانؓ لقمان سے بہتر ہے"۔

حضرت حمزہؓ انبیاء و اوصیاء کے بعد سب سے افضل ہے!

اُصولِ کافی میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے: میں تمہیں اُس کے بارے میں خبر دیتا ہوں جو قیامت کے دن سب مخلوق میں بہترین ہوگا...... جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا اُس دن سب مخلوق میں بہترین اور سب رسولوں سے

افضل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ ہر اُمت میں اُس کے نبی کے بعد افضل اُس نبی کا وصی ہوتا ہے یہاں تک کہ نبی کو درک کرے۔ سب اوصیاء سے افضل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی ہے۔ سب مخلوق سے اوصیاء کے بعد افضل شہدا ہوتے ہیں اور سب شہدا سے افضل حمزہؓ بن عبدالمطلبؑ ہے اور جعفرؓ بن ابی طالبؑ ہے۔ (اُصولِ کافی: ۱/۴۵۰، بحارالانوار: ۲۲/۲۸۲، حدیث ۳۱)

اسی میں ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ مخلوق کو جمع کرے گا۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے تبلیغ کی ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں! کہا جائے گا: تمھارا گواہ کون ہے؟ وہ کہیں گے: محمدؐ بن عبداللہؐ۔

کہا جائے گا: اے جعفرؓ! اے حمزہؓ! جاؤ اور گواہی دو کہ اس نے تبلیغ کی ہے یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: پس جعفرؓ اور حمزہؓ انبیاءؑ کی تبلیغ کے گواہ ہیں۔ (روضۃ الکافی: ۸/۲۶۷، حدیث ۳۹۲، بحارالانوار: ۷/۲۸۲، حدیث ۴)

فرات کوفی میں ہے: رسولؐ خدا نے فرمایا: قیامت کے دن مجھے چار پرچم دیئے جائیں گے۔ لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا، میں لواء التکبیر حمزہؓ کو دوں گا۔ دوسری فوج کی طرف توجہ کروں گا اور لواء التسبیح جعفرؓ کو دوں گا اور تیسری فوج کی طرف توجہ کروں گا۔ (تفسیر فرات: ۵۴۷، حدیث ۷۰۳، بحارالانوار: ۷/۸، حدیث ۱۱)

کتاب سلیم بن قیس اور ارشاد دیلمی میں ایک مفصل حدیث ہے جو اگلے باب میں آئے گی۔ رسولؐ خدا نے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا: ہمارا شہید شہداء سے بہتر ہے اور وہ حمزہؓ بن عبدالمطلبؑ ہے حالانکہ وہ تیرے باپ کا چچا ہے۔

بی بیؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا جو اُس کے ساتھ شہید ہوئے ان میں

سیدالشہدا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ وہ اوّلین وآخرین کے شہدا سوائے انبیاءؑ واوصیاء کے سب کا سردار ہے۔ جعفر بن ابوطالبؑ دو پروں والا ہے جو جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتا ہے اور میرے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ (ارشاد القلوب: ۲/۳۱۹، کتاب سلیم بن قیس ہلالی: ۳۳۳)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: سبقت کرنے والے پانچ ہیں: میں عربوں میں سبقت کرنے والا ہوں اور سلمانؓ فارس والوں میں سبقت کرنے والا ہے اور صہیب روم والوں میں سبقت کرنے والا ہے اور بلالؓ حبشہ والوں میں سبقت کرنے والا ہے اور خبابؓ نبط والوں میں سبقت کرنے والا ہے۔ (خصال: ۱/۳۱۲، بحارالانوار: ۲۲/۳۲۵، حدیث ۲۳)

اسے نیشاپوری نے مرسلاً روضۃ الواعظین میں روایت کیا ہے۔ (روضۃ الواعظین: ۲۸۰)

میں کہتا ہوں: صہیب کے حالات کے بارے میں کچھ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت بلالؓ

بلالؓ بن رباح اس کی والدہ حمامہ مولدہ بنی جمح ہے ان کی کنیت ابوعبداللہ، ابوعمرو یا عبدالکریم ہے۔ یہ ان میں سے ہے جنھوں نے اسلام کی طرف سبقت کی۔ جنگِ بدر، جنگِ اُحد، جنگِ خندق اور باقی ساری جنگوں میں رسولؐ اللہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ رسولؐ خدا کے مؤذن تھے۔ شین کو سین بولتے تھے۔

عدۃ الداعی میں ائمہ علیہم السلام سے مروی ہے:

ان سین بلال عند اللہ شین

"اللہ کے نزدیک بلالؓ کی سین شین ہے"۔

اسی میں ہے: ایک شخص امیرالمومنین علی علیہ السلام کے پاس آیا اور اُس نے کہا: اے امیرالمومنین! آج بلالؓ نے فلاں شخص سے مناظرہ کیا ہے۔ وہ اُس کے لہجے میں بات کرنے لگا۔ فلاں عرب ہے اور فلاں سے ہنسنے لگا۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اے بندۂ خدا! اُس کی مراد کلام کا اعراب ہے اور ان کی قدر و قیمت ہے تا کہ اعمال مہذب ہوں۔ فلاں کو اعراب اور تقویم کیا فائدہ دے گی جب اُس کے اعمال درست نہ ہوں اور بلالؓ کو اس کا لہجہ کیا نقصان دے گا جب اُس کے اعمال درست ہیں۔ (عدۃ الداعی: ۲۱)

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے: حضرت ابوبکر نے بلالؓ کو اپنے دو سیاہ فام غلام دے کر خرید کیا اور رسولِ خدا کے پاس آیا۔ وہ حضرت ابوبکر کی نسبت حضرت علیؑ کی کئی گنا تعظیم بجالاتا تھا۔

فسادی لوگوں نے کہا: اے بلالؓ! تو کفرانِ نعمت کرتا ہے اور فضیلت کی ترتیب توڑتا ہے۔ ابوبکر تیرا مولا ہے، اس نے تجھے خرید کر کے آزاد کیا ہے اور تجھے عذاب سے بچایا ہے۔ تیرے جان و مال کی حفاظت کی ہے اور علیؑ بن ابی طالب نے تیرے لیے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ تُو علیؑ کی اتنی عزت کرتا ہے جتنی ابوبکر کی عزت نہیں کرتا ہے۔ یہ کفرانِ نعمت اور ترتیب میں جہالت ہے۔

بلالؓ نے کہا: کیا میں ابوبکر کی رسولِ خدا سے زیادہ عزت و توقیر کروں؟

انھوں نے کہا: معاذ اللہ۔

بلالؓ نے کہا: اب تمھاری یہ بات پہلی بات کے مخالف ہوگئی ہے۔ اگر میرے لیے جائز نہیں ہے کہ علیؑ کو ابوبکر پر فضیلت دوں کیونکہ اس نے مجھے آزاد کروایا ہے اور علیؑ نے مجھے آزاد نہیں کرایا تو رسولِ خدا نے بھی تو مجھے آزاد نہیں کروایا۔

انھوں نے کہا: نہیں رسولِ خدا تو سب مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔

بلالؓ نے کہا: اسی طرح ابوبکر اور علیؑ بھی برابر نہیں ہیں کیونکہ علیؑ مخلوق میں سب سے افضل (یعنی رسولؐ خدا) کا نفس ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں کیونکہ رسولؐ خدا نے دعا کی ہے کہ خدایا! میں اس پرندے کو اُس کے ساتھ کھاؤں گا جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور وہ پرندہ آپؐ کے ساتھ علیؑ نے کھایا ہے۔ آپؐ نے اُن کو اپنا بھائی بنایا ہے۔ پس یہ سب مخلوق میں آپؐ کے زیادہ مشابہ ہے۔ ابوبکر نے مجھ سے کبھی یہ نہیں کہا جو تم کہہ رہے ہو کیونکہ وہ علیؑ کی فضیلت کو جانتا ہے جس سے تم جاہل ہو۔ یعنی وہ جانتا ہے کہ علیؑ کا حق مجھ پر اُس کے حق سے زیادہ ہے کیونکہ اُس نے مجھے دنیا کے عذاب سے بچایا ہے اور علیؑ نے مجھے ابدی (آخرت) کے عذاب سے بچایا ہے۔ اُن کی ولایت اور اُن کو افضل قرار دینا میرے لیے ابدی نعمتوں کا موجب ہے۔ (تفسیر امام حسن عسکریؑ: ۶۲۳، حدیث ۳۶۵، بحارالانوار: ۳۳۸/۲۲)

روایت میں ہے کہ رسولؐ خدا کے بعد جب بلال سے حضرت ابوبکر کی بیعت مانگی گئی تو اس نے انکار کیا۔ اُن پر سختی کی گئی تو وہ شام کی طرف چلے گئے۔ (المنضد النضید والدرالفرید: ۱۳۹، حدیث ۱۰۶)

دمشق میں طاعون کی بیماری سے ۱۸ یا ۲۰ ہجری میں فوت ہوئے جیسا کہ ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے یا ۱۹ ہجری جیسے انس جلیل میں مجیرالدین حنبلی نے کہا ہے اور دمشق کے باب صغیر کے ایک مقبرہ میں دفن ہوئے۔ اسی قبرستان میں معاویہ اور یزید اور ابوعبیدہ جراح دفن ہے۔ ۶۱ سال عمر پائی ہے۔ (حاشیہ شہید علی خلاصۃ الاقوال: ۳۵/۲)

خبابؓ بن ارت

خبابؓ جیسے عمارؓ ــــ یہ ارت کا بیٹا ہے۔ اوّلین مہاجرین فضلا میں سے ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے یہ چھ کے بعد مسلمان ہوئے۔ جنگ بدر اور بعد والی جنگوں میں

رسولِ خدا کے ساتھ شریک ہوا۔ پھر کوفہ چلے گئے اور جنگ صفین، جنگ نہروان میں شرکت کے بعد فوت ہوئے۔ اس کی نمازِ جنازہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے پڑھائی۔

بحار میں مناقب ابن شہرآشوب سے روایت ہوئی ہے کہ آپؐ نے سلمانؓ سے فرمایا: عنقریب تیرے سر پر کسریٰ کا تاج رکھا جائے گا۔ پس جب فتح ہوئی تو اُن کے سر پر تاج رکھا گیا۔ (مناقب آلِ ابی طالب: ۱/۹۵، بحارالانوار: ۱۸/۱۳۱)

سیّد اجل علی بن طاؤس نے کتاب اقبال کی فصل ۷ میں روایت تحریر کی ہے:
مفضل بن عمر کہتا ہے کہ مجھے امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہا: جب قیامت کا دن ہوگا تو چار دن اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سجائے جائیں گے جس طرح دلہن کو سجایا جاتا ہے۔

عید فطر کا دن، عید قربان کا دن، جمعہ کا دن، عید غدیر کا دن۔ غدیر کا دن، عید فطر اور عید قربان اور جمعہ کے دن کے درمیان ایسا چمکے گا جس طرح چاند ستاروں کے درمیان چمکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ غدیر خم پر اپنے مقرب اور سردار فرشتوں کو موکل قرار دے گا۔ اُس دن فرشتوں کا سردار جبرائیلؑ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے مرسل انبیاءؑ اور ان کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے منتخب اوصیاء اور ان کے سردار امیرالمومنین علیؑ ہوں گے۔ اور اولیائے خدا اور ان کے سردار اُس دن سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ اور عمارؓ ہوں گے یہاں تک کہ انھیں جنت میں داخل کیا جائے گا جیسے چرواہا پانی اور گھاس پر اپنی بکریوں کو لے آتا ہے۔ (اقبال الاعمال: ۲/۲۶۰)

مسندِ سلمانؓ

نقباء بارہ ہیں

شیخ وجیہہ ابوعبداللہ احمد بن محمد بن عیاش نے مقتضب الاثر کی جلداوّل میں ابوعلی احمد بن محمد بن جعفر صولی بصری سے روایت کی ہے:

سلمانؓ سے مروی ہے، رسولؐ خدا نے فرمایا: اے سلمانؓ! اللہ عزوجل نے کوئی نبی اور رسول مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ اس کے لیے بارہ نقیب (نائب) بنائے ہیں۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں نے اسے دو کتابوں سے جانا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اے سلمانؓ! کیا تُو میرے بارہ نقباء کو جانتا ہے جن کو اللہ نے میرے بعد امامؑ بنایا ہے؟

میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: اے سلمانؓ! اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے منتخب نُور سے پیدا کیا ہے اور مجھے دعوت دی۔ پس میں نے اُس کی اطاعت کی۔ اللہ نے میرے نُور سے علیؑ کو پیدا کیا اُسے اطاعت کی دعوت دی۔ پس اُس نے اطاعت کی اور میرے اور علیؑ کے نُور سے فاطمہؑ کو پیدا کیا اور اُسے اپنی اطاعت کی دعوت دی اور اُس نے اُس کی اطاعت کی۔ مجھ سے اور علیؑ و فاطمہؑ سے حسنؑ اور حسینؑ کو پیدا کیا۔ پس ان دونوں کو اطاعت کی دعوت دی اور انھوں نے اُس کی اطاعت کی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پانچوں کے نام اپنے ناموں سے قرار دیئے۔ پس اللہ

محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں۔ اللہ علی ہے اور یہ علیؑ ہے۔ اللہ فاطر ہے اور یہ فاطمہؑ ہے اور صاحبِ احسان ہے اور یہ حسنؑ ہے اور اللہ محسن ہے اور یہ حسینؑ ہے۔

پھر ہم اور نورِ حسینؑ سے نو آئمہؑ کو پیدا کیا پس انھیں اپنی اطاعت کی دعوت دی اور انھوں نے اطاعت کی۔ یہ آسمان اور زمین، ہوا اور پانی، فرشتوں اور بشر کے پیدا کرنے سے پہلے ہوا۔ ہم اس کے علم کے بہ سبب انوار تھے۔ ہم اس کی تسبیح کرتے تھے اور اس کی بات سن کر اس کی اطاعت کرتے تھے۔

سلمانؓ نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، جو ان کی معرفت رکھتا ہے اس کے لیے کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اے سلمانؓ! جو ان کی حقیقی معرفت رکھتا ہے اور ان کی اقتداء کرتا ہے ان کے دوستوں سے دوستی اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرتا ہے بخدا قسم وہ ہم میں سے ہے جہاں ہم ہوں گے وہ وہاں ہوگا، جہاں ہم رہیں گے وہ وہاں رہے گا۔

سلمانؓ نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا ان کے ناموں اور نسبوں کی معرفت کے بغیر ان پر ایمان ہو سکتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اے سلمانؓ! نہیں۔

سلمانؓ نے کہا: یارسولؐ اللہ! ان کی معرفت کہاں سے ہے؟

آپؐ نے فرمایا: تو حسینؑ تک کو جانتا ہے۔ اس کے بعد سید العابدین علیؑ بن الحسینؑ ہے پھر اس کا بیٹا محمدؑ بن علیؑ باقر علم الاولین و آخرین من النبیین والمرسلین ہے۔ پھر جعفرؑ بن محمد لسان اللہ صادق ہے۔ پھر موسیٰؑ بن جعفر کاظمؑ ہے جو غصے پر قابو پاتا ہے اور اللہ کی بابت صبر کرتا ہے۔ پھر علیؑ بن موسیٰؑ الرضا لامر اللہ ہے۔ پھر محمدؑ بن علیؑ جواد خلقِ خدا سے مختار ہے۔ پھر علیؑ بن محمدؑ ہادی الی اللہ ہے۔ پھر حسنؑ بن علیؑ صامت اور

ابن علیؑ دین اللہ عسکری ہے۔ پھر اس کا بیٹا حجۃ اللہ فلاں ہے۔ اس کا نام میرے نام پر ہے۔ جو حسن کا بیٹا مہدیؑ ناطق قائم بحق اللہ ہے۔

سلمانؓ نے کہا: پس میں رویا اور کہا: یارسولؐ اللہ! میں سلمانؓ ان کی معرفت کا ادراک کیسے کرسکتا ہوں؟

آپؐ نے فرمایا: اے سلمانؓ! تو اور تیری مثل انھیں درک کریں گے اور جو ان سے دوستی اختیار کرے گا اور ان کی حقیقی معرفت حاصل کرے گا۔

سلمانؓ نے کہا: میں نے اللہ کا بہت شکر ادا کیا اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ان کے عہد (دَور) کی مدت کہاں تک ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اے سلمان! پڑھ!

فاذا جاء وعد اولاهما بعثنا عليكم عبادا لنا اولى بأس شديد فجاسوا خلال الديار وكان وعدا مفعولا ثم رددنا لكم الكرة عليهم وامددنا كم باموال وبنين وجعلنا كم اكثر نفيرًا۔

سلمانؓ نے کہا: میرا رونا اور شوق زیادہ ہوا اور کہا: یارسولؐ اللہ! آپ سے عہد کرتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو مبعوث کیا۔ یہ میرا، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور نو آئمہؑ کا عہد ہے اور ہر جو ہم سے ہے اور ہم میں مظلوم ہے۔

خدا کی قسم! اے سلمانؓ! پھر شیطان اور اس کا لشکر حاضر ہوگا اور ہر وہ جس کا ایمان اور کفر خالص ہوگا یہاں تک کہ قصاص، اوتار، وراثت لی جائے گی۔ تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا اور ہم اس آیت کی تاویل کو جاری کریں گے:

وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ○(سورۂ قصص: آیت ۵)

سلمانؓ کہتا ہے: یہ سن کر میں رسولِ خدا کے پاس سے اُٹھا حالانکہ سلمانؓ کو پرواہ نہ تھی کہ موت اس سے کب ملاقات کرے گی یا وہ اُس سے کب ملاقات کرے گا۔(مقتضب الاثر: ۶، بحارالانوار: ۵۳ / ۱۴۲، حدیث ۱۶۲، الصراط المستقیم: ۲ / ۱۴۲)

حضرت مہدی علیہ السلام اولادِ حسینؑ سے ہیں

ابو محمد عبداللہ بن اسحاق بن عبدالعزیز خراسانی المعدل سے مروی ہے: سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: ہم رسولِ خدا کی خدمت میں تھے کہ حسینؑ بن علی آپؐ کے زانو پر تھے۔ آپؐ نے اُن کے چہرے کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے ابو عبداللہ! تو سادات کا سردار، تو امامؑ ابن امامؑ ہے۔ امام کا بھائی ہے، نو اماموںؑ کا باپ ہے۔ ان میں سے نواں امامؑ سب سے زیادہ علم والا، سب سے زیادہ حکم لگانے والا اور سب سے افضل ہوگا۔(مقتضب الاثر: ۸)

حضرات آئمہ علیہم السلام کے اسماء

شیخ ثقہ علی بن محمد بن علی خزاز قمی نے کفایۃ الاثر کے باب پنجم میں محمد بن عبداللہ بن مطلب سے روایت کی ہے: حضرت سلمانؓ سے مروی ہے: رسولِ خدا نے ہمیں خطبہ دیا جس میں فرمایا:

"اے لوگو! میں عنقریب تمھارے درمیان سے کوچ کرنے والا ہوں اور عالمِ غیب کی طرف جانے والا ہوں۔ میں تمھیں اپنی عترت کی بابت بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ بدعتوں سے بچو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ گمراہی اور گمراہ جہنم میں ہوں گے۔

اے لوگو! جب سورج مفقود ہو جائے گا تو چاند کے ساتھ تمسک کرو۔ جب چاند مفقود ہو جائے تو فرقدین سے تمسک کرو اور فرقدین مفقود ہو جائیں تو نجوم زاہرہ کے ساتھ میرے بعد تمسک کرو۔ میں کہتا ہوں: یہ میرا فرمان ہے میں اپنے اور تمھارے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں"۔

آپؐ منبر سے اُترے، میں آپؐ کے پیچھے ہولیا۔ آپؐ عائشہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ میں بھی داخل ہوا اور میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! میں نے سنا ہے آپؐ نے فرمایا ہے: جب سورج مفقود ہو جائے گا تو چاند سے تمسک اختیار کرو اور جب چاند مفقود ہو جائے تو فرقدین سے تمسک اختیار کرو۔ جب فرقدین مفقود ہو جائیں تو نجوم زاہرہ سے تمسک اختیار کرو۔ پس سورج کیا ہے؟ چاند کیا ہے؟ فرقدین کیا ہیں اور نجوم زاہرہ کیا ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: سورج میں ہوں، چاند علیؑ ہے۔ جب مجھے کھو دو تو میرے بعد علیؑ سے تمسک اختیار کرو۔ فرقدین حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ جب چاند کو کھو دو تو ان دونوں سے تمسک اختیار کرو اور نجوم زاہرہ حسینؑ کی صُلب سے نو آئمہؑ ہیں ان میں سے نواں مہدیؑ ہے۔

پھر فرمایا: یہی میرے بعد اوصیاء اور خلفاء ہیں۔ آئمہ اَبرار ہیں جو یعقوبؑ کے اسباط کی تعداد میں ہیں اور عیسیٰؑ کے حواریوں کی تعداد میں ہیں۔

میں نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرے سامنے ان کے اسماء بیان کریں؟

ان میں سے پہلا اور سب کا سردار علیؑ بن الحسینؑ ہے۔ اس کے بعد محمدؑ بن علیؑ باقر علم النبیین ہے اور جعفرؑ بن محمد صادقؑ ہے اور اس کا بیٹا کاظمؑ ہے جس کا نام موسیٰ بن عمرانؑ کے نام پر ہے اور جو غربت کی زمین میں قتل ہوگا۔ اس کا بیٹا علیؑ ہے

پھر اس کا بیٹا محمدؑ اور دو بیٹے علیؑ اور حسنؑ اور حجت قائمؑ ہیں جو اپنی غیبت میں انتظار کریں گے۔ یہ میری عترت سے ہیں، میرے خون اور گوشت سے ہیں۔ ان کا علم میرا علم، ان کا حکم میرا حکم ہے۔ جو ان کو اذیت دے گا اللہ اُسے میری شفاعت نصیب نہیں کرے گا۔ (کفایۃ الاثر: ۴۰، بحارالانوار: ۳۶/۲۸۹، حدیث ۱۱۱)

ہم سے اس اُمت کا مہدیؑ ہے!

حضرت سلمانؓ سے مروی ہے: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد محبتوں کی تعداد کے برابر بارہ امامؑ ہوں گے۔ اس اُمت کا مہدیؑ ہم میں سے ہے۔ اس میں موسیٰؑ کی ہیبت، عیسیٰؑ کا رُعب، داؤدؑ کا حکم اور ایوبؑ کا صبر ہے۔ (کفایۃ الاثر: ۴۲، بحارالانوار: ۳۶/۳۰۳، حدیث ۱۴۱)

سارے آئمہ قریش سے ہیں

حضرت سلمانؓ سے مروی ہے: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد بارہ امامؑ ہیں۔ پھر فرمایا: سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ پھر ہمارا قائمؑ قیام کرے گا جس سے مومنین کے دلوں کو شفا پہنچے گی۔ خبردار! وہ تم سے اعلم ہوں گے۔ انھیں مت پڑھانا۔ خبردار! یہ میری عترت سے ہیں۔ میرے گوشت اور خون ہیں، لوگوں کو کیا ہوگا جو مجھے ان کی بابت اذیت دیں گے۔ انھیں میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ (کفایۃ الاثر: ۴۴، بحارالانوار: ۳۶/۳۰۳، حدیث ۱۴۲)

جو ان سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے!

علی بن حسین بن محمد سے مروی ہے: سلمانؓ نے روایت کی ہے: میں رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کے پاس حسنؑ اور حسینؑ تھے۔ آپؐ انھیں کھانا کھلا رہے تھے، کبھی حسنؑ کے منہ میں لقمہ دیتے کبھی حسینؑ کے منہ میں لقمہ ڈالتے۔ کھانے

سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے حسنؑ کو کندھے پر بٹھایا اور حسینؑ کو زانو پر بٹھایا اور فرمایا:
اے سلمانؓ! کیا تو ان سے محبت کرتا ہے؟

میں نے کہا: یارسول اللہؐ! میں ان سے کیسے محبت نہ کروں حالانکہ ان کا مقام آپؐ کے مقام سے ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اے سلمانؓ! جو ان سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اللہ سے محبت کرتا ہے۔ پھر اپنا دستِ مبارک امام حسینؑ کے کندھے پر رکھا اور فرمایا: یہ امامؑ ابن امامؑ ہے۔ اس کی صُلب سے آئمہؑ ابرار ہوں گے جو امین اور معصوم ہیں، ان میں سے نواں قائمؑ ہے۔ (کفایۃ الاثر: ۴۴، بحارالانوار: ۳۶ر ۳۰۴، حدیث ۱۴۳)

امام حسین علیہ السلام ابوالائمہؑ ہیں

حضرت سلمانؓ سے مروی ہے: میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا۔ امام حسینؑ آپؐ کے زانو پر تھے۔ آپؐ اُس کا ماتھا چوم رہے تھے اور منہ کا بوسہ لے رہے تھے اور فرما رہے تھے: تو سیّد ابن سیّد ہے۔ تو امام بن امام ہے۔ ابوالائمہ ہے، تو حجت بن حجت ہے، نو حجتیں تیری صُلب سے ہوں گی۔ ان میں سے نواں قائمؑ ہوگا۔ (کفایۃ الاثر: ۴۵)

بارہ امامؑ

حضرت سلمانؓ سے مروی ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد بنی اسرائیل کے نقباء کی تعداد کے برابر امامؑ ہوں گے اور وہ بارہ ہیں۔ پھر امام حسینؑ کی پشت پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: نو اس کی صُلب سے ہوں گے، نواں مہدیؑ ہوگا جو زمین کو ظلم وستم سے پُر ہو جانے کے بعد عدل و انصاف سے پُر کر دے گا۔ پس اُن سے

بغض رکھنے والے کے لیے ہلاکت ہے۔ (کفایۃ الاثر: ۴۶، بحار الانوار: ۳۶/ ۲۹۰، حدیث ۱۱۲)

حضرت علی علیہ السلام اور اس کا گروہ کامیاب ہیں

حضرت سلمانؓ سے مروی ہے: اے ابوالحسن! جب آپؑ رسولؐ خدا کی خدمت میں آئے اور میں رسولؐ خدا کی خدمت میں تھا، آپؐ نے فرمایا:

اے سلمانؓ! یہ اور اس کا گروہ قیامت کے دن کامیاب ہونے والے ہیں۔ (امالی صدوق: ۵۷۹، حدیث ۷۹۵، بحار الانوار: ۴۰/ ۷، حدیث ۱۶)

میں ہمیشہ سے حضرت علیؑ سے محبت کرتا ہوں

حضرت سلمانؓ نے کہا ہے: میں ہمیشہ سے حضرت علی علیہ السلام سے محبت کرتا ہوں، میں نے رسولؐ خدا کو دیکھا آپؐ نے اس کی ران پر ہاتھ مار کر کہا: تجھ سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرتا ہے، جو مجھ سے محبت کرتا ہے اللہ سے محبت کرتا ہے۔ جو تجھ سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے اور جو مجھ سے بغض رکھتا ہے وہ اللہ سے بغض رکھتا ہے۔ (امالی شیخ طوسی: ۳۶۲، حدیث ۷۳۲، بحار الانوار: ۲۷/ ۸۲، حدیث ۲۳)

عماد الدین نے بشارۃ المصطفیٰ میں ابن الشیخ سے اپنے باپ سے اس کی مثل کو روایت کیا ہے۔ (بشارۃ المصطفیٰ لشیعۃ المرتضیٰ: ۱۲۴، حدیث ۷۱، بحار الانوار: ۲۹/ ۲۷۸، حدیث ۵۷)

گناہوں کا گرنا

امالی شیخ طوسیؒ میں ہے: ابوعثمان سے مروی ہے: ہم سلمان فارسیؓ کے ساتھ درخت کے نیچے تھے۔ انھوں نے ٹہنی کو پکڑا اور اُسے ہلایا تو اُس سے پتے جھڑے۔

اُنھوں نے پوچھا: پوچھو گے نہیں میں نے کیا کہا ہے؟

ہم نے کہا: ہمیں خبر دیں۔

اُنھوں نے کہا: ہم رسولؐ خدا کے پاس درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔ آپؐ نے اُس کی شاخ کو پکڑا اور ہلایا تو پتّے جھڑے۔

آپؐ نے فرمایا: پوچھو گے نہیں میں نے کیا کہا ہے؟

ہم نے عرض کیا: ہمیں خبر دیں یا رسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: مسلمان بندہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کی خطائیں اس طرح جھڑتی ہیں جیسے اس درخت کے پتّے جھڑ رہے ہیں۔ (امالی طوسیؒ: ۱۶۷، حدیث ۲۸۱، بحارالانوار: ۷۹/ ۲۰۸، حدیث ۱۷)

صبح وشام کی دُعا

سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: مجھے رسولؐ خدا نے فرمایا: اے سلمانؓ! صبح کے وقت کہو: اللھم انت ربی لا شریك لك اصبحنا و اصبح الملك لله ـــــ تین دفعہ کہو۔

شام کے وقت اس کی مثل کہو۔ یہ تمھارے گناہوں کا کفارہ ہے جو تم صبح وشام کے درمیان کرتے ہو۔ (امالی طوسیؒ: ۱۸۶، حدیث ۳۱۳، بحارالانوار: ۸۳/ ۲۴۸، حدیث ۱۰)

دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے

عقبہ بن عامر جھنی سے مروی ہے: میں نے سلمان فارسیؓ سے سنا جب کہ اُن کو کھانے پہ مجبور کیا گیا تھا۔ میرے لیے کافی ہے۔ میں نے رسولؐ خدا سے سنا، آپؐ نے فرمایا: دنیا میں زیادہ کھانے والے آخرت میں زیادہ بھوکے رہیں گے۔

اے سلمانؓ! دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔ (امالی طوسیؒ: ۲۴۶، حدیث ۴۱۵، بحارالانوار: ۶۴/ ۳۴۳، حدیث ۱۳، حلیۃ الاولیاء: ۱/ ۱۹۳)

آپؐ کی سیدہ فاطمہ زہراؑ سے محبت

شیخ اجل فرات بن ابراہیم کوفی نے اپنی تفسیر میں عبید بن کثیر معنعن سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپ جتنی فاطمہؑ سے محبت کرتے ہیں اتنی اپنی اہلِ بیتؑ میں سے کسی سے نہیں کرتے؟

آپؐ نے فرمایا: جب معراج ہوئی اور مجھے جبرائیل شجرۂ طوبیٰ تک لے گیا۔ طوبیٰ کے پھلوں میں سے ایک پھل لے کر آیا۔ اُس نے مجھے کھلایا اور اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان مسح کیا اور کہا: اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ تجھے خدیجہؑ بنت خویلد سے فاطمہؑ کی بشارت دیتا ہے۔ جب میں زمین پر آیا تو اللہ نے مجھے فاطمہؑ سے نوازا۔ پس مجھے جب بھی جنت کا اشتیاق ہوتا ہے میں فاطمہ کو اپنے قریب کرتا ہوں۔ مجھے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ پس یہ انسانی شکل میں حور ہے۔ (تفسیر فرات: ۲۱۱، حدیث ۲۸۶، بحارالانوار: ۸/ ۱۵۱، حدیث ۸۹)

فرشتوں کا فضائل علیؑ کو ذکر کرنا

حضرت سلمانؓ سے مروی ہے: رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں کلام بیان کی۔ سلمانؓ نے اُسے حضرت علی علیہ السلام کے لیے بیان کیا اور آپؑ نے فرمایا: بخدا قسم اے سلمانؓ! تجھے جو خبر دی گئی ہے اس کی مجھے خبر دے اور فرمایا: اے علیؑ! خدا کی قسم! میں نے رحمٰن کی طرف سے آواز سنی ہے جو پہلے سنی نہیں گئی ہے۔ انھوں نے آپؑ کے فضائل بیان کیے ہیں۔

فرشتوں نے رحمٰن کی طرف سے آواز سنی ہے: اے میرے بندو! خاموش

ہوجاؤ۔ میں نے اپنے بندے پر اپنی محبت کو پیش کیا ہے اور اُسے اپنی اطاعت کے ذریعے سے کرامت سے نوازا ہے اور اُسے اپنی کرامت کے ذریعے سے چُن لیا ہے۔

فرشتوں نے کہا: الحمدللہ الذی اذھب عنا الحزن۔

آپ سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک صاحبِ عزت کون ہے؟ بخدا قسم! حضرت محمد ﷺ اور آپؐ کی ساری اہل بیتؑ صاحبِ شرف اور بشارت دیئے ہوئے ہیں۔ آسمان والے آپؐ کی فضیلت کی وجہ سے فخر ومباہات کرتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے وعدے کو میرے بھائی اور منتخب شدہ اور خلقِ خدا سے میرے لیے جو خالص ہے ــــ کے بارے میں پورا کیا ہے۔ (تفسیر فرات: ۵۰۳، حدیث ۶۷۸، بحارالانوار: ۴۰/۴۳، حدیث ۹۷)

سیّدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی رسولِؐ خدا سے گفتگو

عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے: میں نے سلمان فارسیؓ سے سنا اُنھوں نے کہا: جس مرض میں رسولِؐ خدا فوت ہوئے اُس بیماری کی حالت میں مَیں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کے پاس فاطمہ سلام اللہ علیہا آئیں، فاطمہؑ گریہ کرنے لگیں۔ بی بیؑ کے آنسو رخساروں پر جاری ہوئے۔ جب رسولِؐ خدا نے دیکھا تو فرمایا: بیٹی روتی کیوں ہے؟

بی بیؑ نے عرض کیا: کیسے نہ روؤں، میں کمزوری دیکھ رہی ہوں۔ یارسولؐ اللہ! آپؐ کے بعد ہمارا کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا: تمھارے لیے اللہ ہے۔ اُس پر بھروسہ رکھو اور صبر کرو جس طرح تمھارے آباؤ اجداد انبیاء نے صبر کیا ہے اور تمھاری ماؤں نے صبر کیا ہے جو ان کی بیویاں تھیں۔

اے فاطمہؑ! کیا جانتی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو چُن لیا اور اُسے نبی بنایا اور اُسے رسول بنایا۔ پھر علیؑ کو چُن لیا اور اُس کی تیرے ساتھ شادی کی اور اُسے وصی قرار دیا۔ تیرے بعد اُس کا مسلمانوں پر بہت زیادہ حق ہے۔ وہ صلح کے اعتبار سے مقدم ہے اور مقام کے لحاظ سے زیادہ عزیز ہے اور خلق کے اعتبار سے سب سے زیادہ جمیل ہے۔ اللہ کی بابت زیادہ سخت ہے اور دل کے لحاظ سے بہادر ہے۔ اور ثابت قدم ہے اور ہاتھ کے لحاظ سے زیادہ سخی ہے۔ یہ سن کر بی بیؑ خوش ہو گئیں۔

آپؐ نے فرمایا: بے شک علیؑ سب سے پہلے اللہ پر ایمان لے آیا۔ وہ رسولِؐ خدا کے ابن عم ہیں، بھائی ہیں، وصیِ رسولؐ ہیں، بنتِ رسولؐ کے شوہر ہیں۔ ان کے دو بیٹے رسولِؐ خدا کے نواسے ہیں۔ ان کے چچا سید الشہداء ہے جو رسولِؐ خدا کے چچا ہے۔ اس کا بھائی جعفرؑ ہے جو جنت میں پرواز کرتا ہے، رسولِؐ خدا کا چچازاد ہے۔ جس مہدیؑ کے پیچھے عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے وہ تجھ اور اس سے ہے۔ یہ صفات ایسی ہیں جو اس سے پہلے نہ بعد میں کسی کو میسر ہوں گی۔ اے بیٹی! کیا اس بات نے تجھے خوش کیا ہے؟ بی بیؑ نے عرض کیا: بابا جان! ہاں۔ (تفسیر فرات: ۴۶۴، حدیث ۶۰۷، بحار الانوار: ۴۹۶/۲۲، حدیث ۴۳)

آئمہؑ: جنت اور جہنم کے درمیان اُعراف میں

محمد بن مسعود عیاشی سے اپنی تفسیر میں مرسلاً زاذان سے، سلمانؓ سے مروی ہے: میں نے رسولِؐ خدا سے سنا، آپؐ نے دس سے زیادہ مرتبہ حضرت علیؑ سے فرمایا:

اے علیؑ! تم اور آپ کے بعد والے اوصیاء جنت اور جہنم کے درمیان اُعراف ہیں۔ جنت میں وہی داخل ہوگا جو تمھاری معرفت رکھتا ہوگا اور آپ اُسے جانتے ہوں اور جہنم میں وہی داخل ہوگا جو تمھارا انکار کرتا ہوگا اور تم اُس کا انکار کرتے ہوں گے۔ (تفسیر عیاشی: ۱۸/۲، بحار الانوار: ۳۳۷/۸، حدیث ۹)

سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی حضرت علیؑ سے شادی اللہ کے حکم سے ہوئی

سدید الدین شاذان بن جبرائیل قمی نے الروضہ میں مرسلاً ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے: سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ میں رسولؐ خدا کے سامنے کھڑا تھا اور آپؐ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا تھا۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا روتی ہوئی آئی۔ آپؐ نے اپنا دستِ مبارک بی بیؑ کے سر پر رکھا اور فرمایا: اللہ تجھے کبھی نہ رُلائے۔ اے حوریہ! کیوں روتی ہو؟

بی بیؑ نے عرض کیا: میں قریش کی عورتوں کے پاس سے گزری وہ خضاب لگائے ہوئے تھیں۔ انھوں نے میری طرف دیکھا تو میرے اور آپؐ کے ابن عمؑ کے بارے مین باتیں کرنے لگیں۔

آپؐ نے کہا: تُو نے ان سے کیا سنا ہے؟

بی بیؑ نے عرض کیا: انھوں نے کہا ہے کہ محمدؐ نے اپنی بیٹی کی شادی ایک قریش کے فقیر سے کردی ہے جس کے پاس مال بہت کم ہے۔

آپؐ نے فرمایا: بخدا قسم! اے بیٹی! مَیں نے تیری شادی نہیں کی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تیری اُس سے شادی کی ہے۔ اس لیے کہ فلاں فلاں نے تیرا رشتہ مانگا ہے۔ میں نے تیری شادی کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا اور لوگوں کو اس سے روک دیا۔ جب نمازِ فجر پڑھی تو مَیں نے بیاضِ دنیا سے فرشتوں کی آواز سنی، میرے پاس جبرائیلؑ فرشتوں کی ستر صفوں کے ساتھ آیا۔ میں نے کہا: بھائی جبرائیلؑ! یہ شوروغل کیسا ہے؟

اُس نے کہا: اے محمدؐ! اللہ عزوجل نے زمین کی طرف نظر کی۔ مردوں سے علیؑ کو اور عورتوں سے فاطمہؑ کا انتخاب کیا ہے اور فاطمہؑ کی علیؑ سے شادی کردی ہے۔

بی بیؑ نے سر بلند کیا اور رونے کے بعد مسکرانے لگی اور بی بیؑ نے کہا: مَیں اللہ اور رسولؐ کے فیصلے پر راضی ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: کیا علیؑ کے بارے میں اے فاطمہؑ تیری رغبت زیادہ نہیں ہوئی۔

بی بیؑ نے عرض کیا: ہاں۔

آپؐ نے فرمایا: چار آدمی اللہ تعالیٰ کے پاس سوار ہو کر آئیں گے۔ میرا بھائی صالحؑ اپنی اونٹنی پر ہوگا، میرا چچا حمزہؑ میری ناقہ غضباء پر ہوگا۔ میں براق پر ہوں گا، تیرا شوہر علی جنتی ناقہ پر ہوگا۔

بی بیؑ نے عرض کیا: اُس ناقہ کی صفت بیان کریں وہ کس شے سے پیدا کی جائے گی؟

آپؐ نے فرمایا: وہ ناقہ اللہ عزوجل کے نور سے پیدا ہوگی۔ اُس کے پہلو دیباج کے ہوں گے۔ اس کا سر زرد اور سرخ، آنکھوں کے حلقے سیاہ ہوں گے۔ اُس کی ٹانگیں سونے کی لگام لؤلؤ کی ہوں گی۔ اُس کی آنکھیں یاقوت کی، پیٹ سبز زبرجد کا، قبہ سفید لؤلؤ کا ہوگا جس کا ظاہر سے باطن نظر آئے گا، باطن سے ظاہر نظر آئے گا۔ عفو خدا سے پیدا ہوگا وہ ناقہ اللہ تعالیٰ کی ناقہ سے ہوگا۔ جس جگہ اور فرشتے کے پاس سے گزرے گا وہ کہیں گے: یہ بندہ کون ہے؟ اس کی اللہ کے ہاں کتنی عزت ہے کیا نبی مرسل ہے یا ملکِ مقرب ہے یا حاملِ کرسی ہے؟

عرش کے نیچے سے آواز آئے گی: یہ نہ نبی مرسل ہے، نہ ملکِ مقرب ہے، یہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ لوگ جوق در جوق آئیں گے اور کہیں گے: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں بتایا گیا لیکن ہم نے تصدیق نہ کی۔ ہمیں نصیحت کی گئی لیکن ہم نے اسے قبول نہ کیا اور جو اس سے محبت کرتے ہیں وہ عروۃ الوثقیٰ سے باندھا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ آخرت میں کامیاب ہوگا۔

اے فاطمہؑ! اور بتاؤں تا کہ تیری رغبت زیادہ ہو؟

بی بیؑ نے عرض کیا: بابا جان! زیادہ بیان کریں۔

آپؐ نے فرمایا: علیؑ کی اللہ کے نزدیک ہارونؑ سے زیادہ عزت ہے۔ کیونکہ ہارونؑ نے موسیٰؑ کو ناراض کر دیا تھا اور علیؑ نے مجھے کبھی ناراض نہیں کیا۔ اُس ذات کی قسم جس نے تیرے باپؐ کو برحق نبی بنایا۔ میں اُس پر کسی دن بھی ناراض نہیں ہوا۔ میں جب بھی علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھتا ہوں میرا غصہ جاتا رہتا ہے۔

اے فاطمہؑ کیا علیؑ کے بارے میں اور بتاؤں جس سے تیری رغبت زیادہ ہو جائے؟

بی بیؑ نے عرض کیا: اے نبیؐ خدا! اور زیادہ بیان کریں۔

آپؐ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیلؑ آئے اور اُس نے کہا: اے محمدؐ! علی الاعلیٰ نے آپؐ سے فرمایا ہے: علیؑ کو میرا سلام دو۔

بی بیؑ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: میں اللہ پر رب ہونے کے لحاظ سے، بابا جانؐ آپؐ پر نبی ہونے کے لحاظ سے اور آپ کے ابن عم پر اپنے شوہر اور ولی ہونے کے لحاظ سے راضی ہوں۔ (الروضۃ فی فضائل امیر المومنینؑ: ۱۷، حدیث ۵۶، بحار الانوار: ۴۳ / ۱۳۹، حدیث ۶)

حضرت علی علیہ السلام کی سورج کے ساتھ کلام

مذکورہ کتاب میں ہے: سلمان فارسیؓ نے کہا: رسولؐ خدا نے ہمیں نماز فجر پڑھائی، سلام پڑھا اور کھڑے ہو کر فرمایا: میرا چچازاد بھائی کہاں ہے، جس نے میرے قرض کو ادا کرنا ہے اور میرے وعدے کو پورا کرنا ہے؟

حضرت علیؑ نے لبیک کہہ کر جواب دیا: یارسولؐ اللہ لبیک لبیک!

آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ! میں چاہتا ہوں میں تمہاری اللہ عزوجل کی طرف سے فضیلت بیان کروں؟

حضرت علیؑ نے کہا: ہاں اے میرے حبیبؐ!

آپؐ نے فرمایا: مسجد کے صحن کی طرف نکلو، جب سورج طلوع کرے تو سورج سے کلام کرنا تا کہ وہ تمھارے ساتھ کلام کرے۔

سلمانؓ کہتے ہیں: وہ مسجد کے صحن کی طرف نکلے۔ جب سورج نے طلوع کیا تو سورج سے کہا: السلام علیك ایتھا الشمس۔

سورج نے کہا: السلام علیك یا اول یا آخر، یا باطن یامن هو بکل شئی علیم۔

یہ سن کر صحابہؓ ہنسنے لگے اور عرض کیا: کل آپؐ نے ہمیں کہا تھا کہ اوّل و آخر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں!

آپؐ نے فرمایا: ہاں وہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ وهو الله لا اله الا هو وحدهٗ لاشریك له یحیی ویمیت وهو حی لا یموت بیده الخیر وهو علی کل شیءٍ قدیر (سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے، وہ یکتا ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ زندگی دیتا ہے وہ مارتا ہے، وہ زندہ ہے اُس کے لیے موت نہیں ہے، اُس کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے)۔

انھوں نے کہا: کیا ہوا کہ سورج نے علیؑ کے لیے یہ کہا ہے بس علیؑ ہمارا رب ہوا اب ہم اُس کی عبادت کریں؟!

آپؐ نے فرمایا: استغفر الله ولاحول ولا قوة الا بالله، خاموش ہوجاؤ۔ ہر ایک کا اپنا مقام ہے۔ استغفار کرو اور توبہ کرو۔

اُس نے کہا ہے: اوّل، یعنی وہ پہلا ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی۔

اُس نے کہا ہے: آخر یعنی وہ آخری ہے جو مجھے زمین میں چھپائے گا اور لحد

میں رکھے گا۔

اُس نے کہا ہے: یا ظاہر یعنی وہ ہے جس کی تلوار کے ذریعے سے دین خدا ظاہر ہوا۔

اُس نے کہا ہے: باطن، یعنی وہ بخدا قسم میرے علم کی طینت کا باطن ہے۔

اُس نے کہا ہے: وہ ہر شے کا جاننے والا ہے، یعنی مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم! میرے رب نے مجھے جو علم دیا ہے میں نے وہ علم علیؑ کو دیا ہے، وہ زمین کے راستوں سے آسمان کے راستوں کو زیادہ جانتا ہے۔

پھر فرمایا: علیؑ (گھر میں) داخل ہوں اور افتخار کرو۔ (الروضۃ فی فضائل امیرالمومنینؑ: ۲۰۰، حدیث ۱۷۰، الفضائل: ۱۶۳)

ایسی مشکل ہے جسے نبیؐ یا نبیؐ کے وصی کے کوئی حل نہیں کر سکتا

کتاب الفضائل میں مرسلاً واقدی سے مروی ہے: سلمانؓ سے مروی ہے: ایک جوان حضرت عمر بن خطاب کے پاس آیا اور اُس نے کہا: میری ماں نے میری باپ کی طرف سے میراث کا انکار کر دیا ہے اور میری ماں بننے سے انکار کر دیا ہے اور کہتی ہے کہ تُو میرا بیٹا نہیں ہے۔

انھوں نے اُسے حاضر کیا اور کہا: تُو نے اپنے بیٹے کا انکار کیوں کیا ہے؟

اُس نے کہا: یہ اپنے گمان میں جھوٹا ہے اور میرے پاس اپنے کنوارے ہونے پر گواہ بھی ہیں۔ میرا کوئی شوہر نہیں ہے۔ اُس نے سات عورتوں کو رشوت دی۔ ہر ایک کو دس دینار دیئے اور کہا: گواہی دو کہ مَیں کنواری ہوں۔ میں نے ابھی شادی نہیں کی ہے۔ میرا کوئی شوہر نہیں ہے۔

حضرت عمر بن خطاب نے کہا: تیرے گواہ کہاں ہیں؟

اُس نے اپنے گواہ اُس کے سامنے پیش کیے۔

حضرت عمر نے کہا: تم کیا گواہی دیتی ہو؟

انھوں نے کہا: یہ کنواری ہے اسے کسی مرد اور شوہر نے چھوا نہیں ہے۔

جوان نے کہا: میرے اور اس کے درمیان علامت ہے اُسے بیان کرتا ہوں شاید اسے معلوم ہو جائے۔

اُس نے کہا: جو کہنا چاہتے ہو کہو؟

جوان نے کہا: میرا باپ بوڑھا تھا، اُس کا نام سعد الدین بن مالک تھا اُسے حارث مزنی کہتے تھے۔ مَیں سختی والے سال میں پیدا ہوا۔ مَیں نے دو سال بکری کا دودھ پیا۔ جب بڑا ہوا تو میرے والد ایک جماعت کے ساتھ تجارت کے لیے مسافرت پر گئے۔ سب لوگ واپس آ گئے لیکن میرے والد صاحب ان کے ساتھ واپس نہ آئے۔ میں نے اُن سے پوچھا تو انھوں نے کہا: وہ فوت ہو گیا ہے۔ جب میری والدہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے میرا انکار کر دیا اور مَیں یہاں آنے پر مجبور ہو گیا۔

حضرت عمر نے کہا: یہ ایسی مشکل ہے جسے نبیؐ یا نبی کا وصی ہی حل کر سکتا ہے۔ ہمارے ساتھ ابوالحسن علیؑ کے پاس چلو۔ پس وہ جوان چلا اور کہنے لگا: کاشف الکروب کا گھر کہاں ہے؟ اس اُمت کے برحق خلیفہ کا گھر کہاں ہے؟ لوگ اُسے علیؑ بن ابی طالبؑ کے گھر لے آئے جو کاشف الکربات اور حلالِ مشکلات ہے۔

اُس نے وہاں کھڑے ہو کر کہا: اے اس اُمت کے کاشف الکربات!

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے جوان کیا ہے؟

اُس نے کہا: اے میرے مولا! میری ماں نے میرا انکار کیا ہے اور میرے حق کا انکار کرتی ہے۔ اس کا گمان ہے کہ مَیں اس کا بیٹا نہیں ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: قنبرؓ کہاں ہے؟

اُس نے جواب دیا: لبیک یا مولائیؑ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ اور اُس عورت کو مسجد نبویؐ میں لے آؤ۔

قنبرؓ گیا اور اُسے مسجد میں لے آئے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تُو نے اپنے بیٹے کا انکار کیوں کیا ہے؟

عورت نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! مَیں کنواری ہوں، میرا کوئی بیٹا نہیں ہے، مجھے تو کسی مرد نے چھوا تک نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بات لمبی مت کر، میں بدر التمام، مصباح الظلام کا چچازاد ہوں۔ جبرائیلؑ نے مجھے تیرے سارے قصے کی خبر دی ہے۔

عورت نے کہا: اے میرے مولاؑ! دائی بلا کر پتا لگا لو میں کنواری ہوں یا نہیں؟!

مدینہ کی دائی کو بلایا گیا۔ جب وہ آئی تو اُس عورت نے دائی کو کنگن دے دیا اور کہا: میرے کنواری ہونے کی گواہی دے۔ جب دائی باہر آئی تو اس نے کہا: میرے مولاؑ! یہ تو کنواری ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بڑھیا جھوٹ بول رہی ہے۔ قنبر ادھر آؤ اس کی تلاشی لو اور اس کے پاس جو کنگن ہے نکال لاؤ۔

قنبر نے کہا: میں نے اُس کی بغل سے کنگن نکال لیا۔ اُس وقت لوگوں کی گونج آئی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خاموش ہو جاؤ، میں علمِ نبوت کا امین ہوں۔ اُس عورت کو حاضر کرو اور فرمایا: اے خاتون! مَیں دین کی زینت ہوں، مَیں دین کا قاضی ہوں، مَیں ابوالحسنؑ والحسینؑ ہوں، میں تیری اس لڑکے کے ساتھ شادی کرتا ہوں جس نے تیرے خلاف دعویٰ کیا ہے۔ کیا تجھے میری طرف سے یہ شوہر قبول ہے؟

اُس نے کہا: نہیں اے میرے مولا! کیا آپ شریعتِ محمدؐ کو باطل قرار دینا چاہتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں؟

اُس عورت نے کہا: آپ میری شادی میرے بیٹے کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں، یہ شادی کیسے ہو سکتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جاء الحق وزھق الباطل، ان الباطل کان زھوقًا۔

اس رُسوائی سے پہلے تُو نے اِسے قبول کیوں نہیں کیا؟

اُس نے کہا: میرے مولاؑ! مجھے خوف تھا کہ یہ میراث نہ لے لے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: استغفار کر اور توبہ کر۔ پھر امامؑ نے ان کے درمیان صلح کروائی۔ بیٹا ماں سے اور باپ کی میراث سے ملایا۔(الفضائل: ۱۰۵، الروضۃ فی فضائل امیرالمومنین: ۴۵، حدیث ۳۱، بحارالانوار: ۴۰/۲۶۸، حدیث ۳۸)

امیرالمومنینؑ کا جِن غطرفہ بن شمراخ کے ساتھ معجزہ

حضرت سلمانؓ سے مروی ہے: ایک دن رسولِؐ خدا ابطح میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ کے پاس صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت تھی اور آپ انہیں حدیث بیان کر رہے تھے۔ آپؐ نے بادگیر کی طرف دیکھا جو بلند ہوا۔ غبار بڑھا وہ قریب ہوتا گیا اور بلند ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ پھر اُس سے ایک شخص ظاہر ہوا اور اُس نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مَیں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ ہم نے آپؐ سے بیعت کی ہوئی ہے۔ اپنی طرف سے کسی کو میرے ساتھ بھیجیں جو ہماری قوم کے پاس جائے کیونکہ ہمارے کچھ لوگوں نے بغاوت کر رکھی ہے تاکہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے حکم اور کتاب کے مطابق

ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ آپؑ مجھ سے عہد اور تحریر لے لیں، مَیں تاکید کرتا ہوں کہ اُسے اگلے دن صحیح سالم آپؑ کے پاس چھوڑ جاؤں گا۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حادثہ رُونما ہو جائے۔

آپؑ نے فرمایا: تُو کون ہے اور تیری قوم کون سی ہے؟

اُس نے کہا: میں غطرفہ بن شمراخ ہوں۔ بنی کاخ کا فرد ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو نبی بنا کر بھیجا تو ہم نے آپؑ پر ایمان ظاہر کیا اور آپؑ کی تعریف کی۔ ہمارے کچھ لوگوں نے ہماری مخالفت کی ہے اور جو کرتے تھے اُسی پر قائم ہیں۔ ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ وہ تعداد اور طاقت میں ہم سے زیادہ ہیں۔ انھوں نے پانی پر اور چراگاہ پر قبضہ کر کے ہمیں اُس سے دُور کر دیا ہے۔ میرے ساتھ کسی کو بھیجیں جو حق کے ساتھ ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔

آپؑ نے فرمایا: چہرے سے نقاب ہٹا تاکہ ہم تجھے تیری اصل صورت میں دیکھ سکیں۔ اُس نے چہرے سے نقاب ہٹائی۔ ہم نے اُسے دیکھا وہ بوڑھا شخص تھا اُس کے بہت زیادہ بال تھے اور اُس کا لمبا سر، بڑی دو آنکھیں اور وہ سر کی طرح لمبی تھیں۔ حلق چھوٹے، اُس کے دانت درندوں جیسے تھے۔ پھر آپؑ نے اس سے عہد اور تحریر لی کہ مَیں جسے ساتھ بھیجوں گا اُسے کل صبح صحیح سالم واپس لوٹایا جائے گا۔

وہ اپنی کلام سے فارغ ہوا تو آپؑ ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم میں سے کون ہمارے بھائی غطرفہ کے ساتھ جائے گا تاکہ ان کے معاملات کو دیکھے اور حق کے ساتھ ان کے درمیان فیصلہ کرے؟

اُس نے کہا: وہ کہاں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ زیرِ زمین رہتے ہیں۔

ابوبکر نے کہا: ہم زمین کے اندر جانے کی طاقت کیسے رکھتے ہیں اور ان کے

درمیان فیصلہ کیسے کرسکتے ہیں حالانکہ ہم ان کی زبان بھی نہیں سمجھتے ہیں؟

آپؐ نے اُسے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر عمر بن خطاب کی طرف متوجہ ہوئے اور یہی کچھ کہا۔ اُس نے ابوبکر کی طرح جواب دیا۔ پھر عثمان کی طرف متوجہ ہوئے اور اُسے یہی کچھ کہا۔ اُس نے دونوں کی طرح جواب دیا۔ پھر آپؐ نے علیؑ کو بلایا اور فرمایا: یا علیؑ! ہمارے بھائی غطرفہ کے ساتھ جاؤ اس کی قوم کے پاس جاکر دیکھو کیا معاملہ ہے اور پھر ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو۔

علیؑ ابن ابی طالبؑ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: سر آنکھوں پر اور تلوار حمائل کی۔

سلمانؓ کہتے ہیں: مَیں ان کے پیچھے چل پڑا۔ یہ لوگ ایک وادی میں گئے۔ جب اُس کے وسط میں پہنچے تو امیرالمومنینؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اللہ تیری کوشش کو قبول فرمائے۔ اے ابوعبداللہ! اب واپس لوٹ جا، میں واپس ہوا اور کھڑے ہوکر جو ہوا اُسے دیکھنے لگا۔ زمین شق ہوئی اور وہ زمین میں چلے گئے پھر زمین آپس میں مل گئی۔ میرے دل میں حسرت رہ گئی جسے اللہ بہتر جانتا ہے اور یہ سب امیرالمومنینؑ پر شفقت کی وجہ سے ہوا۔

نبی ﷺ نے صبح کی اور لوگوں کو نماز فجر پڑھائی۔ پھر صفا پر بیٹھ گئے۔ آپؐ کو صحابہؓ نے گھیرا ہوا تھا۔ امیرالمومنینؑ کو وعدہ شدہ وقت سے دیر ہوگئی یہاں تک کہ دن چڑھ آیا۔ اکثر لوگ اس کے بارے میں باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ زوال ہوگیا۔ تو لوگوں نے کہا: جنّ نے رسولؐ خدا کو دھوکا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ابوترابؑ سے راحت دلا دی ہے۔ ہم سے اس کا یہ افتخار جاتا ہے کہ وہ رسولؐ خدا کا چچازاد ہے اور اس کا ہم پر فخر کرتا تھا۔ دشمنوں اور منافقوں کے طعنے ظاہر ہونے لگے اور انھوں نے باتیں کیں یہاں تک کہ آپؐ نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھ لی اور پھر اپنی

جگہ پر آکر بیٹھ گئے۔ لوگ امیرالمومنینؑ کی واپسی سے مایوس ہو گئے اور سورج بھی غروب ہونے کے قریب آگیا۔ اب لوگوں کو امیرالمومنینؑ کی موت کا یقین ہو گیا۔ ان کا نفاق ظاہر ہوا۔ تھوڑی دیر میں صفا شق ہوا اور امیرالمومنینؑ غطرفہ کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ ان کی تلوار سے خون کے قطرے گر رہے تھے۔

آپؐ نے کھڑے ہو کر امیرالمومنینؑ کی آنکھوں کے درمیان اور ماتھے کا بوسہ لیا اور فرمایا: کس چیز نے تجھے اس وقت تک مجھ سے دُور رکھا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: مَیں بہت زیادہ لوگوں میں گیا جنھوں نے غطرفہ اور اُس کی قوم کے خلاف بغاوت کی ہوئی تھی۔ میں نے انھیں تین باتوں کی دعوت دی۔ انھوں نے انکار کیا۔ میں نے انھیں لا الٰہ الا اللہ کی گواہی اور آپؐ کے اقرار کی دعوت دی۔ انھوں نے اسے ماننے سے انکار کیا۔ میں نے انھیں جزیہ ادا کرنے کی دعوت دی۔ انھوں نے انکار کیا۔ مَیں نے انھیں غطرفہ اور اُس کی قوم سے صلح کی دعوت دی تاکہ ایک دن پانی اور چراگاہ غطرفہ استعمال کرے اور دوسرے دن وہ استعمال کریں۔ انھوں نے ہر بات ماننے سے انکار کیا۔ مَیں نے اپنی تلوار ان لوگوں کے درمیان رکھی۔ میں نے ان سے جنگ کی اور ۸۰ ہزار سے زائد لوگوں کو قتل کیا۔ جب انھوں نے میری طرف سے سختی کو دیکھا تو امان امان کہنے لگے۔ میں نے ان سے کہا: تمھارے لیے کوئی امان نہیں ہے مگر تب امان ملے گی جب ایمان لے آؤ گے۔ پس وہ اللہ اور آپؐ پر ایمان لے آئے۔ پھر مَیں نے ان کے اور غطرفہ اور اس کی قوم کے درمیان صلح کروائی۔ پس وہ بھائی بھائی ہو گئے اور ان کے درمیان غطرفہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! اللہ آپ کو جزائے خیر دے اور آپؐ کے ابن عم علیؑ کو جزائے خیر دے۔ پھر غطرفہ جہاں سے آیا تھا واپس لوٹ گیا۔ (نوادر المعجزات: ۶۲، حدیث ۲۱، عیون المعجزات: ۴۳، بحارالانوار: ۱۸/۸۶، حدیث ۴ و جلد ۶۳/۹۰، حدیث ۵۴،

مدینۃ المعاجز: ۲۱/۲۹)

سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا گذشتہ اور آیندہ قیامت تک کا علم رکھتی ہیں

عیون المعجزات دلائل فاطمہ سلام اللہ علیہا میں ہے: حارثہ بن قدامہ سے مروی ہے، مجھے سلمانؓ نے، عمارؓ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے عجیب شے کی خبر دیتا ہوں؟

میں نے کہا: اے عمارؓ! مجھے خبر دے؟

اُس نے کہا: ہاں۔ میں علیؑ بن ابی طالبؑ کے ہاں حاضر ہوا۔ وہ فاطمہؑ کے پاس تھے۔ بی بیؑ کو دیکھا تو بی بیؑ نے فرمایا: ادھر آؤ تمھیں گذشتہ، موجودہ اور قیامت کو جو ہونے والا ہے اُس کی خبر دوں۔

عمارؓ کہتے ہیں: میں نے امیر المومنین علی علیہ السلام کو دیکھا وہ واپس ہوئے۔ میں بھی ان کے واپس لوٹنے کی وجہ سے واپس ہوا۔ وہ رسولؐ خدا کی خدمت میں پہنچے۔ آپؐ نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! میرے قریب آؤ۔ پس وہ آپؐ کے قریب ہوئے۔ جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو آپؐ نے فرمایا: تم بتاتے ہو یا میں بتاؤں؟

اُنھوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کی بات بہت اچھی ہے۔

آپؐ نے فرمایا: گویا میں تجھے دیکھ رہا ہوں تم فاطمہؑ کے پاس گئے اور اُنھوں نے تم سے یہ یہ کہا ہے۔ پھر تم واپس لوٹ آئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا: فاطمہؑ کا نور ہمارے نُور سے ہے؟

آپؐ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں ہے، پس حضرت علیؑ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

عمارؓ کہتے ہیں: امیر المومنین علی علیہ السلام باہر نکلے، میں بھی ان کے باہر نکلنے سے باہر نکلا۔ وہ فاطمہؑ کے پاس گئے، میں بی بیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

بی بیؑ نے کہا: گویا آپ میرے بابا رسولؐ خدا کے پاس گئے اور میں نے جو کہا تھا آپ نے انھیں اس کی خبر دی؟

اُنھوں نے کہا: اے فاطمہؑ! ایسا ہی ہوا ہے۔

بی بیؑ نے کہا: اے ابوالحسنؑ! اللہ تعالیٰ نے میرے نُور کو پیدا کیا، وہ اللہ جل جلالہ کی تسبیح کرنے لگا۔ پھر اُسے جنّتی درخت پر قرار دیا۔ وہ روشن ہوا جب میرے باباؐ جنت میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی طرف وحی فرمائی جو الہام کی صورت میں تھی کہ اس درخت کا پھل توڑ کر تناول کرو۔ پس اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے بابا کی صُلب میں قرار دیا۔ پھر مجھے خدیجہؑ بنت خویلد کے ہاں امانت قرار دیا۔ اُنھوں نے بھی مجھے جنم دیا۔ میں اُس نُور سے ہوں جو گزشتہ ہے اور جو ہو رہا ہے اور جو نہیں ہوا مجھے سب کا علم ہے۔

اے ابوالحسنؑ! المؤمن ينظر بنور الله تعالیٰ۔ (عیون المعجزات: ۴۶، بحارالانوار: ۴۳/۸، حدیث ۱۱)

امیرالمومنین علیہ السلام رسولؐ خدا کے وصی ہیں

کتاب کشف الیقین، باب ۱۹۰ میں محمد بن جریر طبری عامی سے کتاب مناقب آلِ بیت علیہم السلام میں سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: ایک دن ہم نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کے بعد خلیفہ کون ہوگا تاکہ ہمیں اس کا پتا چل جائے؟

آپؐ نے فرمایا: اے سلمانؓ! ابوذرؓ، مقدادؓ، ابوایوبؓ انصاری، اُمِ سلمہؓ زوجۂ رسولؐ خدا کو دروازے کے پیچھے بلا لاؤ۔ وہ سب آگئے تو فرمایا: گواہ ہو جاؤ اور سمجھ لو:

ان علی بن ابی طالب وصیی و وارثی وقاضی دینی وعداتی وهو الفاروق بين الحق والباطل وهو يعسوب المسلمين و امام المتقين وقائد الغر المحجلين والحامل غدا لواء رب العالمين هو و ولداه من بعده

ثم من ولد الحسين ابنی آئمة تسعة هداة مهديون الى يوم القيامة ، اشكو الى الله هجر امتی لانی وتظاهر هم عليه وظلمهم له واخذ هم حقه۔

''بے شک علی بن ابی طالبؑ میرا وصی، میرا وارث، میرے قرض اور وعدے پورے کرنے والا ہے۔ وہ حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔ وہ یعسوب (سردار) المسلمین ہے۔ پرہیزگاروں کا امام ہے۔ سفید پیشانی والوں کا راہنما ہے۔ کل رب العالمین کے پرچم کا اُٹھانے والا ہے۔ وہ اور اس کے بعد اس کے دو بیٹے ہیں۔ پھر میرے بیٹے حسینؑ کی اولاد سے نو امامؑ ہیں جو قیامت تک ہدایت کرنے والے ہدایت یافتہ ہیں۔ میں اللہ کی بارگاہ میں شکایت لگاؤں گا کہ انھوں نے میرے بھائی کو چھوڑ دیا۔ انھوں نے اُس کے خلاف مظاہرہ کیا، اس پر ظلم کیا اور اس کے حق کو چھین لیا''۔

ہم نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! یہ ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں! وہ مظلومیت کی حالت میں شہید کیا جائے گا بعد اس کے کہ وہ غصے سے پُر ہو جائے گا وہ اس پر صبر کرے گا۔

راوی کہتا ہے: جب فاطمہ علیہا السلام نے یہ سنا تو آگے بڑھیں یہاں تک کہ پردے کے پیچھے سے روتی ہوئی آئی۔ پس رسولؐ خدا نے فرمایا: بیٹی روتی کیوں ہے؟

بی بیؑ نے کہا: میں نے آپؐ کے ابن عمؑ اور بیٹوں کے بارے میں سنا ہے جو آپؐ نے کہا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: تجھ پر ظلم کیا جائے گا اور تجھے تیرے حق سے روک دیا جائے

گا۔ میری اہلِ بیتؑ سے تو پہلی ہوگی جو چالیسویں کے بعد مجھے ملے گی۔

اے فاطمہؑ! جو تجھ سے صلح کرے گا میری اس سے صلح ہوگی، جو تجھ سے جنگ کرے گا میری اس سے جنگ ہوگی۔ میں تجھے اللہ تعالیٰ، جبرائیلؑ اور صالح المومنین کی امانت میں دیتا ہوں۔

میں نے کہا: یارسولؐ اللہ! صالح المومنین کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا: وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ (کشف الیقین: ۴۸۷، بحارالانوار: ۳۶/ ۲۶۴، حدیث ۸۵)

قائم آلِ محمدؑ کا قیام کب ہوگا!

کتاب العدد القویۃ لدفع المخاوف الیومیۃ تالیف علی بن یوسف برادر علامہ نے مرسلاً سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے:

میں امیرالمومنین علی علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: اے امیرالمومنین! آپؑ کی اولاد سے قائمؑ کب آئے گا؟

آپؑ نے سرد آہ بھری اور فرمایا: قائمؑ کا ظہور نہیں ہوگا یہاں تک کہ معاملات کی باگ ڈور بچوں کے ہاتھ میں آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ضائع کیا جائے گا۔ قرآنِ مجید غنا میں پڑ جائے گا۔ بنی عباس جو اندھے اور ملاوٹ والے ہیں ان کے بادشاہ قتل کیے جائیں گے۔ تیر کمان سے چلانے والے مارے جائیں گے اور بصرہ دھنس جائے گا۔ اس وقت حسینؑ کی اولاد سے قائمؑ قیام کرے گا۔ (العدد القویہ: ۷۵، حدیث ۱۲۶، بحارالانوار: ۵۲/ ۲۷۵، حدیث ۱۶۸)

رسولِ خداؐ کے دو ریحان کے پھول

شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں زاذان سے، سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے حسن اور حسین علیہما السلام کے بارے میں فرمایا:

خدایا! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر، اور جو ان سے محبت کرے اُس سے محبت کر اور آپؐ نے فرمایا: جو حسن اور حسین علیہما السلام سے محبت کرتا ہے میں اُس سے محبت کرتا ہوں اور جس سے میں محبت کرتا ہوں اُس سے اللہ محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ محبت کرتا ہے اُسے جنت میں داخل کرتا ہے۔ جو ان سے بُغض کرتا ہے میں اس سے بُغض رکھتا ہوں اور جس سے میں بُغض رکھتا ہوں اللہ اُس سے بُغض رکھتا ہے اور جس سے اللہ بُغض رکھتا ہے اُسے جہنم میں ڈالتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: میرے یہ دونوں بیٹے دنیا میں میرے دو ریحان کے پھول ہیں۔(ارشاد: ۲/۲۸، بحارالانوار: ۲۷۵/۴۳، حدیث ۴۲، صحیح بخاری: ۵/۳۳، سنن ترمذی: ۶۵۶/۵، حدیث ۳۷۷۰، تاریخ دمشق ابن عساکر، حالات امام حسینؑ: ۳۸، حدیث ۵۸، اسدالغابہ ابن اثیر: ۱۹/۲، الفصول المہمہ ابن صباغ: ۱۵۴، کنزالعمال متقی: ۱۲/۱۱۳)

اہلِ بیتؑ کی بنی ہاشم پر تفضیل

ارشاد القلوب دیلمی جلد دوم میں مرفوعا سلمانؓ سے روایت ہوئی ہے: میں نبی مکرمؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ آئے۔ انھوں نے سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور مرحبا کہا۔ آپ نے فرمایا: یارسولؐ اللہ! ہم پر اہلِ بیت علی ابن ابی طالبؑ کو کیوں فضیلت دی ہے حالانکہ ہماری اصل ایک ہے؟

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چچا! اب میں تمھیں خبر دیتا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اور علیؑ کو اُس وقت پیدا کیا جب نہ آسمان تھا نہ زمین تھی، نہ جنت تھی، نہ جہنم تھی، نہ لوح تھی اور نہ ہی قلم تھا۔ جب اللہ عزوجل نے ہماری خلقت کی ابتدا کا ارادہ کیا تو ایک کلمہ کہا وہ نُور ہوگیا، پھر دوسرا کلمہ کہا وہ روح ہوگئی۔ ان دو کو آپس میں ملایا اور ان کے درمیان اعتدال کو قائم کیا۔ اس سے مجھے اور علیؑ کو پیدا کیا۔ پھر میرے نُور

سے عرش کے نُور کو الگ کیا۔ پس میں عرش کے نُور سے زیادہ جلیل ہوں۔ پھر علیؑ کے نُور سے آسمان کے نور کو الگ کیا۔ پس علیؑ آسمانوں کے نُور سے زیادہ جلیل ہے۔ پھر حسنؑ کے نُور سے سورج کے نُور کو الگ کیا اور حسینؑ کے نُور سے چاند کے نُور کو الگ کیا۔ پس یہ دونوں سورج اور چاند کے نُور سے زیادہ جلیل ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتے اور تسبیح میں کہتے:

سبوح قدوس من انوار ما اکرمها علی الله تعالیٰ

جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کی آزمائش کا ارادہ کرتا ہے تو ان پر اندھیرے بادل ڈال دیتا ہے۔ پس فرشتے اوّل تا آخر کچھ نہیں دیکھتے۔ آخر تا اوّل کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ پس فرشتوں نے کہا: ہمارے معبود اور سردار جب سے تُو نے ہمیں پیدا کیا ہے ایسا ہم نے نہیں دیکھا جیسی حالت میں اب ہم ہیں۔ تجھے ان انوار کا واسطہ ہم سے اس مصیبت کو دُور فرما۔

خداوند تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں یہ کروں گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس وقت قندیل کی طرح نورِ فاطمہؑ کو پیدا کیا اور اُسے عرش کے اُوپر معلق کر دیا جس سے سات آسمان اور سات زمین روشن ہو گئیں۔ اس سے اس کا نام فاطمہ زہراؑ ہے اور فرشتے تسبیح و تقدیس کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں تمھاری قیامت تک تسبیح و تقدیس کا ثواب اس عورتؑ، اس کے باپؐ، اس کے شوہرؑ، اس کے بیٹوںؑ کے محبوں کے لیے قرار دوں گا۔

سلمانؓ کہتے ہیں: پس حضرت عباسؓ باہر نکلے۔ راستہ میں امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ سے ملاقات ہوئی۔ آپؑ نے اُن کو سینے سے لگایا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور کہا: میرا باپ مصطفیؐ کی عترت پر قربان جو اہلِ بیتؑ ہے۔ تمھاری اللہ تعالیٰ

کے ہاں کتنی عزت ہے۔(ارشاد القلوب: ۲/۵۸۳، بحار الانوار: ۴۳/۱۷، حدیث ۱۶)

فرشتے محمدؐ و آلِ محمدؐ کی خدمت کرتے ہیں

کتاب الخرائج کے باب ۱۴ کی فصل دوم میں ہے: سلمان فارسیؓ نے روایت کی ہے: فاطمہ سلام اللہ علیہا چکی کے سامنے بیٹھی چکی میں جو پیس رہی تھیں۔ اس کے عمود پر خون لگا ہوا تھا اور گھر کے ایک کونے میں حسینؑ بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے۔

میں نے کہا: اے بنتِ رسولؐ خدا! ہاتھ پیچھے کریں، یہ فضہؓ کرتی ہے۔

بی بیؑ نے کہا: مجھے رسولؐ خدا نے وصیت کی ہے کہ یہ ایک دن خدمت کرے گی اس نے کل کام کیا ہے۔

سلمانؓ نے کہا: میں آپ کا غلام ہوں چکی چلاتا ہوں یا حسینؑ کو خاموش کرواتا ہوں۔

بی بیؑ نے کہا: میں اسے خاموش کرواتی ہوں اور تم چکی چلاؤ اور جو کو پیس دو۔

میں نے کچھ جو پیس دیے اور کھڑا ہوا اور چلا گیا۔ رسولؐ خدا کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ جب فارغ ہوا تو میں نے جو دیکھا تھا اُسے علیؑ کے سامنے بیان کیا۔ وہ روئے اور چلے گئے۔ پھر ہنستے ہوئے آئے۔ رسولؐ خدا نے پوچھا تو کہا: میں فاطمہؑ کے پاس گیا، وہ سیدھی سوئی ہوئی تھی اور حسینؑ بی بیؑ کے سینہ پر سویا ہوا تھا اور بغیر ہاتھ کے چکی چل رہی تھی۔

یہ سن کر آپؐ مسکرائے اور فرمایا: اے علیؑ! کیا جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے زمین میں فرشتے چھوڑے ہوتے ہیں جو قیامت تک محمدؐ و آلِ محمدؐ کی خدمت کرتے رہیں گے۔(الخرائج والجرائح: ۲/۵۳، حدیث ۶، بحار الانوار: ۴۳/۲۸، حدیث ۳۳)

حضرت علیؑ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے

ارشاد القلوب دیلمی میں سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: میں نے رسولؐ خدا

سے سنا آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے میرے بندو! جب تمھیں حاجت درپیش آتی ہے تو تم سب سے زیادہ محبوب شخص کا واسطہ دیتے ہو اور اُس سفارش کرنے والے کی عزت کی وجہ سے تمھاری حاجت پوری ہوجاتی ہے۔ جان لو کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا اور سب سے زیادہ محبوب محمدؐ ہے اور میرے نزدیک سب سے افضل محمدؐ ہے اور اُس کے بعد اس کا بھائی علیؑ ہے اور دوسرے ائمہؑ میں جو وسیلہ ہیں پس جسے کوئی حاجت ہو یا کسی مصیبت سے دوچار ہو اور وہ اپنی مصیبت دُور کرنا چاہتا ہو وہ محمدؐ اور آپؐ کی پاک آلؑ کا واسطہ دے میں اُس کی حاجت پوری کرتا ہوں"۔ (ارشاد القلوب: ۲/۳۷۶)

جو فاطمہ علیہا السلام سے محبت کرتا ہے وہ جنّت میں ہوگا

ارشاد القلوب میں مرسلاً سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سلمانؓ!

من احب فاطمة فهو فی الجنة معی ومن ابغضها فهو فی النار

"جو فاطمہؑ سے محبت کرتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا اور جو فاطمہؑ سے بُغض رکھتا ہے وہ جہنم میں جائے گا"۔

اے سلمانؓ! فاطمہؑ کی محبت سو مقام پر فائدہ دے گی۔ ان مقامات میں کم ترین مقام یہ ہیں: موت، قبر، میزان، حشر، صراط، حساب۔ جس سے میری بیٹی راضی اُس سے میں راضی جس سے میں راضی اُس سے اللہ راضی۔ جس پر فاطمہؑ ناراض اُس پر میں ناراض اور جس پر میں ناراض اُس پر اللہ ناراض ہوتا ہے۔ ہلاکت اُس کے لیے ہے جو اس پر ظلم کرے گا اور اس کے شوہر امیر المومنین علی علیہ السلام پر ظلم کرے گا۔ اُس کے لیے ہلاکت ہے جو اس کی اولاد اور شیعوں پر ظلم کرے گا۔ (ارشاد القلوب:

۱/۲۶۱، مائۃ منقبۃ: ۱۲۶، منقبت ۷۱، بحار الانوار: ۲۷/ ۱۱۶، حدیث ۹۴)

حضرت علیؑ کا اصحابِ کہف سے کلام کرنا

ارشاد القلوب دیلمی میں سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپؐ ہر حال میں علیؑ کو ہم پر فضیلت دیتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میں نے اُسے فضیلت نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے فضیلت دی ہے۔ انھوں نے کہا: اس کی دلیل کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جب تم میری بات کو قبول نہیں کرتے ہو تو مُردے تم لوگوں کے نزدیک اصحابِ کہف سے زیادہ سچے نہیں ہیں۔ میں تمھیں اور علیؑ کو اصحابِ کہف کی طرف بھیجتا ہوں اور تم پر سلمانؓ کو گواہ قرار دیتا ہوں۔ تم انھیں سلام کرو جس کے لیے اللہ نے انھیں زندہ کر دیا اور جس کا انھوں نے جواب دیا وہ افضل ہوگا۔

انھوں نے کہا: ہم اس بات پر راضی ہیں۔

آپؐ نے قالین بچھائی اور علیؑ کو بلا کر قالین کے وسط میں بٹھایا اور ان میں سے ہر ایک کو اُس کے کونوں پر بٹھایا اور سلمانؓ کو چوتھے کونے پر بٹھایا اور کہا: اے ہوا! انھیں اُٹھا کر اصحابِ کہف کی طرف لے جا اور پھر میرے پاس لے آ۔

سلمانؓ کہتے ہیں: ہوا قالین کے نیچے داخل ہوئی اور ہمیں لے کر چل پڑی۔ اچانک ہم ایک بہت بڑی غار کے پیچھے پہنچ کر قالین سے اُترے تو امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے سلمانؓ! یہ اصحابِ کہف و رقیم کی غار ہے۔ انھیں کہو آگے بڑھیں یا ہم آگے بڑھتے ہیں؟

انھوں نے کہا: ہم آگے بڑھتے ہیں۔ ہر ایک آگے بڑھا، نماز پڑھی، دعا کی اور کہا: السلام علیکم یا اصحاب الکہف۔ لیکن کسی کو سلام کا جواب نہ ملا۔

اب امیرالمومنینؑ آگے بڑھے، دو رکعت نماز پڑھی، دُعا کی اور آواز دی:
یااھل الکھف! غار گونجی اور اندر سے لوگوں کی لبیک کی آوازیں آئیں۔
امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

السلام علیکم ایھا الفتیۃ الذین امنوا بربھم فزدناھم ھدی

''اے جوانو! جو اپنے رب پر ایمان لے آئے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا''۔

انھوں نے جواب دیا:

وعلیك السلام یا اخا رسول اللہ ووصیہ و امیر المومنین لقد اخذ اللہ علینا العھد بعد ایماننا باللہ وبرسولہ محمد لك یا امیرالمومنین بالولاء الی یوم الدین

''اللہ نے ہم سے اللہ اور اپنے رسول محمدؐ پر ایمان کے بعد اے امیرالمومنینؑ تیری ولایت کے قبول کرنے کا عہد لیا ہے''۔

لوگ منہ کے بل گر پڑے اور سلمانؓ سے کہا: اے ابوعبداللہ! ہمیں واپس لے چل۔

اُنھوں نے کہا: یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔
انھوں نے کہا: اے ابوالحسنؑ! ہمیں واپس لے چلو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ہوا! ہمیں رسولؐ خدا کے پاس لے چل۔ پس ہم قالین پر سوار ہوئے ہوا چلی اور ہم آپؐ کے پاس پہنچ گئے اور جو ہوا تھا رسولؐ خدا نے ان کے سامنے بیان کیا اور کہا: میرے حبیب! جبرائیلؑ نے مجھے اس واقعہ کی خبر دی ہے۔

انھوں نے کہا: اب ہمیں پتا چل گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علیؑ کو آپؐ کی اُمت کے لیے ہم پر فضیلت دی ہے۔ (ارشاد القلوب: ۲/۲۳۸، بحار الانوار: ۲۹/۱۴۴، حدیث ۱۰)

سلمانؓ کا جنتی کھانا چاہنا

ایضاح دفائن النواصب میں ہے جو سو منقبت پر مشتمل ہے۔ تالیف شیخ محمد بن احمد بن علی بن شاذان ـــــ اس میں سلمانؓ سے مروی ہے:

مَیں رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا: پھر (سیّدہ) فاطمہؑ آگئیں۔ میں نے سلام عرض کیا۔

بی بیؑ نے کہا: اے ابوعبداللہ! حسنؑ اور حسینؑ بھوکے ہیں اور رو رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں کو پکڑو اور ان کے ناناؐ کے پاس لے جاؤ۔ مَیں نے ان کے ہاتھوں کو پکڑا اور اُٹھا کر رسولؐ خدا کے پاس لے گیا۔

آپؐ نے فرمایا: اے میرے حبیبو! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟

انھوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہمیں کھانے کی چاہت ہے۔

آپؐ نے فرمایا: خدایا! انھیں کھانا کھلا ـــــ تین دفعہ کہا۔

اچانک مَیں نے آپؐ کے ہاتھ میں خربوزہ دیکھا جو قلال ہجر کی مبزی کے مشابہ تھا۔ برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا، مکھن سے زیادہ نرم تھا۔ آپؐ نے اپنے انگوٹھے سے الگ کیا اور دو ٹکڑے کر دیا۔ آدھا حسنؑ کو اور آدھا حسینؑ کو دیا۔ مَیں ان کے ہاتھوں میں آدھے آدھے کو دیکھنے لگا اور اس کو کھانے کی چاہت رکھتا تھا۔

آپؐ نے مجھے کہا: اے سلمانؓ! شاید تو اسے کھانا چاہتا ہے؟

مَیں نے کہا: ہاں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: اے سلمانؓ! یہ جنتی کھانا ہے اسے کوئی کھا نہیں سکتا ہے مگر وہ جہنم اور حساب سے نجات پاتا ہے۔ بے شک تو خیر پر ہے۔ (مأۃ منقبۃ: ۱۶۱، منقبت ۸۷، بحار الانوار: ۴۳/ ۳۰۷، حدیث ۷۲، مدینۃ المعاجز: ۱/ ۳۷۵، حدیث ۲۴۲)

میرے ماں باپ قربان!

بحار الانوار میں ہے: بعض مناقب کی کتب سے مروی ہے، طبرانی نے اپنی اسناد کے ساتھ سلمانؓ سے روایت کی ہے:

ایک دن اُمِ ایمنؓ نے آ کر رسولِؐ خدا سے کہا کہ حسنؑ اور حسینؑ کھو گئے ہیں۔ (آپؐ نے تلاش کی جب مل گئے تو) آپؐ نے فرمایا: میرے ماں باپ تم پر قربان، تمھاری اللہ کے نزدیک کتنی عزت ہے۔ پھر ایک کو دائیں کندھے پر اور دوسرے کو بائیں کندھے پر اُٹھایا۔

مَیں نے کہا: تمھارے لیے خوشخبری ہے۔ تمھاری سواری کتنی اچھی ہے۔

آپؐ نے فرمایا: سوار کتنے اچھے ہیں اور ان کا باپ ان سے بہتر ہے۔ (بحار الانوار: ۴۳/ ۳۰۷، حدیث ۷۲، معجم کبیر طبرانی: ۳/ ۶۴، حدیث ۲۶۷۷)

مناقب ابن شہر آشوب سے، ابانہ میں ابن بطہ سے چار طرق سے مروی ہے: ان میں سے ابو خلیل سے ہے، سلمانؓ سے مروی ہے:

رسولِؐ خدا نے فرمایا: ہارونؑ نے اپنے دو بیٹوں کے نام شبر اور شبیر رکھے اور مَیں نے اپنے دو بیٹوں کے نام حسنؑ اور حسینؑ رکھے۔ (مناقب آلِ ابی طالبؑ: ۳/ ۱۶۶، بحار الانوار: ۴۳/ ۲۵۲، حدیث ۲۹)

فردوس دیلمی سے اس کی مثل روایت ہوئی ہے اُس کے آخر میں ہے: جس طرح ہارونؑ نے اپنے دو بیٹوں کے نام رکھے۔ (مناقب آلِ ابی طالبؑ: ۳/ ۱۶۶،

بحارالانوار: ۴۳/۲۵۲ ۲، حدیث ۲۹)

حوض پر سب سے پہلے علیؑ ابی طالبؑ ہیں

کتاب عمدہ کی فصل دہم تالیف شیخ یحییٰ بن بطریق حلی سلمانؓ سے مروی ہے:

رسولؐ خدا نے فرمایا:

اوّل الناس ورودا علی الحوض اوّلھم اسلام علی بن ابی طالب

''میرے پاس سب سے پہلے وہ شخص آئے گا جو سب سے پہلے اسلام لے آیا۔ وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے''۔ (العمدۃ فی مناقب امام الابرار: ۶۶، حدیث ۸۰، مناقب ابن مغازی: ۱۵)

حضرت علی علیہ السلام رسولؐ خدا کے وصی ہیں

مسند احمد بن حنبل کی فصل ۱۲ میں ہے: انس بن مالک سے مروی ہے: ہم نے سلمانؓ سے کہا: رسولؐ خدا سے ان کے وصی کے بارے میں سوال کرو وہ کون ہے؟

سلمانؓ نے آپؐ سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کا وصی کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اے سلمانؓ! موسیٰؑ کا وصی کون تھا؟

اُس نے عرض کیا: یوشع بن نون۔

آپؐ نے فرمایا:

ان وصیی ووارثی یقضی دینی وینجز موعدی علی بن ابی طالب

''میرا وصیؑ اور میرا وارث میرے قرض ادا کرنے والا میرے وعدے کو پورا کرنے والا ـــــ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے''۔ (العمدۃ فی مناقب امام الابرار: ۷۶، حدیث ۹۲، بحارالانوار: ۳۸/۱۹،

حدیث ۳۵)

میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں

مناقب خوارزمی فصل ۱۴ میں ہے: سلمانؓ سے مروی ہے: میں نے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ سے سنا، آپؐ نے فرمایا: میں اور علیؑ اللہ عزوجل کے سامنے نور تھے۔ وہ نور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کے آدمؑ کو پیدا کرنے سے ایک ہزار سال پہلے کی بات ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو اُس نور کو آدم کی صُلب میں قرار دیا۔ ہم ہمیشہ صُلبوں سے گزرتے رہے یہاں تک کہ ہم عبدالمطلب کی صُلب سے جدا ہوئے۔ میرے حصّے میں نبوت آئی اور علیؑ کو حصّے میں خلافت ملی۔ (العمدۃ فی مناقب امام الابرار: ۸۹، حدیث ۱۰۷، المناقب بن مغازی: ۸۷، حدیث ۱۳۰)

کتاب الفردوس میں ہے: سلمانؓ سے مروی ہے: رسولؐ خدا نے فرمایا: مجھے اور علیؑ کو آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے ایک نور سے پیدا کیا۔ عبدالمطلب کی صُلب سے یہ نور الگ ہوا۔ ففی النبوۃ وفی علی الخلافۃ (میرے حصّے میں نبوت اور علیؑ کے حصّے میں خلافت آئی)۔ (فردوس الاخبار: ۳/ ۲۸۳، حدیث ۴۸۵۱، العمدۃ: ۹۱/ ۱۱۲، بحارالانوار: ۳۸/ ۱۵۰، حدیث ۱۲۰)

حضرت علی علیہ السلام کے پاس کتاب کا علم ہے

سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: امیرالمومنین علی علیہ السلام سے قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (سورۂ رعد: آیت ۴۳) "کہہ دو میرے اور تمہارے درمیان گواہ اللہ کافی ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ میں ہوں جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے آپؐ کی تصدیق کی اور آپؐ کے وصیؑ کے ذریعے سے وسیلہ بنایا اور آپؐ کی اُمت وسیلہ سے خالی نہیں ہے۔ پس خداوند نے فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

''اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اس تک پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو''۔ (بصائر الدرجات: ۲۳۶، حدیث ۲۱، بحارالانوار: ۳۵/۲۳۲، حدیث ۱۲)

امالی شیخ جزو دہم میں لکھا ہے: سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: ہم رسولؐ خدا کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ آئے۔ آپؐ نے اُنھیں پتھر دیا۔ پتھر ان کے ہاتھ میں آیا تو اس پتھر سے آواز آئی:

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ رضیت باللّٰہ ربًّا وبمحمد نبیًّا وبعلی ابن ابی طالب ولیًّا

پھر آپؐ نے فرمایا:

من اصبح منکم راضیا باللّٰہ وبنبیہ وبولایۃ علی بن ابی طالب فقد امن خوف اللّٰہ وعقابہ

''تم میں سے جو اس حال میں صبح کرے کہ وہ اللّٰہ، نبیؐ اور علیؑ بن ابی طالبؑ کی ولایت پر راضی ہو وہ اللّٰہ کے خوف اور عذاب سے امن میں ہوگا''۔ (امالی شیخ طوسیؒ: ۲۸۳، حدیث ۵۴۹، بحارالانوار: ۲۷/۱۷، حدیث ۲۷)

حضرت علی علیہ السلام کے نور کی طینت

علل الشرائع میں اور امالی مجلس ۵۵ میں ہے: سلمان فارسیؓ نے کہا ہے: ابلیس کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا۔ وہ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے بارے میں باتیں کر

رہے تھے۔ وہ ان کے سامنے کھڑا ہوا۔ لوگوں نے کہا: تو کون ہے جو ہمارے سامنے ہے؟

اُس نے کہا: میں الہبرہ ہوں۔

انھوں نے کہا: اے الہبرہ! کیا تو ہماری باتیں سن رہا ہے؟

اُس نے کہا: تمھارے لیے بُرا ہے تم اپنے مولا علیؑ بن ابی طالبؑ کو گالیاں دے رہے ہو۔

انھوں نے کہا: تجھے کہاں سے پتا چلا کہ وہ ہمارا مولا ہے؟

اُس نے کہا: تمھارے نبیؐ نے کہا ہے:

من کنت مولا فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ

"جس کا مَیں مولا اس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا! اُسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھتا ہے اُسے دشمن رکھ جو اسے دشمن رکھتا ہے۔ اُس کی مدد کر جو اس کی مدد کرتا ہے اُسے چھوڑ دے جو اسے چھوڑتا ہے"۔

انھوں نے کہا: کیا تو ان کے ماننے والوں اور شیعوں میں سے ہے؟

اُس نے کہا: نہیں، نہ میں اُس کے ماننے والوں میں سے ہوں اور نہ ہی اُس کے شیعوں میں سے ہوں۔ البتہ اُسے دوست رکھتا ہوں اور اس سے جو بُغض رکھتا ہے اُس کے مال اور اولاد میں شریک ہو جاتا ہوں۔

انھوں نے کہا: اے الہبرہ! تو ہمیں علیؑ کے بارے میں کچھ بتا؟

اُس نے کہا: اے بیعت توڑنے والو! سنگدلو، خارجیو، سنو! مَیں نے اللہ عزوجل کی جنّوں میں بارہ ہزار سال عبادت کی اور جب اللہ تعالیٰ نے جنّوں کو ہلاک کیا تو

میں نے اکیلے پن کی خداوند سے شکایت کی۔ وہ مجھے آسمان پر لے گیا۔ میں نے آسمانِ دنیا میں بارہ ہزار سال فرشتوں میں رہ کر اُس کی عبادت کی۔ ہم اللہ عزوجل کی تسبیح وتقدیس کرتے تھے کہ ہمارے پاس سے شعشعانی نور کا گزر ہوا۔ فرشتے اُس نور کے لیے سجدہ میں گر گئے۔

فرشتوں نے کہا: سبوح! یہ ملکِ مقرب یا نبی مُرسل کا نور ہے۔ اتنے میں اللہ عزوجل کی طرف سے آواز آئی: نہ ملکِ مقرب کا نور ہے اور نہ ہی نبی مُرسل کا نور ہے بلکہ یہ علیؑ بن ابی طالبؑ کی طینت کا نور ہے۔ (علل الشرائع: ۱/ ۱۴۳، حدیث ۹، امالی شیخ صدوق: ۴۲۷، حدیث ۵۶۵، بحارالانوار: ۳۹/ ۱۶۲، حدیث ۱)

جلتی انار اہلِ بیت علیہم السلام کے لیے

سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: مدینہ منورہ میں بارش ہوئی جب بادل چھٹ گئے تو آپؐ اپنے چند مہاجرین و انصار صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے باہر تشریف لے آئے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام نہیں تھے۔ جب مدینہ کے دروازے سے باہر نکلے تو آپ حضرت علی علیہ السلام کا انتظار کرنے لگے۔ صحابہ کرامؓ آپؐ کے اردگرد تھے کہ حضرت علی علیہ السلام مدینہ سے آئے۔ پس جبرائیلؑ نے کہا: یہ علیؑ ہے جو آپؐ کے پاس آیا ہے۔ اس کے ہاتھ صاف اور دل صاف ہے۔ جب بات کرتا ہے تو درست بات کرتا ہے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے لیکن یہ اپنی جگہ سے ہٹنے والا نہیں ہے۔

جب آپؐ کے قریب آیا تو آپؐ نے اس کے چہرے کو ہاتھ سے چھوا، جسم کو چھوا اور فرمایا: میں ڈرانے والا ہوں اور تو میرے بعد ہادی ہے۔ پس چشم زدن میں اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی:

انما انت منذر ولکل قومٍ ھادٍ

''تو ڈرانے والا اور ہر قوم کے لیے ہادی ہے''۔

آپؑ اُٹھے اور جبرائیلؑ بلند ہوا۔ پھر آپؑ نے اپنا سر اُوپر کی طرف کیا۔ آپؑ کے ہاتھ میں زمرد سے زیادہ سبز انار آیا۔ آپ کا دستِ مبارک برف سے زیادہ سفید ہو گیا۔ جب انار آیا تو ایک بلند آواز بھی آئی۔ آپؑ نے وہ انار حضرت علیؑ کو دے دیا اور فرمایا: اسے کھاؤ اور جو بچ جائے میری بیٹی اور میرے دو بیٹوں (یعنی حسنؑ و حسینؑ) کو دو۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اے لوگو! یہ اللہ کی طرف سے ہدیہ ہے ــــ میرے لیے، میرے وصی کے لیے، میری بیٹی اور میرے نواسوں کے لیے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اجازت دیتا کہ تمھیں بھی دوں تو تمھیں بھی دیتا۔ پس مجھے معذرت دیں۔ اللہ تمھیں معاف کرے گا۔

سلمانؓ نے کہا: میں آپؑ پر قربان وہ آواز کیسی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: انار توڑا گیا تو درخت نے تسبیح پڑھی جو یہ تھی:

سبحان من سبحت له الشجرة الناضرة، سبحان ربي الجليل، سبحان من قدح من قضبانها النار المضيئة، سبحان ربي الكريم۔

کہا گیا ہے کہ یہ حضرت مریم علیہا السلام کی تسبیح ہے۔ (مدینۃ المعاجز: ۱/۳۳۶، حدیث ۲۱۴، ثاقب المناقب: ۵۶، حدیث ۷)

سرخ عقیق کی انگوٹھی

مدینۃ المعاجز تالیف سیّد محدث علی سیّد ہاشم توبلی میں موفق بن احمد سے، مناقب امیر المومنینؑ میں مروی ہے: سلمانؓ سے مروی ہے:

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہن، مقربین سے ہو جائے گا۔

اُنھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مقربین کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: جبرائیلؑ اور میکائیلؑ۔

اُنھوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! ہم کس شے کی انگوٹھی پہنیں؟

آپؐ نے فرمایا: سرخ عقیق کی انگوٹھی۔ یہ وہ پہاڑ ہے جس نے اللہ کی وحدانیت، میری نبوت اور تیری وصایت (امامت) اور تیری اولاد کی امامت، تیرے محبوں کے لیے جنّت اور تیرے شیعوں کے لیے اور تیری اولاد کے لیے فردوس کا اقرار کیا ہے۔ (مدینۃ المعاجز: ۱/ ۴۲۳، حدیث ۲۸۳، مناقب خوارزمی: ۳۱۰، طبقات الفقہاء: ۴/ ۲۹۰)

اسے شیخ صدوقؒ نے علل الشرائع میں بھی تحریر کیا ہے جو عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب قرشی سے منصور بن عبداللہ بن ابراہیم اصفہانی سے، علی بن عبداللہ اسکندرانی سے مقاتلی سے روایت کی ہے۔ (علل الشرائع: ۱۵۸، حدیث ۳، بحارالانوار: ۲۶/ ۲۸۰، حدیث ۱)

سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: حضرت علی علیہ السلام کے شیعہ کا کسی غیر کے پیروکار سے اختلاف ہوا۔ وہ اپنا مقدمہ اُس غیر کے پاس لے گئے۔ اُس نے اپنے پیروکار کے حق میں فیصلہ دیا۔ حضرت علیؑ کے شیعہ نے امیرالمومنینؑ سے شکایت کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مَیں نے تجھے منع نہیں کیا تھا کہ میرے شیعہ اور تیرے درمیان کوئی کام نہیں ہونا چاہیے۔

سلمانؓ نے کہا: اُس غیر نے مجھے کہا: اے سلمانؓ! جب مَیں نے یہ بات سنی تو آپؑ کی ہیبت اور شجاعت سے ڈر گیا۔ آپؑ کے ہاتھ میں عربی کمان تھی۔ آپؑ موسیٰ بن عمران کی شبیہ نظر آرہے تھے اور آپ کی کمان اُس کا عصا نظر آرہا تھا جس نے مجھے نگلنے کے لیے منہ کھولا تو مَیں نے کہا: یا علیؑ! تجھے اپنے بھائی رسولؐ خدا کا واسطہ مجھے معاف کردیں۔ پس آپؑ نے اُسے واپس لوٹا دیا۔ (الثاقب فی المناقب: ۱۵۴،

حدیث ۱۴۲۳، مدینۃ المعاجز: ۱/ ۴۷۸، حدیث ۳۱۳)

حضرت علی علیہ السلام کا مرغ سے کلام کرنا

حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: ایک دن میں اپنے مولا امیر المومنینؑ کے ساتھ ارض فقراء میں بیٹھا ہوا تھا۔ امام علیہ السلام نے مرغ کو دیکھا۔ امامؑ نے مرغ سے کلام کی۔

امام علیہ السلام نے پوچھا: تو یہاں کتنے عرصے سے ہے اور کیا کھاتا پیتا ہے؟

مرغ نے کہا: اے امیر المومنینؑ! میں یہاں اس جگہ پر چار سو سال سے ہوں۔ میرا یہاں کھانا پینا ہے، جب بھوک لگتی ہے تو آپؑ پر درود پڑھتا ہوں تو سیر ہو جاتا ہوں۔ جب پیاس لگتی ہے تو آپؑ کے دشمنوں کو بددعا دیتا ہوں سیراب ہو جاتا ہوں۔

میں نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! آپؑ پر اللہ کا درود اور سلام ہو یہ عجیب بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف سلیمانؑ بن داؤدؑ کو پرندوں کی بولی کا علم دیا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! کیا تو جانتا ہے سلیمانؑ کو یہ صفت میں نے دی تھی۔ اے سلمانؓ! چاہتا ہے کہ تجھے اس سے بھی زیادہ عجیب شے دکھاؤں؟

میں نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! اے رب العالمین کے رسولؐ کے خلیفہ! جی ہاں دکھائیں۔

امام علیہ السلام نے اپنا سر ہوا کی طرف بلند کیا اور فرمایا: اے مور! نیچے آؤ۔ پس وہ نیچے آیا۔ پھر فرمایا: اے شکرے! نیچے آؤ، وہ نیچے آیا۔ پھر فرمایا: اے شاہین! نیچے آؤ، وہ نیچے آیا۔ پھر فرمایا: اے کوے! نیچے آؤ، وہ نیچے آیا۔

پھر فرمایا: اے سلمانؓ! انھیں ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کے گوشت کو آپس میں ملا دو۔ میرے مولاؑ نے جو حکم دیا تھا میں نے ویسا ہی کیا اور یہ سب دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا کہتا ہے؟ میں نے کہا:

اے میرے مولاؑ! پرندے ہوا میں اُڑ رہے تھے۔ آپؑ نے مجھے حکم دیا کہ انھیں ذبح کردوں، مجھے تو ان کا کوئی گناہ معلوم نہیں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! تُو چاہتا ہے کہ انھیں زندہ کردوں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں اے امیرالمومنینؑ!

امام علیہ السلام نے ان کی طرف ایک گہری نظر کی اور فرمایا: اللہ کی قدرت سے اُڑو۔ سارے پرندے زندہ ہوکر باذنِ خدا اُڑنے لگے۔

یہ دیکھ کر مَیں حیران رہ گیا اور عرض کیا: میرے مولاؑ! یہ بہت بڑی بات ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! اللہ تعالیٰ کے امر پر تعجب مت کرو۔ وہ ہر شے پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اے سلمانؓ! اپنے وہمیات سے بچ، مَیں اللہ کا بندہ اور اُس کے رسولؐ کا خلیفہ ہوں۔ میرا امر اُس کا امر ہے۔ میری نہی اس کی نہی ہے۔ میری قدرت اُس کی قدرت ہے اور میری طاقت اُس کی طاقت ہے۔ (مدینۃ المعاجز: ۱/ ۲۵۷، حدیث ۱۶۴)

حضرت علی علیہ السلام کو پانچ صفات دی گئی ہیں

حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: ہم رسولؐ خدا کے پاس تھے۔ ایک اعرابی آیا اور کھڑا ہوا اور ہم کو سلام کیا۔ ہم نے اُسے سلام کا جواب دیا۔

اُس نے کہا: تم میں بدر تمام، مصباح الظلام محمد رسول الملک العلام کون ہے، یہ وہ ہے جو خوبصورت چہرے والا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اے عربی بھائی! بیٹھ۔

اُس نے عرض کیا: اے محمدؐ! میں نے آپؐ سے ملاقات کیے بغیر اور آپؐ کو دیکھے بغیر آپؐ پر ایمان لے آیا اور آپؐ کی تصدیق کی۔ مَیں نے آپؐ کی طرف سے ایک نئی بات سنی ہے؟

آپ نے فرمایا: کون سی نئی بات تُو نے سنی ہے؟

اُس نے عرض کیا: آپ نے ہمیں لا الٰہ الا اللہ اور محمدؐ رسول اللہ کی گواہی کی دعوت دی، ہم نے اسے قبول کیا۔ پھر بھی ہم سے خوش نہیں ہوئے کہ اب اپنے چچازاد بھائی علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت اور محبت کی دعوت دے دی۔ کیا یہ ولایت آپؐ نے فرض کی ہے یا اللہ تعالیٰ نے اسے آسمان سے فرض قرار دیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: بلکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین والوں پر اسے فرض قرار دیا ہے۔

اعرابی نے سنا تو اُس نے کہا: سنا اور اطاعت کی اُس بات کی جس کا اے نبیؐ خدا آپؐ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اے عربی بھائی! علیؑ کو پانچ صفات ملی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اے برادرِ عرب! وہ صفات میں تجھے بتاتا ہوں۔

اُس نے عرض کیا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: اے عرب بھائی! میں جنگِ بدر کے دن بیٹھا ہوا تھا اور جنگ ختم ہوگئی تھی۔ جبرائیلؑ آیا اور اُس نے مجھے کہا: اللہ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے: اے محمدؐ! میں نے خود پر لازم قرار دیا ہے اور قسم کھائی ہے کہ جسے دوست رکھتا ہوں اُسے علیؑ کی محبت الہام کروں۔ پس جسے دوست رکھتا ہوں اُسے محبتِ علیؑ الہام کرتا ہوں اور جس سے نفرت کرتا ہوں اُسے بُغضِ علیؑ الہام کرتا ہوں۔

پھر فرمایا: اے برادرِ عرب! تجھے دوسری صفت بتاؤں؟

اُس نے عرض کیا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: اللہ نے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی مگر یہ کہ ان کے لیے ایک سردار بنایا ہے۔ شاہین پرندوں کا سردار ہے۔ بیل چوپاؤں کا سردار ہے، شیر درندوں

کا سردار ہے، جمعہ دنوں کا سردار ہے، ماہِ رمضان مہینوں کا سردار ہے، اسرافیل فرشتوں کا سردار ہے۔ آدمؑ بشر کا سردار ہے اور مَیں انبیاءؑ کا سردار ہوں اور علیؑ اوصیاء کا سردار ہے۔

پھر فرمایا: اے برادرِ عرب! تجھے تیسری صفت بتاؤں؟

اُس نے عرض کیا: جی ہاں یا رسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: علیؑ بن ابی طالبؑ کی محبت درخت ہے جس کی جڑ جنت میں اور ٹہنیاں دنیا میں ہیں جو دنیا میں اس سے تمسک رکھتا ہے وہ اِسے جنت میں لے جائے گی۔

پھر فرمایا: کیا تجھے چوتھی صفت بتاؤں؟

اُس نے عرض کیا: جی ہاں یا رسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن عرش کی دائیں طرف میرے لیے منبر لگایا جائے گا۔ پھر عرش کی دائیں طرف میرے منبر کے سامنے ابراہیمؑ کے لیے منبر لگایا جائے گا۔ پھر ایک بڑی کرسی لائی جائے گی جسے کرسی کرامت کہتے ہیں۔ وہ ہمارے منبروں کے درمیان رکھی جائے گی۔ مَیں اپنے منبر پر، ابراہیمؑ اپنے منبر پر اور میرا چچازاد علیؑ بن ابی طالبؑ کرسی کرامت پر بیٹھے گا۔ کتنا اچھا میری آنکھیں دیکھیں گی جو دو دوستوں سے اچھا ہو!

پھر فرمایا: اے اعرابی! علیؑ سے محبت رکھ کیونکہ علیؑ کی محبت حق ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے محبوں سے محبت کرتا ہے۔ علیؑ میرے ساتھ ایک محل میں ہوگا۔

اس وقت اعرابی نے کہا، سنا اور اللہ رسولؐ اور آپؐ کے چچازاد علیؑ کی اطاعت کی۔ (مدینۃ المعاجز: ۲/۳۴۳، حدیث ۳۰۸، الروضہ: ۱۵۷، حدیث ۱۳۷، بحارالانوار: ۳۹/۲۵۱)

حضرت علیؑ کے محبوں کی سات صفات

عمادالدین ابوجعفر محمد بن ابوالقاسم طبری نے بشارۃ المصطفیٰ کی دوسری جز میں اپنے استاد ابومحمد حسن بن حسین سے روایت کی ہے: سلمانؓ نے کہا: ایک دن میں رسولؐ خدا کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ علیؑ بن ابی طالب آئے۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تجھے خوشخبری دوں؟

اُس نے کہا: ہاں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: میرے حبیب جبرائیلؑ نے اللہ عزوجل کی طرف سے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے محبوں اور شیعوں کو سات صفات دی ہیں: موت کے وقت نرمی، وحشت میں اُنس، اندھیرے میں روشنی، ڈر میں امن، میزان پر عدل، صراط سے عبور کرنا، ساری اُمتوں کے جنت میں جانے سے اسی سال پہلے جنت میں داخل ہونا۔ (بشارۃ المصطفیٰ: ۹۷، حدیث ۳۴)

علیؑ میرا بھائی، وزیر، وارث اور خلیفہ ہے

شیخ صدوقؒ نے مجلس ۵۳ میں اپنے باپ سے اس کی مثل کو روایت کیا ہے۔ (امالی صدوق: ۴۱۶، حدیث ۵۴۸، بحارالانوار: ۹/۶۵، حدیث ۴)

سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: رسولؐ خدا نے فرمایا: اے مہاجرین وانصار! کیا میں تمھیں ایسی شے کی رہنمائی کروں جس کے ساتھ تمسک سے تم ہرگز میرے بعد گمراہ نہیں ہوں گے؟ انھوں نے کہا: ہاں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا:

هذا علی اخی ووزیری ووارثی وخلیفتی امامکم فاحبوه لحبی واکرموه لکرامتی فان جبرائیل امرنی ان اقول لکم ما قلت

"یہ علیؑ میرا بھائی، میرا وزیر، میرا وارث اور میرا خلیفہ اور تمھارا امامؑ ہے۔ اس سے میری محبت کی خاطر محبت کرو۔ میری عزت کی خاطر اس کی عزت کرو۔ جبرائیلؑ نے مجھے امر دیا ہے کہ میں نے جو کہا ہے تم سے کہوں؟" (بشارۃ المصطفیٰ: ۴۷، حدیث ۱۴۶)

حضرت سلمانؓ سے مروی ہے: اے علیؑ! تیرا محب میرا محب ہے اور تجھ سے بُغض رکھنے والا مجھ سے بُغض رکھنے والا ہے۔ (بشارت المصطفیٰ: ۲۵۱، حدیث ۴۵، بحارالانوار: ۳۹/۲۸۵، حدیث ۷۴)

رسولؐ خدا نے فرمایا: اے سلمانؓ! تُو نے مجھ سے میرے وصی کے بارے میں سوال کیا ہے۔ کیا جانتے ہو کہ موسیٰؑ کا وصی اُس کی اُمت سے کون تھا؟

میں نے کہا: ان کا وصی یوشع بن نون تھا۔

آپؐ نے فرمایا: جانتے ہو اُس نے اُسے اپنا جانشین کیوں بنایا؟

میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: اُسے اس لیے جانشین بنایا کیونکہ وہ اُس کے بعد اُس کی اُمت میں سب سے زیادہ علم رکھتا تھا اور میرا وصی (جانشین) میرے بعد میری اُمت میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اور وہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ (امالی صدوقؒ: ۹۳، حدیث ۲۵، بحارالانوار: ۳۸/۱۸، حدیث ۳۴)

سلمانؓ کہتے ہیں: میں نے آپؐ سے عرض کیا: ہر نبی کا وصی ہوتا ہے آپ کا وصی کون ہے؟

اگلے دن آپؐ نے آواز دی: میں تیزی سے لبیک کہتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا: جانتے ہو حضرت موسیٰؑ کا وصی کون تھا؟

میں نے عرض کیا: یوشعؑ بن نون۔ پھر فرمایا: اُسے اس لیے بنایا کیونکہ ان سے بہتر اور زیادہ علم والا تھا۔

پھر فرمایا: میں آج گواہی دیتا ہوں کہ ان میں بہتر اور افضل علیؑ ہے۔ وہ میرا ولی، میرا وصی اور میرا وارث ہے۔ (علل الشرائع: ۲/۴۶۹، ب ۲۲۲، حدیث ۳۰)

شیخ جلیل فخر الدین بن طریح نجفی نے کتاب المنتخب باب اوّل، مجلس ۷ میں سلمانؓ سے روایت کی ہے:

رسولؐ خدا کو بے موسم کے انگوروں کا ایک طشت ہدیہ ہوا۔ آپؐ نے مجھے کہا: اے سلمانؓ! میرے بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ کو لے آؤ تاکہ وہ میرے ساتھ انگور کھائیں۔ میں ان کے گھر گیا۔ وہ ماں کے ہاں نہیں تھے۔ میں ان کی بہن اُم کلثومؑ کے ہاں گیا وہ وہاں بھی نہیں تھے۔

میں نے آکر رسولؐ خدا کو خبر دی۔ آپؐ بے چین ہو گئے اور جلدی سے کھڑے ہوئے اور فرمایا: ہائے میرے بیٹے! ہائے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! کون مجھے ان کے بارے میں بتائے گا، اُس کے لیے جنت ہوگی۔

جبرائیلؑ آسمان سے اُترا اور عرض کیا: اے محمدؐ! یہ اضطراب کیسا ہے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: اپنے بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ کی وجہ سے مضطرب ہوں۔ مجھے ان کی بابت یہودیوں کے فریب کا خوف ہے۔

جبرائیلؑ نے کہا: اے محمدؐ! بلکہ ان کی بابت منافقوں کے فریب سے خوف کھاؤ ان کا مکر یہودیوں کے مکر سے زیادہ سخت ہے۔ اے محمدؐ! جان لو کہ آپؐ کے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ابودحداح کے باغ میں سوئے ہوئے ہیں۔

آپؐ اُسی وقت باغ کی طرف گئے، میں آپؐ کے ساتھ تھا۔ ہم باغ میں داخل ہوئے تو دونوں ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر سوئے ہوئے تھے۔

وہاں اژدھا تھا جس کے منہ میں ریحان کے پھول کی کلی تھی اُس سے ان کے چہروں کی طرف خوشبو دے رہا تھا۔ جب اژدھا نے آپؐ کو دیکھا تو جو اُس کے منہ میں تھا اُسے گرا دیا اور کہا: السلام علیک یارسول اللہ۔ میں اژدھا نہیں ہوں میں اللہ کے کروبین فرشتوں میں سے ہوں، مجھ سے چشم زدن میں اپنے رب کے ذکر سے غفلت ہوگئی۔ میرا رب مجھ سے غضب ناک ہوا اور مجھے اژدھا بنا دیا ہے، جیسا کہ آپؐ دیکھ رہے ہیں اور مجھے آسمان سے زمین پر پھینک دیا ہے۔ بہت زیادہ سال ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کریم ہستی کی تلاش میں تھا تا کہ اُس کی سفارش سے اللہ تعالیٰ سے سوال کروں وہ مجھ پر رحم فرمائے گا اور مجھے پھر سے فرشتہ بنا دے گا جس طرح میں پہلے تھا وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

رسولِ خدا اپنے بیٹوں کو چومنے لگے اور وہ بیدار ہو گئے اور آپؐ کے گھٹنوں پر بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ان سے کہا: اس مسکین کی طرف دیکھو۔ انھوں نے کہا: یہ کون ہیں اے ہمارے نانا جان! ہم اس کی قباحت سے ڈر رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: بیٹو! یہ اللہ کے کروبین فرشتوں میں سے ہے۔ چشم زدن میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے یوں بنا دیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم دونوں کے واسطہ سے اس کی شفاعت کرتا ہوں، تم بھی اس کی سفارش کرو۔ حسنؑ اور حسینؑ اُٹھے۔ انھوں نے وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی اور دُعا کی:

> "خدایا! ہمارے جلیل وحبیب نانا محمد مصطفیٰؐ اور ہمارے باپ علی مرتضیٰؑ اور ہماری ماں فاطمہ زہراؑ کا واسطہ! اسے اپنی پہلی حالت میں لوٹا دے"۔

ابھی دُعا ختم نہ ہوئی تھی کہ جبرائیلؑ فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ آسمان سے نازل ہوئے اور اُس فرشتے کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہو گیا ہے

اور اُسے پہلی صورت میں لوٹا دیا۔ پھر اُسے لے کر آسمان کی طرف لے کر چلا گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے جارہے تھے۔ پھر جبرائیلؑ مسکراتے ہوئے آپؐ کے پاس آئے اور عرض کیا: یارسولؐ! وہ فرشتہ ساتوں آسمان کے فرشتوں پر مباہات کر رہا ہے اور کہتا ہے: من مثلی وانا فی شفاعۃ السیدین السبطین (مجھ جیسا کون ہے حالانکہ میں دو سردار نواسوں کی شفاعت میں ہوں)۔(المنتخب طریحی: ۲/۲۶۰، بحارالانوار: ۴۳/۳۱۳)

حضرت علی علیہ السلام نے غیب کی خبر دی

اسی میں باب دوم، مجلس ۸ میں سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: ہمارے سردار امیرالمومنینؑ! ہمیں بہت زیادہ چیزوں اور مغیبات کی خبریں دیتے تھے۔ ایک دن جمعہ کے دن مسجدِ کوفہ میں منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ فرمایا: اے لوگو! سلونی قبل ان تفقدونی، بخدا قسم! تم مجھ سے سو کے بارے میں سوال نہیں کرو گے جو سو کو گمراہ کرتے ہیں اور سو کو ہدایت دیتے ہیں مگر یہ کہ میں ان کے قیامت تک چلانے والے اور ہنکانے والے کے بارے میں خبر دوں گا؟

ایک شخص فاسق و فاجر کھڑا ہوا اور اُس نے کہا: اے علیؑ! مجھے بتاؤ میرے سر اور داڑھی کے بال کتنے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے خدا کی قسم رسولِ خدا نے اس سوال کے جواب کے بارے میں خبر دی کہ تیرے سر اور ڈاڑھی کے ہر بال کے ساتھ شیطان ہے جو تجھے گمراہ کرتا ہے اور ورغلاتا ہے اور تیرے جسم کے ہر بال کے ساتھ شیطان ہے جو تجھ پر، تیرے بیٹے اور نسل پر لعنت کرتا ہے۔ تیرا بیٹا نجس اور ملعون ہے۔ وہ میرے بیٹے حسینؑ ابن بنتِ رسولِ خدا کو قتل کرے گا۔ تُو اور تیرا بیٹا دونوں ایمان سے بری ہو تو مجھ سے جو سوال کرے جس کا بُرہان (اور دلیل) مشکل ہو۔ میں تجھے اُس کی خبر دوں

گا لیکن تیرے لیے یہی کافی ہے جس کی مَیں نے تجھے خبر دے دی ہے۔ تجھ پر لعنت ہو اور تیرا بیٹا نجس اور ملعون ہے۔ تیرا بیٹا میرے بیٹے اور میوۂ قلب حسینؑ کو قتل کرے گا۔

اُس وقت اُس کا بیٹا چھوٹا تھا، بڑا ہوا اور امام حسین علیہ السلام کا واقعہ ہوا تو اُس نے قتلِ حسینؑ کا بیڑا اُٹھایا۔ ایک قول ہے کہ اُس بچے کا نام خولی بن یزید اصبحی تھا۔ اُس نے امام حسین علیہ السلام کو نیزہ مارا جو پشت کی طرف سے نکل گیا اور امامؑ منہ کے بل زمین پر گر پڑے اور اپنے رب کی بارگاہ میں شکایت کی۔ اللہ کی اُس کے قاتلوں پر لعنت ہو۔ (المنتخب طریحی: ۱/۱۶۵)

حضرت علی علیہ السلام عیسیٰؑ بن مریمؑ کی شبیہ ہیں

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں اپنے باپ سے، دکیع سے روایت کی ہے: حضرت سلمان فارسیؓ نے روایت کی ہے: رسولِؐ خدا اپنے اصحابؓ میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ابھی یہاں تم پر وہ شخص داخل ہوگا جو عیسیٰؑ بن مریم کی شبیہ ہے۔ وہاں بیٹھے کچھ لوگ باہر نکلے تاکہ داخل ہونے والے وہ ہو جائیں۔ پس علیؑ بن ابی طالبؑ داخل ہوئے۔ (تفسیر قمی: ۲/۲۸۵، بحارالانوار: ۹/۲۳۶، حدیث ۱۳۱)

کشف الغمہ میں کتاب المسترشد سے حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے، رسولِؐ خدا نے فرمایا:

> خیر ھذہ الامة بعدی اولھا اسلاما علی بن ابی طالب
>
> ''اس اُمت کا بہترین شخص وہ ہے جو سب سے پہلے اسلام لایا، وہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہے''۔ (کشف الغمہ: ۱/۸۶، مسترشد طبری: ۲۷۰، حدیث ۸۲)

اس میں مناقب حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ سے حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے، رسولِؐ خدا نے فرمایا:

ان علی بن ابی طالب خیر من أخلف بعدی

''علیؑ بن ابی طالبؑ میرے بعد چھوٹ جانے والوں میں بہتر ہے''۔ (کشف الغمہ: ۱/۱۵۵، کشف الیقین: ۲۹۱)

ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے: سلمانؓ کہتے ہیں: مجھے رسولؐ خدا نے دیکھا تو آواز دی۔ میں نے لبیک یا رسولؐ اللہ کہا۔

آپؐ نے فرمایا: میں تجھے آج گواہ قرار دیتا ہوں بے شک علیؑ بن ابی طالبؑ ان سے بہتر اور ان سے افضل ہے۔ (کشف الغمہ: ۱/۱۵۵، کشف الیقین: ۲۹۱)

ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے: سلمانؓ نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہر نبی کا وصی ہوتا ہے آپ کا وصی کون ہے؟

آپؐ خاموش ہوگئے، بعد میں مجھے رسولؐ خدا نے دیکھا تو فرمایا: اے سلمانؓ! میں لبیک کہتا ہوا جلدی سے حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا: جانتا ہے موسیٰؑ کا وصی کون تھا؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، یوشعؑ بن نون۔ فرمایا: کیوں؟ میں نے عرض کیا: وہ اس وقت سب سے زیادہ علم رکھتا تھا۔

آپؐ نے فرمایا: میرا وصی، میرے راز کا مقام، میرے بعد چھوٹ جانے والوا بہترین شخص، میرے وعدے پورے کرنے والا، میرا قرض ادا کرنے والا علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ (کشف الغمہ: ۱/۱۵۶، بحارالانوار: ۳۸/۱۲)

محدث حنبلی نے مرفوعاً انس سے روایت کی ہے۔ سلمانؓ نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کے بعد دین کس سے لیں اور کس پر بھروسہ کریں؟

آپؐ خاموش ہوگئے یہاں تک کہ میں نے دس سوال کیے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے سلمان!

ان وصیی وخلیفتی واخی ووزیری وخیر من اخلفه

بعدی علی بن ابی طالب یودی عنی وینجز موعدی

''میرا وصی، میرا خلیفہ، میرا بھائی، میرا وزیر اور میرے بعد چھوٹ جانے والا بہترین شخص علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ میرا قرض ادا کرے گا اور میرے وعدے کو پورا کرے گا''۔

(کشف الغمہ: ۱/۱۵۶، بحارالانوار: ۳۸/۱۲)

ایضاح دفائن النواصب تالیف محمد بن احمد بن شاذان میں ہے: اصبغ سے مروی ہے، کسی نے سلمان فارسیؓ سے علیؑ بن ابی طالبؑ اور فاطمہ صلوات اللہ علیہا کے بارے میں سوال کیا تو اُنھوں نے کہا: میں نے رسولِ خدا سے سنا، آپؐ نے فرمایا:

علیکم بعلی بن ابی طالب فانہ مولاکم فاحبوہ وکبیرکم فاتبعوہ.....

''تم پر واجب ہے کہ علیؑ بن ابی طالبؑ کی پیروی کرو وہ تمھارا مولا ہے، پس اُس سے محبت کرو وہ تمھارا بڑا ہے۔ پس اُس کی اتباع کرو، تمھارا عالم ہے، اُس کی عزت کرو، تمھیں جنت کی طرف لے جانے والا ہے، اس کی عزت کرو۔ جب تمھیں پکارے جواب دو، جب حکم دے اطاعت کرو، میری محبت کی وجہ سے اس سے محبت کرو، میری عزت کی وجہ سے اس کی عزت کرو۔ میں نے جو کچھ علیؑ کے بارے میں کہا ہے صرف اللہ کا ہے مجھے میرے رب جلت عظمتہ نے حکم دیا ہے''۔

(مائۃ منقبۃ: ۶۲، منقبت ۳۶)

امالی شیخ میں ہے: سلمانؓ سے مروی ہے:

بایعنا رسول اللہ علی النصح للمسلمین والایتمام

بعلی ابن ابی طالب والموالاۃ لہ

''ہم نے رسولؐ خدا کی مسلمانوں کے لیے نصیحت پر اور علیؑ بن ابی طالبؑ کے امام قرار دینے اور اس کی ولایت پر بیعت کی''۔(امالی شیخ طوسیؒ: ۱۵۵، حدیث ۲۵۷)

بغیر آگ کے ہانڈی کا جوش کھانا

ثاقب المناقب میں زاذان سے، سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: ایک دن میں (سیدہ) فاطمہ ؑ کے گھر گیا۔ بی بیؑ منہ پر عبا ڈالے سوئی ہوئی تھی۔ چولہے پر ہانڈی رکھی ہوئی تھی جو بغیر آگ کے جوش کھا رہی تھی۔ میں جلدی سے رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؐ نے مجھے دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا: اے ابوعبیداللہ! تو نے میری بیٹی کا جو حال دیکھا ہے۔ اُس نے تجھے حیران کیا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں یا رسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: یہ امرِ خدا ہے، خداوند جانتا ہے کہ میری بیٹی فاطمہؑ کمزور ہو گئی ہے۔ اُس نے اُس کی مدد کے لیے اپنے کریم فرشتوں کو لگایا ہے جو اُس کی مدد کرتے ہیں۔(الثاقب فی المناقب: ۳۰۱، حدیث ۲۵۴)

ہمارے شیعہ ہماری طینت سے ہیں

بعض مناقب کی کتابوں میں سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: میں نے اپنے حبیب اور سیّد و مولا رسولؐ خدا سے سنا، آپؐ نے فرمایا: مَیں اور علیؑ بن ابی طالبؑ اللہ تعالیٰ کے سامنے آدمؑ کی خلقت سے پہلے اُس کی تسبیح و تقدیس اور تمجید بجا لاتے تھے۔ اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو اُسے آدمؑ کی صلب میں قرار دیا۔ ہم پاک صلبوں سے پاک

بطنوں میں منتقل ہوتے رہے۔ نبوت کو محمدؐ میں قرار دیا اور امامت کو علیؑ اور اس کے بعد اُس کی اولاد میں قرار دیا۔ ہماری صورت اُس طینت سے بنائی جو عرش کے نیچے مخزون ومکنون ہے۔ اس نور کو آدمؑ میں سکونت دی۔ پھر ہماری طینت سے ہمارے شیعوں کو پیدا کیا اور ان کے جسم طینتِ مخزونہ سے ہیں۔ (العمدة: ۸۹، حدیث ۱۰۷، المناقب ابن مغازلی: ۸۷، حدیث ۱۳۰، ینابیع المودة: ۱/۷۴، حدیث ۸)

کمان کا اژدھا بن جانا

کتاب الخرائج کے باب دوم میں سلمان فارسیؓ سے روایت ہوئی ہے: حضرت علی علیہ السلام کو عمر کے بارے میں خبر ملی کہ اُس نے آپ کے شیعہ (کو تنگ کیا) ہے۔ مدینہ کے باغات کے راستہ میں آپس میں آمنا سامنا ہوگیا۔ حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ میں عربی کمان تھی۔ امام علیہ السلام نے کہا: اے عمر مجھے خبر ملی ہے تو نے میرے شیعہ کا ذکر کیا ہے۔

اُس نے کہا: تم کمزور ہو، خود پر رحم کرو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہیں ٹھہرو۔۔۔ پھر کمان زمین پر ماری۔ وہ اُونٹ جتنا اژدہا بن گیا اور اس کو نگلنے کے لیے اُس کی طرف بڑھا۔

عمر نے پکارا: اللہ اللہ! اے ابوالحسنؑ! آیندہ ایسا نہیں ہوگا اور گڑگڑانے لگا۔

امام علیہ السلام نے اژدھا پر ہاتھ مارا وہ کمان بن گیا۔ خوف کی حالت میں وہ اپنے گھر کی طرف چلا گیا۔

رات ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام نے مجھے بلایا اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اُس کے پاس مشرق سے مال آرہا ہے جس کا کسی کو علم نہیں ہے وہ ارادہ رکھتا ہے کہ اُس کا احتساب کرے اُسے کہو: علیؑ نے تیرے لیے کہا ہے کہ جو مال تیرے پاس مشرق کے علاقہ سے آیا ہے وہ جن کے لیے ہے ان پر خرچ کر، اُسے احتساب میں قرار مت

دے، پس تجھے رُسوائی ہوگی۔

سلمانؓ کہتا ہے: مَیں اُس کے پاس گیا اور پیغام پہنچایا۔

اُس نے کہا: مجھے اپنے ساتھی کے بارے میں بتا اُسے کیسے پتا چلا ہے کہ مال آیا ہے۔

مَیں نے کہا: کیا کوئی شے اُس پر پوشیدہ ہے؟

اُس نے کہا: اے سلمانؓ! مَیں جو کہتا ہوں قبول کر علیؑ جادوگر ہے۔ میں تجھ پر مہربانی کرتا ہوں اور درست یہ ہے کہ تو اُسے چھوڑ دے اور ہمارے ساتھ کا ہوجا!

میں نے کہا: تُو نے جو کہا ہے بُرا ہے لیکن علیؑ اسرارِ نبوت کا وارث ہے۔ تُو نے اُس سے جو دیکھا ہے اُس کے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

اُس نے کہا: اس کے پاس واپس چلا جا اور کہہ آپؑ کے حکم کی اطاعت ہوگی۔

مَیں حضرت علی علیہ السلام کے پاس گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: تیرے اور اُس کے درمیان جو ہوا ہے اُس کی تجھے خبر دوں؟

میں نے عرض کیا: آپؑ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے جو ہوا تھا سب کچھ بتایا اور کہا: اژدھا کا رُعب مرتے دم تک اُس کے دل میں رہا۔ (الخرائج: ۱/۲۳۲، حدیث ۷۷، بحارالانوار: ۴۱/۲۵۶، حدیث ۱۷، مدینۃ المعاجز: ۲۰۰، حدیث ۵۵۱)

بی بی اُمِ فروہؓ کے زندہ کرنے کا معجزہ

سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: ایک انصار کی عورت جس کا نام اُمِ فروہؓ تھا وہ لوگوں کو ابوبکر کی بیعت توڑنے پر آمادہ کرتی تھی اور بیعتِ علیؑ کی ترغیب دلاتی تھی۔

پس اس کی ابوبکر کو خبر ملی۔ اُس نے اُسے حاضر کروایا اور توبہ کرنے کا کہا: اُس نے توبہ سے انکار کر دیا۔

اُس نے کہا: اے دشمنِ خدا! جس پر مسلمانوں کا اجماع ہوا ہے تو لوگوں کو اس سے الگ ہونے پر تیار کر رہی ہے، تو میری امامت کے بارے میں کیا کہتی ہے؟

اُس عورت نے کہا: تو امام نہیں ہے۔

اُس نے کہا: تو پھر مَیں کون ہوں؟

اُس عورت نے کہا: تُو اپنی قوم کا امیر ہے۔ انھوں نے تمھارا چناؤ کیا ہے۔ انھوں نے تجھے والی مقرر کیا ہے۔ جب تجھے ناپسند کریں گے تو تجھے معزول کر دیں گے۔ پس وہ امام جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف سے مخصوص ہوتا ہے اُس پر ظلم کا کرنا جائز نہیں ہے۔ مخصوص امام پر لازم ہے کہ جو ظاہر اور باطن میں ہے اُسے جانتا ہو۔ شرق و غرب میں جو اچھا بُرا ہوتا ہے اُسے جانتا ہو۔ جب سورج یا چاند میں کھڑا ہو تو اُس کے لیے کوئی حصّہ نہ ہوگا۔ بت کی عبادت کرنے والے کے لیے امامت جائز نہیں ہے اور نہ ہی کافر کے لیے ہے جو مسلمان ہوا ہو۔

اے ابن ابی قحافہ! تو ان میں سے کون سا ہے؟

اُس نے کہا: مَیں ان آئمہ میں سے ہوں جن کو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے چُنا ہے؟

عورت نے کہا: تُو نے اللہ پر جھوٹ بولا ہے اگر تو اُن میں سے ہوتا جن کو اللہ نے چُنا ہے تو تیرا ذکر اُس کی کتاب میں ہوتا جس طرح تیرے غیر کا ذکر کتابِ خدا میں ہوا ہے۔ خداوند نے فرمایا ہے:

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ○ (سورۂ سجدہ: آیت ۲۴)

افسوس! اگر تُو امام ہے تو بتا دنیا کے پہلے آسمان دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے اور ساتویں آسمان کا نام کیا ہے؟

ابوبکر حیران رہ گیا اور کوئی جواب نہ دیا اور کہا: ان کے نام اللہ کے پاس ہیں جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔

اُس عورت نے کہا: اگر عورتوں کے لیے جائز ہوتا کہ وہ کسی کو تعلیم دے سکتیں تو مَیں تجھے ان کے نام تعلیم کر دیتی۔

اُس نے کہا: اے دشمنِ خدا! ان آسمان کے نام بتا ورنہ تجھے قتل کر دوں گا۔

اُس عورت نے کہا: کیا تُو مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے؟

بخدا قسم! مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میرا قتل تیرے جیسے کے ہاتھوں سے ہو لیکن مَیں تجھے ساتوں آسمانوں کے نام بتاتی ہوں:

پہلا آسمان ــــ ایلول ہے۔

دوسرا آسمان ــــ ربعون ہے۔

تیسرا آسمان ــــ سحقوم ہے۔

چوتھا آسمان ــــ ذیلول ہے۔

پانچواں آسمان ــــ ماین ہے۔

چھٹا آسمان ــــ ماخیر ہے۔

ساتواں آسمان ــــ لاحف ہے۔

ابوبکر اور اُس کے ساتھ والے حیران رہ گئے۔ انھوں نے کہا: تُو علیؑ کے بارے میں کیا کہتی ہے؟

اُس عورت نے کہا: میں امامِ اُمت اور وصی الاوصیاء کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں جس کے نُور سے زمین اور آسمان روشن ہیں، جس کی حقیقی معرفت کے بغیر توحید کی معرفت مکمل نہیں ہوتی لیکن تُو نے اس سے کی ہوئی بیعت کو توڑا ہے اور اسے تبدیل کیا ہے اور اپنے دین کو فروخت کیا ہے۔

ابوبکر نے کہا: یہ مرتد ہوگئی ہے۔ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ پس اُسے قتل کر دیا گیا۔

حضرت علی علیہ السلام وادیٔ قرئی میں اپنی زمینوں پر تھے۔ جب مدینہ میں آئے تو انھیں اُمِ فروہؓ کے قتل کی خبر ملی۔ امام اُس کی قبر کی طرف گئے۔ اس کی قبر پر چار سفید پرندے بیٹھے تھے جن کی چونچ سرخ تھی اور ان کے منہ میں انار کا دانہ تھا۔ وہ قبر میں ایک سوراخ سے داخل ہوتے جاتے تھے۔ جب پرندوں نے حضرت علیؑ کو دیکھا تو اپنی بولیاں بولنے لگے۔ امام علیہ السلام نے ان کی زبان میں جواب دیا اور کہا: ان شاء اللہ کروں گا۔ اُس کی قبر پر کھڑے ہوئے، ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے اور کہا:

اے نفوس کو مرنے کے بعد زندہ کرنے والے! اے ہڈیوں کو بوسیدہ ہونے کے بعد پیدا کرنے والے! ہمارے لیے اُمِ فروہؓ کو زندہ فرما اور اسے ان کے لیے عبرت قرار دے جنھوں نے تیری نافرمانی کی۔

غیب سے آواز آئی: اے امیر المومنینؑ! اپنا کام کر اور اُمِ فروہؓ زندہ ہو کر باہر آگئی۔ سبز رسی کے ساتھ بندھی ہوئی تھی جو سبز سندس سے تھی۔

اُس نے کہا: میرے مولاؑ! ابن ابی قحافہ نے نُورِ خدا کو بجھانے کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ نے تیرے نُور کو اور روشن کر دیا ہے۔ ابوبکر عمر کو اُس کے زندہ ہونے کی خبر ملی تو حیران ہوئے۔

سلمانؓ نے ان سے کہا: اگر ابوالحسن قسم کھالیں کہ وہ اوّلین و آخرین کو زندہ کرے تو سب کو زندہ کر دیں گے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے اُسے اُس کے شوہر کے پاس بھیج دیا۔ اُس کے دو بچے پیدا ہوئے اور حضرت علیؑ کے بعد چھے ماہ زندہ رہی۔ (الخرائج: ۲/۵۴۸، حدیث ۹، بحار الانوار: ۴۱/۱۹۹، حدیث ۱۳)

رسولؐ خدا کی سلمانؓ کو وصیت!

معدن الجواہر تالیف شیخ ابوالفتح محمد بن علی بن عثمان کراجکی میں ہے: سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: رسولؐ خدا نے چھ صفتوں کی وصیت فرمائی کہ ان کو کسی حال میں مت چھوڑنا:

① مجھے وصیت کی کہ اپنے سے کم تر لوگوں کی طرف دیکھوں، اپنے سے اُوپر والوں کو نہ دیکھوں۔

② غریبوں سے محبت کروں اور ان کے قریب رہوں۔

③ حق بات کہوں اگرچہ کڑوی ہو۔

④ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کروں اگرچہ وہ پیٹھ پھیر جائیں۔

⑤ کسی شخص سے سوال نہ کروں (مت مانگوں)۔

⑥ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا ورد زیادہ کروں۔ (معدن الجواہر: ۵۴)

حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے: امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: میرے پاس منایا، بلایا، وصایا، انساب، اسباب، فصل خطاب، اسلام کی ابتدا، کفر کی ابتدا کا علم ہے۔ میں صاحب میثم ہوں، میں فاروقِ اکبر ہوں، میں صاحب کرات ہوں، میں دولت اوّل ہوں، پس مجھ سے قیامت تک کے حالات پوچھو۔ مجھ سے ہر نبی کے دور کے حالات پوچھو جن کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔ (بصائر الدرجات: ۲۲۲، حدیث ۵، بحارالانوار: ۲۶/۱۴۸، حدیث ۳۰)

جاثلیق کی خبر

امالی شیخ مفیدؒ میں ہے: سلمانؓ سے مروی ہے: جب رسولؐ خدا کی رحلت ہوئی اور حضرت ابوبکر کا دور آیا تو مدینہ میں عیسائیوں کی ایک جماعت آئی جن میں پیش پیش

جاثلیق تھا۔ اُس کا ایک مقام تھا اور اُسے کلام کی معرفت تھی۔ اُسے تورات، انجیل حفظ تھی۔ وہ حضرت ابوبکر کے پاس آئے۔ جاثلیق نے کہا: ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ عیسیٰؑ کے بعد ایک رسولؐ آئے گا، ہمیں محمدؐ بن عبداللہؐ کی خبر ملی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ وہی رسولؐ ہے۔ ہم نے اپنے ملک میں گھبراہٹ محسوس کی اور اپنی قوم کے علماء کو جمع کیا ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ جائیں اور حق کو پہچانیں اور آپ کا نبی محمدؐ فوت ہو گیا ہے۔ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے: انبیاءؑ اپنے مرنے سے پہلے اپنے اوصیاء (جانشین) بناتے ہیں اور اوصیاء بنائے بغیر مرتے نہیں ہیں۔ جن سے مشکلات میں روشنی ملتی ہے۔ اے امیر! کیا تم اپنے نبیؐ کے وصی ہو تاکہ ہم آپ سے پوچھیں جن کی ہمیں حاجت ہے؟

حضرت عمر نے کہا: یہ رسولؐ خدا کا خلیفہ ہے۔

جاثلیق گھٹنوں کے بل ہوا اور عرض کیا: اے خلیفہ! ہمیں خبر دیں کہ تمھیں دین میں ہم لوگوں پر فضیلت ہے، ہم اس بات کو پوچھنے کے لیے آئے ہیں؟

حضرت ابوبکر نے کہا: ہم مومن ہیں اور تم کافر ہو۔ مومن کافر سے بہتر ہوتا ہے اور ایمان کفر سے بہتر ہے۔

جاثلیق نے کہا: یہ ایسا دعویٰ ہے جو دلیل کا محتاج ہے۔ مجھے بتاؤ تم اللہ کے نزدیک مومن ہو یا خود کے نزدیک مومن ہو؟

حضرت ابوبکر نے کہا: مَیں خود کے نزدیک مومن ہوں، اللہ کے پاس کیا ہے اس کا مجھے علم نہیں ہے۔

جاثلیق نے کہا: کیا مَیں تیرے نزدیک کافر ہوں جس طرح تو خود کے نزدیک مومن ہے یا مَیں اللہ کے نزدیک کافر ہوں؟

حضرت ابوبکر نے کہا: تو میرے نزدیک کافر ہے، اللہ کے پاس تیری کیا

حالت ہے اس کا مجھے علم نہیں ہے۔

جاثلیق نے کہا: تم تو اپنے بارے میں شک رکھتے ہو، تمھیں اپنے دین پر یقین نہیں ہے۔ پس مجھے بتاؤ کیا تمھیں جنت میں اللہ کے نزدیک مقام ہے یا نہیں؟

حضرت ابوبکر نے کہا: میرا جنت میں مقام ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے لیکن مجھے معلوم نہیں ہے وہاں پہنچوں گا یا نہیں؟

جاثلیق نے کہا: میرے لیے جنت میں مقام کی تُو اُمید رکھتا ہے؟

حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں، اس کی اُمید رکھوں گا۔

جاثلیق نے کہا: مَیں تجھے دوسروں کے متعلق اُمیدوار لیکن خود پر خائف دیکھ رہا ہوں۔ تجھے میرے ساتھ علم میں کون سی فضیلت ہے؟ پھر کہا: مجھے خبر دو کیا تیرے پاس اپنے نبی کا سارا علم ہے جسے تمھاری طرف مبعوث کیا گیا ہے؟

حضرت ابوبکر نے کہا: نہیں، لیکن میں ان کے علم کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔

جاثلیق نے کہا: تُو کیسے خلیفہ بن گیا ہے حالانکہ تجھے اُس سارے علم کا احاطہ نہیں ہے جس کی طرف اُمت محتاجی رکھتی ہے۔ تیری قوم نے تجھے مقدم کیوں کیا ہے؟

حضرت عمر نے کہا: اے عیسائی! اپنی بات روک ورنہ ہم تیرا خون مباح قرار دے دیں گے۔

جاثلیق نے کہا: یہ کیسا انصاف ہے جو ہدایت لینے آئے اُسے قتل کردو گے۔

سلمانؓ کہتے ہیں: گویا ہم نے ذلت کا لبادہ اوڑھ لیا۔ مَیں اُٹھا اور حضرت علیؑ کے پاس گیا اور انھیں باخبر کیا۔ میرے ماں باپ قربان۔ امام آئے اور بیٹھ گئے۔

عیسائی نے کہا: کیا مَیں ان باتوں کے بارے میں پوچھ سکتا ہوں جن کی مجھے محتاجی ہے؟

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اے عیسائی! پوچھ، مجھے اُس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا۔ تُو مجھ سے گذشتہ اور آیندہ کے بارے میں جو پوچھے گا مَیں اُسے اپنی ہدایت دینے والے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے آگاہ کروں گا۔

عیسائی نے کہا: مَیں وہی سوال کرتا ہوں جو اس شیخ سے کیے ہیں۔ بتاؤ تم اللہ کے نزدیک مومن ہو یا خود کے نزدیک مومن ہو؟

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ کے نزدیک مومن ہوں جس طرح اپنے عقیدہ میں مومن ہوں۔

جاثلیق نے کہا: اللہ اکبر! یہ اُس شخص کی کلام ہے جسے اپنے دین پر بھروسہ ہے اور وہ اپنے صحیح یقین سے اپنے دین میں تحقیق رکھتا ہے۔ اب مجھے خبر دو تمھاری جنت میں منزل کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میری منزل فردوسِ اعلیٰ میں نبیؐ اُمی کے ساتھ ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ ہی رب نے جو اس کا وعدہ فرمایا ہے اُس میں شک کرتا ہوں۔

عیسائی نے کہا: تجھے کیسے پتا چلا کہ تجھ سے وعدہ کیا گیا ہے جس کو تُو نے ذکر کیا ہے؟

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: نازل شدہ کتاب کے ذریعے سے اور اس کی نبیؐ مرسل نے تصدیق کی ہے۔

اُس نے کہا: تجھے اپنے نبیؐ کے سچے ہونے کا کہاں سے علم حاصل ہوا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آیات باہرات اور معجزات بینات سے پتا چلا ہے۔

جاثلیق نے کہا: یہ دلیل و حجت کا طریق ہے۔ مجھے خبر دو اس وقت اللہ کہاں

ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے عیسائی! اللہ تعالیٰ کہاں ہے---- سے پاک ہے اور مکان سے بلندوبالا ہے۔ وہ ہمیشہ سے بغیر مکان کے ہے، وہ آج بھی اسی پر ہے۔ ایک حال سے دوسرے حال میں تبدیل نہیں ہوتا ہے۔

عیسائی نے کہا: ہاں بہت اچھا۔ اے عالم! آپؑ نے مختصر جواب دیا ہے۔ اب بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ آپؑ کے نزدیک حواس سے درک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس کی معرفت کا طریق کیا ہے اگر ایسا نہ ہوتو؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: مالک جبار بلند ہے اس سے کہ اُسے مقدار کی صفت سے موصوف قرار دیا جائے اور حواس سے درک کیا جائے یا اس کا لوگوں پر قیاس کیا جائے۔ اس کی معرفت کا طریق اس کی واضح بنائی ہوئی چیزیں ہیں جو گواہ اور معقول ہیں۔

جاثلیق نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے اللہ وہ ہے جس سے جہالتوں میں گھرے ہوئے لوگ پھیلے ہوئے ہیں۔ اب مجھے خبر دیں کہ آپ کے نبیؐ نے مسیحؑ کے بارے میں کیا کہا ہے وہ کہاں سے پیدا ہوا ہے؟ اُس کو مخلوق کہا ہے اور اس کے خدا ہونے کی نفی کی ہے اور اُس میں نقص کو واجب قرار دیا ہے۔ میں جانتا ہوں اُسے جو اکثر متدین لوگوں کا اُس کے بارے میں عقیدہ ہے؟

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ مخلوق ہے اُس کے لیے تقدیر لازمی ہے اُس کی صورت ہے ایک حال سے دوسرے حال میں تبدیل ہوا ہے۔ اس میں اضافہ ہوا ہے اور وہ نقصان سے جدا نہیں ہے۔ اس سے نبوت دُور نہیں ہے۔ نہ عصمت سے، کمال اور تائید سے خارج ہوا ہے۔

خداوند متعال نے فرمایا: کمثلِ آدم ..... اُس کی آدمؑ جیسی مثال ہے جسے اللہ

نے خاک سے پیدا کیا۔ پھر کہا: ہو جا، پس وہ ہو گیا۔

جاثلیق نے کہا: یہ وہ ہے جس پر ابھی طعن نہیں ہے مگر حجت قائم کرنے والے وہ ہیں جس میں حجت مخلوق پر مشترک ہوتی ہے اور اُس سے وہ حجت پیش ہوتی ہے۔ اس کی طرف میرے نزدیک ناقص رعایا کے عالم کیسے نسبت دیتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس وجہ سے جس کی مَیں نے تجھے خبر دی ہے۔ یہ میرا علم گذشتہ اور آیندہ کا ہے۔

جاثلیق نے کہا: اسے کچھ اور ذکر کریں جس سے آپ کا دعویٰ محقق ہو جائے۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: تُو اپنے مقام سے نکل رہا ہے، تیرا ارادہ طلب اور ہدایت ہے۔ کیا تُو نے خواب میں میرے مقام کو نہیں دیکھا، مجھ سے بات نہیں کی، میری مخالفت سے ڈرایا نہیں گیا، میری پیروی کا تجھے حکم نہیں دیا گیا؟

جاثلیق نے کہا: تُو نے سچ کہا ہے وہ خدا جس نے مسیح کو مبعوث کیا ہے آپ نے جو بتایا ہے اسے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے۔ اب مَیں گواہی دیتا ہوں:

لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وانک وصی رسول اللہ واحق الناس بمقامہ

اس کے ساتھ والے بھی مسلمان ہو گئے اور انھوں نے کہا: ہم اپنے صاحب کے پاس واپس جاتے ہیں اور اُسے یہاں کی صورت حال سے آگاہ کرتے ہیں اور اُسے حق کی دعوت دیتے ہیں۔

اُسے حضرت عمر نے کہا: اے شخص حمد ہے اللہ کی جس نے تجھے حق کی ہدایت دی ہے اور تیرے ساتھ والوں کو ہدایت دی ہے مگر واجب ہے کہ تُو جان لے کہ نبوت کا علم اُس کی اہلِ بیتؑ کے پاس ہوتا ہے البتہ آپؐ کے بعد حکومت اس کے پاس ہے

جس سے تیری پہلے بات ہوئی ہے اور یہ اُمت کی مرضی سے بنا ہے۔ اُمت کی اصلاح اس کے پاس ہے۔ اپنے صاحب کو اس کے بارے میں بتانا اور اُسے خلیفہ کی اطاعت کی دعوت دینا۔

اُس نے کہا: اے شخص جو تُو نے کہا ہے مَیں نے اُسے جان لیا ہے۔ میں اپنی بابت یقین پر ہوں جسے چھپاتا ہوں اور جسے کھلم کھلا کہتا ہوں۔ وہ لوگ واپس چلے گئے۔

اب حضرت عمر نے کہا: اس کے بعد اس بات کا کوئی ذکر نہیں کرے گا اور جو ذکر کرے گا اُسے سزا کی دھمکی دی اور کہا: خدا کی قسم! اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے: اس نے مسلمان کو قتل کر دیا ہے تو مَیں اس بوڑھے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیتا۔ میرا خیال ہے کہ یہ شیطان تھے، فساد کا ارادہ رکھتے تھے اور اس اُمت میں تفرقہ ڈالنے آئے تھے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! کیا تُو نے نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے لیے حجت کو کیسے ظاہر کرتا ہے۔ ہماری قوم کے لیے ہماری بابت صرف نفرت ہی زیادہ ہوتی ہے۔ (امالی شیخ طوسیؒ: ۲۱۸، حدیث ۳۸۲، بحارالانوار: ۱۰/ ۵۴، حدیث ۲، مدینۃ المعاجز: ۲/ ۲۲۶، حدیث ۵۲۲)

حدیث: بادل کا واقعہ

کتاب المختصر تالیف شیخ حسن بن سلیمان حلیؒ (تلمیذ شہید) کے ثلث ثانی کے اوائل میں ہے۔ بعض امامیہ علماء نے کتاب منہج التحقیق الی سواء الطریق میں اپنی اسناد سے سلمان فارسیؓ سے مروی ہے:

مَیں، حسن اور حسین علیہما السلام اور محمد حنفیہؒ اور محمدؓ بن ابی بکر اور عمارؓ بن یاسر اور مقدادؓ بن اسود کندی موجود تھے۔ حسنؑ بن علیؑ نے کہا:

اے امیر المومنینؑ! سلیمانؑ بن داؤدؑ نے اپنے رب سے ملک مانگا جو اس کے

بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُسے ملک عطا کیا۔ پس کیا آپؑ کے پاس ایسی مملکت ہے جیسی سلیمانؑ بن داوُدؑ کے پاس تھی؟

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا۔ سلیمانؑ بن داوُدؑ نے اللہ عزوجل سے ملک مانگا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے دے دیا اور تیرا باپ ایسی بادشاہی تیرے نانا رسولؐ خدا کے بعد رکھتا ہے جیسی اس سے پہلے کسی کو نہیں ملی اور نہ ہی بعد میں کسی کو ملے گی۔

امام حسن علیہ السلام نے عرض کیا: ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو جو کرامت عطا کی ہے ہمیں دکھائیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان شاء اللہ تعالیٰ کرتا ہوں۔ پس امیرالمومنینؑ کھڑے ہوئے، وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ عزوجل کے حضور دعا کی جسے کوئی سمجھ نہ سکا۔ پھر مغرب کی جانب اشارہ کیا۔ بہت تیزی کے ساتھ ایک بادل آیا اور گھر کے اُوپر کھڑا ہو گیا۔ اُس کی دوسری طرف سے ایک اور بادل آیا۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اللہ کے حکم سے اے بادل! نیچے آؤ۔

بادل یہ کہتا ہوا نیچے آیا:

اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله وانك خليفته ووصيه

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپؑ اُس (رسولؐ) کے وصی اور خلیفہ ہیں''۔

بادل زمین پر آیا اور قالین کی طرح بچھ گیا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا: بادل پر بیٹھو، پس ہم بیٹھ گئے اور اپنی جگہوں کو پکڑ لیا۔ امامؑ نے دوسرے بادل کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے بھی پہلے بادل کی طرح کہا اور زمین پر آ گیا۔ امیرالمومنینؑ اکیلے

ایک بادل پر بیٹھ گئے اور کلام کی اور مغرب کی طرف سفر کرنے کا اشارہ دیا۔ ہوا آئی اور دونوں بادلوں کے نیچے پہنچی اور اُس نے دونوں کو زمین سے بلند کر دیا۔

مَیں امیرالمومنین ؑ کی طرف متوجہ رہا۔ امام ؑ کرسی پر بیٹھے تھے۔ آپ ؑ کے چہرے سے نُور ساطع ہو رہا تھا قریب تھا کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتیں۔

امام حسن علیہ السلام نے عرض کیا: اے امیرالمومنین ؑ! حضرت سلیمان ؑ بن داوُد ؑ کی انگوٹھی کی وجہ سے اطاعت ہوئی اور امیرالمومنین ؑ کی کس شے کے ذریعے سے اطاعت کی جا رہی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

انا عين الله فى ارضه ، انا لسان الله الناطق فى خلقه ، انا نور الله الذى لا يطفى ، انا باب الله الذى يؤتى منه وحجته على عباده

''مَیں زمین میں عین اللہ ہوں، مَیں مخلوق میں بولنے والی لسان اللہ ہوں، مَیں وہ نُورِ خدا ہوں جو گل نہیں ہو سکتا، مَیں وہ باب اللہ ہوں جس سے آیا جاتا ہے، مَیں بندوں پر حجت خدا ہوں''۔

کیا تم چاہتے ہو کہ تمھیں سلیمان ؑ بن داوُد ؑ کی انگوٹھی دکھاؤں؟

ہم نے عرض کیا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور سونے کی انگوٹھی نکالی جس میں سرخ یاقوت کا نگینہ تھا اُس پر محمد ؐ و علی ؑ لکھا ہوا تھا۔

سلمان ؓ کہتے ہیں: یہ دیکھ کر مَیں حیران ہوا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کس شے پر تعجب کر رہے ہو؟ مجھ جیسے پر تعجب نہیں ہے آج تمھیں وہ کچھ دکھاؤں گا جسے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔

امام حسن علیہ السلام نے عرض کیا: ہم چاہتے ہیں ہمیں یاجوج و ماجوج اور ان کا بند دکھائیں؟

بادل کے نیچے ہَوا آئی۔ ہم نے بجلی کی کڑک کی طرح آواز سنی۔ وہ بادل ہَوا میں بلند ہوا۔ امیرالمومنینؑ ہمارے آگے تھے یہاں تک کہ ہم ایک بلند و بالا پہاڑ پر آئے وہاں ایک خشک درخت نظر آیا جس کے پتے جھڑ چکے تھے اور ٹہنیاں خشک ہوچکیں تھیں۔

امام حسن علیہ السلام نے عرض کیا: اس درخت کو کیا ہُوا ہے کہ سُوکھ گیا ہے؟

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: خود پوچھ لو۔ یہ درخت تمھیں جواب دے گا۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے درخت! تجھے کیا ہوا ہے کہ سُوکھ گیا ہے؟

اس نے جواب نہ دیا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا: تجھے میرے حق کا واسطہ اسے جواب دے۔

راوی کہتا ہے: خدا کی قسم! میں نے سنا اُس نے کہا: لبیک لبیک یا وصی رسول اللہ و خلیفتہ۔

اور کہا: اے ابومحمدؑ! امیرالمومنینؑ ہر رات سحری کے وقت یہاں آتے ہیں اور میرے پاس دو رکعت نماز پڑھتے ہیں اور کثرت سے تسبیح پڑھتے ہیں۔ جب دُعا سے فارغ ہوتے ہیں تو ایک سفید بادل آتا ہے جس پر کرسی ہوتی ہے اُس پر بیٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ میں ان کی برکت سے زندہ ہوں لیکن چالیس دن سے آپ نہیں آئے۔ اسی سبب سے میرا یہ حال ہوگیا ہے۔

امیرالمومنینؑ کھڑے ہوئے، دو رکعت نماز پڑھی، اُس پر ہاتھ پھیرا تو وہ سرسبز ہوگیا اور اپنے حال میں آگیا۔ امامؑ نے ہَوا کو حکم دیا وہ ہمیں لے کر سفر کرنے لگی۔ ہم نے ایک فرشتہ دیکھا جس کا ایک ہاتھ مغرب میں اور دوسرا مشرق میں تھا۔ فرشتے نے

امیرالمومنینؑ کی طرف دیکھا تو کہا:

اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریك له واشهد ان
محمداً عبدهٗ ورسوله ارسله بالهدیٰ ودین الحق
لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون واشهد انك
وصیه وخلیفته حقا وصدقا

ہم نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! یہ کون ہے جس کا ایک ہاتھ مغرب میں اور دوسرا مشرق میں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ فرشتہ ہے جسے اللہ عزوجل نے رات دن پر موکل قرار دیا ہے۔ قیامت تک یونہی رہے گا۔ اللہ عزوجل نے دنیا کے امر کو میری طرف قرار دیا ہے اور ہر روز لوگوں کے اعمال میرے پاس پیش ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہو جاتے ہیں۔ پھر ہم نے سفر کیا اور یاجوج و ماجوج کے بند پر پہنچے۔

امیرالمومنینؑ نے ہَوا سے فرمایا: ہمیں اس پہاڑ کی طرف لے جا اور اپنے ہاتھ سے بلند پہاڑ کی چوٹی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ جبل خضر ہے اور بند کی طرف دیکھا اس کی بلندی حدِ نظر تک تھی۔ وہ سیاہ پہاڑی ہے جس طرح رات کا ایک ٹکڑا ہو۔ اس سے دھواں نکل رہا تھا۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اے ابومحمد! ان بندوں پر مَیں صاحب الامر ہوں۔

سلمانؓ کہتے ہیں: مَیں نے تین قسموں کو دیکھا ان میں سے ایک کی لمبائی ۱۲۰ ہاتھ ہے۔ دوسرے کی لمبائی ۶۰ ہاتھ ہے اور تیسرے کا ایک کان نیچے اور دوسرا اُوپر ہے۔

پھر امیرالمومنینؑ نے ہَوا کو حکم دیا وہ ہمیں لے کر کوہ قاف لے گئی۔ وہ زمرد کی طرح سبز ہے۔ وہاں مرغ کی صورت میں ایک فرشتہ تھا۔ اُس نے امیرالمومنینؑ کو

دیکھا تو کہا:

السلام علیك یا وصی رسول اللہ وخلیفتہ

کیا مجھے بات کرنے کی اجازت ہے؟

امام علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور کہا: چاہو تو کلام کرو۔ اگر چاہو تو جو پوچھنا چاہتا ہے اس کا جواب میں خود ہی دے دیتا ہوں۔

فرشتے نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! آپؑ خود ہی بتا دیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تُو چاہتا ہے کہ تجھے خضرؑ کی زیارت کرنے کی اجازت دوں؟

اس نے عرض کیا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تجھے اجازت ہے۔ وہ فرشتہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر جلدی سے چلا گیا۔ پھر ہم تھوڑی دیر پہاڑی کے اُوپر چلے۔ اتنے میں وہ فرشتہ پھر سے واپس آ گیا اور حضرت خضرؑ کی زیارت کر کے آ گیا۔

سلمانؓ نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! میں نے دیکھا فرشتے نے خضرؑ کی زیارت نہیں کی مگر جب وہ آپؑ کے کان لگا تو اُس نے اُسے دیکھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: قسم ہے اُس ذات کی جس نے آسمان کو بغیر ستون کے بلند کیا اگر تم میں سے کوئی رام ہو جائے اور اپنی جگہ سے ایک سانس کی مقدار بھی نہ ہٹے وہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ اُسے اذن مل جائے گا۔ اسی طرح میرے بیٹے حسنؑ کا حال ہے۔ اس کے بعد حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد سے نو امامؑ ان میں سے نواں قائمؑ ہے۔

ہم نے عرض کیا: کوہ قاف پر مؤکل فرشتے کا نام کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ترجائیل۔

ہم نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! آپؑ یہاں ہر رات کیسے آتے ہیں اور

کیسے واپس جاتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جیسے تمھارے ساتھ آیا ہوں۔ قسم ہے مجھے اُس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا۔ مَیں ملکوت سماوی و ارضی کا مالک ہوں۔ اگر تم ان میں سے بعض کو جان لو تو اُسے برداشت نہیں کر سکو گے۔

اسم اعظم کے ۷۳ حرف ہیں۔ آصف بن برخیا کے پاس ایک حرف تھا۔ اس نے پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے اور تختِ بلقیس کے درمیان کی زمین کو دھنسا دیا اور اُس نے تخت اُٹھا لیا۔ پھر زمین جس طرح تھی ویسی ہی چشمِ زدن میں ہوگئی اور بخدا قسم! ہمارے پاس ۷۲ کا علم ہے۔ ایک کا علم اللہ عزوجل کے علم غیب میں ہے۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم جو ہماری معرفت رکھتا ہے وہ ہماری معرفت رکھتا ہے، جو ہمارا انکار کرتا ہے وہ ہمارا انکار کرتا ہے۔

پھر کھڑے ہوئے اور ہم بھی کھڑے ہوئے۔ پہاڑ میں ایک جوان نظر آیا جو دو قبروں کے درمیان نماز پڑھ رہا تھا۔ ہم نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! یہ جوان کون ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ صالح نبیؑ ہے۔ یہ قبریں اس کے ماں باپ کی ہیں۔ یہ ان کے درمیان اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ جب صالح علیہ السلام نے امیر المومنینؑ کو دیکھا تو خود پر قابو نہ پا سکے، رونے لگے اور امیر المومنینؑ کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا۔ پھر اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا اور گریہ کرنے لگے۔

امیر المومنینؑ اُس کے پاس کھڑے ہوئے۔ وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے پوچھا: رو کیوں رہے تھے؟

صالح نبیؑ نے کہا: امیر المومنینؑ ہر صبح میرے پاس سے گزرتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کی طرف دیکھ کر میری عبادت زیادہ ہوجاتی ہے۔ دس دن سے یہاں

سے نہیں گزرے جس کا مجھے قلق ہے۔ یہ سن کر ہم نے تعجب کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو تمہیں سلیمانؑ بن داؤدؑ دکھاؤں؟

ہم نے عرض کیا: جی ہاں۔ امامؑ اُٹھے اور ہم بھی اُٹھے یہاں تک کہ باغ میں داخل ہوئے۔ ہم نے اس سے اچھا باغ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس میں ہر قسم کے پھل اور انگور تھے اور جاری نہریں تھیں اور پرندے تھے جو درختوں پر چہچہا رہے تھے۔ جب پرندوں نے امامؑ کو دیکھا تو امامؑ کے اردگرد بولنے لگے یہاں تک کہ باغ کے وسط میں آ گئے۔ ایک تخت تھا جس پر جوان تھا۔ پشت کے بل سو رہا تھا۔ اپنا ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے تھا۔

امیرالمومنینؑ نے اپنی جیب سے انگوٹھی نکالی اور سلیمانؑ بن داؤدؑ کی انگلی میں ڈالی۔ وہ کھڑے ہوئے اور کہا:

السلام علیك یا امیرالمومنین ووصی رسول رب العالمین، انت واللہ الصدیق الاکبر والفاروق الاعظم

فلاح پا گیا جس نے آپؑ سے تمسک اختیار کیا اور جس نے آپؑ کی مخالفت کی وہ ہلاک ہوا۔ میں نے اللہ عزوجل سے آپؑ اہل بیت کا واسطہ دے کر سوال کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک دے دیا۔

سلمانؓ کہتے ہیں: جب ہم نے سلیمانؑ بن داؤدؑ کی کلام سنی تو خود پر قابو نہ پا سکا۔ اپنے قدموں پر کھڑا ہوا۔ امیرالمومنینؑ کے قدموں پر گرا اور بوسہ لیا اور اللہ تعالیٰ کی بڑی عطا پر اُس کی حمد بجا لائی اور یہ کہہ کر اُس نے ہمیں اہل بیتؑ کی ولایت کی ہدایت کی ہے جن سے رجس کو دُور رکھا ہے اور پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے۔ میرے ساتھیوں نے میری طرح قدم بوسی کی۔ پھر میں نے امیرالمومنینؑ سے سوال کیا کہ پہاڑ کی دوسری طرف کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی دوسری طرف وہ شے جس تک تمہارے علم کی رسائی نہیں ہے۔ ہم نے کہا: اے امیر المومنینؑ! کیا آپؑ اُسے جانتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرا علم اُس کے بارے میں ایسے ہے جیسے اس دنیا اور جو اس میں ہے ـــ کا مجھے علم ہے۔ رسولِ خدا کے بعد اس پر میں محافظ اور گواہ ہوں۔ اسی طرح میرے بعد میری اولاد سے دوسرے آئمہؑ بھی جانتے ہیں!

میں زمین کے راستوں سے آسمان کے راستوں کو زیادہ جانتا ہوں۔ ہم اسم مخزون ومکنون ہیں۔ ہم اسماء الحسنیٰ ہیں۔ جب ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے۔ ہم عرش پر لکھے ہوئے نام ہیں۔ ہماری وجہ سے اللہ عزوجل نے آسمان، زمین، عرش، کرسی، جنت، جہنم کو پیدا کیا ہے۔ ہم سے فرشتوں نے تسبیح، تقدیس، توحید، تہلیل اور تکبیر کو سیکھا ہے۔ ہم ہی وہ کلمات ہیں جن کی آدمؑ نے اپنے رب کی طرف سے مناجات کی اور اُس کی توبہ قبول ہوئی۔

پھر فرمایا: کیا چاہتے ہو تمھیں عجیب شے دکھاؤں؟

ہم نے عرض کیا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اپنی آنکھوں کو بند کرو۔ ہم نے آنکھیں بند کیں تو امامؑ نے فرمایا: آنکھیں کھولو۔ پس ہم نے آنکھیں کھولیں۔ ہم ایک شہر میں تھے۔ ہم نے اس سے بڑا شہر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس میں بازار اور لوگ تھے۔ اتنی بڑی مخلوق ہم نے نہ دیکھی تھی۔ کھجور کی لمبائی کے مطابق لمبے لوگ تھے۔

ہم نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! یہ کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ قومِ عاد کے باقی لوگ ہیں اور کافر ہیں۔ اللہ عزوجل پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ میں دوست رکھتا ہوں کہ تمھیں یہ لوگ دکھاؤں؟ یہ شہر اور اس کے باسیوں کو چاہتا ہوں کہ ہلاک کردوں اس حال میں کہ وہ شعور نہ رکھتے ہوں۔

ہم نے کہا: اے امیر المومنینؑ! کیا آپ انھیں بغیر حجت کے ہلاک کریں گے؟
امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، بلکہ ان پر حجت قائم کریں گے۔ ان کے قریب ہوئے اور انھیں اپنا وجود دکھایا۔ انھوں نے سمجھا وہ اُسے قتل کر دیں گے، ہم انھیں دیکھ رہے تھے وہ انھیں دیکھ نہیں رہے تھے۔ پھر ان سے دُور ہوئے اور ہمارے قریب ہوئے اور اپنا ہاتھ ہمارے سینوں پر رکھا اور کوئی بات کی جس کی ہمیں سمجھ نہ آئی اور پھر دوبارہ ان کے پاس گئے اور ان کے مقابلے میں کھڑے ہوئے۔ ان میں بجلی کڑکی۔
سلمانؓ کہتے ہیں: ہم نے گمان کیا کہ زمین اُلٹ گئی ہے اور آسمان گر گیا ہے اور اس میں موجود لوگوں کو بجلی نے اُچک لیا ہے اور اس میں جو ہے اُسے باہر نکال دیا ہے۔ اس وقت ایک بھی باقی نہ رہا۔ ہم نے کہا: اے امیر المومنینؑ! اللہ تعالیٰ نے ان سے کیا کیا ہے؟
امام علیہ السلام نے فرمایا: ہلاک کر دیا ہے اور سب کو واصلِ جہنم کر دیا ہے۔
ہم نے کہا: یہ معجزہ ہے اس کی مثل ہم نے نہ دیکھا ہے نہ سنا ہے۔
امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا چاہتے ہو تمھیں اس سے بھی زیادہ عجب چیز دکھاؤں؟
ہم نے عرض کیا: ہم میں مزید دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔ جو آپؑ کی ولایت کو نہ مانے، آپؑ کی فضیلت اور اللہ عزوجل کے نزدیک عظیم قدر و منزلت پر ایمان نہ رکھے اُس پر اللہ کی لعنت، لعنت کرنے والوں اور فرشتوں کی لعنت اور ساری مخلوق کی قیامت تک لعنت ہے۔
پھر ہم نے واپس جانے کی درخواست کی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: انشاء اللہ کرتا ہوں۔ امام علیہ السلام نے دونوں بادلوں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ہمارے قریب آئے۔
امام علیہ السلام نے فرمایا: اپنی جگہوں کو پکڑ لو۔ پس ہم بادل پر بیٹھے اور دوسرے بادل پر امام تشریف فرما ہوئے اور ہَوا کو حکم دیا۔ انھوں نے ہمیں اُٹھایا اور فضا میں

آ گئے۔ ہمیں زمین درہم کی طرح نظر آنے لگی۔ پھر ہم چشمِ زدن سے پہلے امیرالمومنینؑ کے گھر میں اُترے۔ ہم ظہر کے وقت مدینہ پہنچے۔ اُس وقت مؤذن اذان دے رہا تھا۔ ہم اُس وقت یہاں سے چلے تھے جب سورج بلند ہو رہا تھا۔ پس ہم نے کہا: کتنا تعجب ہے ہم کوہ قاف میں تھے جو یہاں سے پانچ سالوں کی مسافت پر ہے اور دن کی پانچ ساعتوں میں واپس آ گئے۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اگر چاہو کہ ساری دنیا اور ساتوں آسمان کو جواب دوں اور چشمِ زدن میں واپس آ جاؤں تو ایسا کر سکتا ہوں۔ میرے پاس اسمِ اعظم ہے۔

ہم نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ!

انت واللہ الآیۃ العظمی والمعجز الباھر بعد اخیک و ابن عمک رسول اللہ

''خدا کی قسم! آپؑ اپنے بھائی اور ابن عم رسولِ خدا کے بعد اللہ کی آیت عظمیٰ اور ظاہر معجزہ ہیں''۔ (المحتضر: ۱۲۹، حدیث ۱۳۹، بحارالانوار: ۲۷/۳۳، حدیث ۵، مدینۃ المعاجز: ۱/۵۳۹، حدیث ۳۵۱)

واقعہ سقیفہ کی شرح

کتاب سلیم بن قیسؒ ہلالی میں ہے جو امیرالمومنین علی علیہ السلام کے صحابیوں میں سے ہے۔ سلمان فارسیؓ کہتے ہیں:

جب رسولؐ خدا کا وصال ہوا اور لوگوں نے جو کیا سو کیا اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح اور انصار کے درمیان جھگڑا ہوا۔ انھوں نے کہا: اے گروہِ انصار! اس امر میں قریش کا تم سے زیادہ حق ہے کیونکہ آپؐ قریش سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انھی کے ذکر سے ابتدا کی ہے اور ان کو فضیلت

بخشی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ آئمہ قریش سے ہوں گے۔ انصار نے حضرت علیؑ کو حجت کے طور پر پیش کر کے ان لوگوں کو جواب دیا۔

سلمانؓ کہتے ہیں: مَیں حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ وہ آپؐ کو غسل دے رہے تھے۔ آپؐ کی وصیت تھی کہ تیرے سوا مجھے کوئی شخص غسل نہ دے۔ عرض کیا کہ اس میں میرا معاون کون ہوگا تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ اس کام میں جبرائیلؑ تمھاری مدد کرے گا۔ پس وہ جس طرف کو دھونا چاہتے آپؐ کا جسدِ اطہر اسی طرف پلٹ جاتا تھا۔ جب غسل و کفن اور حنوط سے فارغ ہوئے تو دوسروں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ پھر ابوذرؓ، مقدادؓ اور سیّدہ فاطمہؑ اور حسنین شریفین کو بھی بلایا۔ ہم سب حضرت علیؑ کے پیچھے صف بستہ ہوئے اور انھوں نے رسولؐ خدا کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

حضرت عائشہ حجرہ میں تھی۔ اُسے معلوم نہیں تھا جبرائیلؑ نے اس کی بینائی لے لی تھی۔ اس کے بعد امامؑ نے دس دس مہاجرین و انصار کو اجازت دی کہ وہ اندر آئیں۔ پس وہ دس دس کر کے اندر داخل ہوئے اور نماز پڑھ کر چلے جاتے تھے۔

سلمانؓ کہتے ہیں: جب حضرت علیؑ آپؐ کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے مَیں نے آکر بتایا کہ قوم نے کیا کیا ہے۔ مَیں نے بتایا کہ حضرت ابوبکر آپؐ کے منبر پر ہے اور جو لوگ اُس سے خوش نہیں ہیں وہ ایک ہاتھ سے بیعت کر رہے ہیں اور باقی لوگ دونوں ہاتھوں سے بیعت کر رہے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! سب سے پہلے کس نے بیعت کی ہے؟

مَیں نے کہا: معلوم نہیں البتہ انھیں بنی ساعدہ کے ہجوم میں دیکھا جب انصار نے اس سے اختلاف کیا، سب سے پہلے مغیرہ بن شعبہ نے بیعت کی ہے، پھر بشیر بن سعید نے، پھر ابوعبیدہ بن جراح نے، پھر ابن خطاب نے، پھر سالم غلام ابوحذیفہ اور معاذ بن جبل نے بیعت کی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں ان کے بارے میں نہیں پوچھتا بتاؤ جب وہ منبر پر چڑھا تو سب سے پہلے کس نے بیعت کی کیا تو اُسے پہچانتا ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں البتہ میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ اس کی آنکھوں کے درمیان سجدہ کا نشان تھا اور وہ دامن کو مضبوطی سے باندھے ہوئے تھا۔ وہ ہر ایک سے پہلے منبر پر آیا اور روتے ہوئے کہنے لگا: خدا کی حمد ہے کہ اس نے مجھے مہلت دی اور میں نے مرنے سے پہلے اس مقام کی زیارت کرلی۔ ہاتھ بڑھاؤ تا کہ میں بیعت کروں۔ اُس نے ہاتھ دراز کیا اور اُس نے بیعت کی۔ وہ یہ کہتا ہوا نیچے اُترا کہ یہ دن بھی آدمؑ کے دن کی طرح ہے اور مسجد سے باہر چلا گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سلمانؓ! تُو نے پہچانا وہ کون تھا؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ آدمؑ کا شریک تھا۔ مجھے آپؐ نے خبر دی تھی کہ وہ اور اُس کے بڑے بڑے ساتھی اس دن آئیں گے جب آپؐ نے بحکمِ خدا غدیر کے مقام پر میرا اعلان کیا اور خبر دی تھی کہ میں ان کے نفسوں کا حاکم اور سردار ہوں اور کہا تھا کہ جو موجود ہیں وہ انھیں یہ پیغام دیں جو موجود نہیں ہیں پس ابلیس کے چیلوں نے اُس سے کہا تھا کہ یہ اُمت قابلِ رحم و کرم اور جرموں سے پاک ہوگئی ہے۔ اب تیرے اور ہمارے لیے ان پر کوئی راہ نہیں ہے اس لیے کہ انھوں نے بتا دیا ہے کہ ان کے نبیؐ کے بعد ان کی پناہ گاہ اور امام کون ہوگا۔ پس ابلیس خستہ دل اور غمگین حالات میں واپس لوٹ گیا۔ آپؐ نے مجھے خبر دی تھی کہ یہ بیعت بنی ساعدہ کے ہجوم میں ہوگی۔ ہمارے حق سے اختلاف کیا جائے گا۔ پھر لوگ مسجد میں آئیں گے۔ سب سے پہلے منبر پر اُس کی بیعت وہی کرے گا جو آدمؑ کا شریک ہے۔ وہ بوڑھے کی شکل میں

کمر باندھے آئے گا اور یہ کچھ کہہ کر باہر نکل کر اپنے ساتھیوں کو جمع کرے گا۔ وہ سب سجدہ میں گر پڑیں گے اور کہیں گے: اے ہمارے بزرگ! تو ہی ہے جس نے آدمؑ کو جنت سے نکلوایا۔ وہ کہے گا: وہ کون سی اُمت ہے جو اپنے نبی کے بعد گمراہ نہ ہوئی؟ کوئی بھی اُمت بچ نہیں سکی؟ تم نے سمجھا تھا کہ میرے پاس انھیں گمراہ کرنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔ آخر تم نے دیکھ لیا۔ انھوں نے اُسے چھوڑ دیا ہے جس کی پیروی کا اللہ تعالیٰ اور رسولؐ خدا نے انھیں حکم دیا تھا اور خداوند کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے:

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا○

(ابلیس نے ان پر اپنے گمان کی تصدیق کرا لی ہے اور سب نے اس کی پیروی کی سوائے مومنوں کے ایک گروہ کے)۔

سلمانؓ کہتے ہیں: امام علیہ السلام نے رات کے وقت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو سوار کیا اور حسنین شریفینؑ کے ہاتھ پکڑے اور اہلِ بدر سے کوئی مہاجر و انصار ایسا نہ تھا جس کے گھر جا کر اپنا حق یاد دلا کر اپنی نصرت کی دعوت نہ دی ہو۔ لیکن چالیس لوگوں کے علاوہ کسی نے امام علیہ السلام کی نصرت کی ہمت نہ کی۔

امام علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ صبح اپنے سروں کے بال ترشوا کر مسلح ہو کر آ جانا اور جان دینے پر بیعت کرنا۔ جب صبح ہوئی تو چار آدمیوں کے علاوہ کسی نے وعدہ پورا نہ کیا۔

راوی کہتا ہے: میں نے سلمانؓ سے پوچھا: وہ چار لوگ کون ہیں؟

اُس نے کہا: میں، ابوذرؓ، مقدادؓ، زبیر بن عوامؓ۔

امام علیہ السلام دوسری رات پھر لوگوں کے پاس گئے اور ان سے قسم لی۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ صبح ضرور آئیں گے لیکن صبح ان چار کے علاوہ کوئی نہ آیا۔ تیسری رات پھر

جا کر اُن سے قسم لی مگر پھر بھی ہمارے علاوہ صبح کو کوئی نہ آیا۔

امام علیہ السلام نے لوگوں کی بدعہدی اور بے وفائی کو دیکھا تو گھر میں بیٹھ گئے اور قرآنِ مجید جمع کرنے لگے اور جب تک قرآنِ مجید جمع نہیں کر لیا گھر سے باہر تشریف نہیں لائے اس لیے کہ وہ مختلف صحیفوں، پتوں، ہڈیوں اور کاغذوں پر لکھا ہوا تھا۔ جب قرآنِ مجید جمع کر لیا اور اپنے دستِ مبارک سے اس کی تنزیل، تاویل، ناسخ و منسوخ جمع کر لیے اور انھیں تحریر کر لیا تو حضرت ابوبکر نے پیغام دیا کہ باہر آؤ اور میری بیعت کرو۔

امام علیہ السلام نے جواب بھیجا کہ مَیں مصروف ہوں اور مَیں نے قسم کھا رکھی ہے کہ نماز کے علاوہ سر پر چادر نہیں اُوڑھوں گا۔ جب تک قرآن مجید ترتیب کے ساتھ جمع نہ کر لوں۔ پس وہ کچھ دن خاموش رہے۔ پھر امامؑ نے اسے کپڑے میں باندھ کر مہر لگائی اور مسجدِ نبویؐ میں تشریف لائے۔ لوگ حضرت ابوبکر کے گرد اکٹھے تھے۔ امامؑ نے اُونچی آواز میں کہا:

اے لوگو! آپؐ کی رحلت کے بعد مَیں ان کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوا۔ پھر قرآنِ مجید جمع کرنے لگا اور مَیں نے اسے جمع کر لیا ہے۔ وہ مکمل اس کپڑے میں ہے: اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی آیت نازل نہیں کی جسے مَیں نے جمع نہ کیا ہو۔ اس میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جو آپؐ نے مجھے پڑھائی نہ ہو اور اس کی تاویل نہ بتائی ہو اور کہا: یہ اس لیے کہا ہے تاکہ تم کل کو یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھے اور کہا: کل قیامت کے دن یہ نہ کہنا کہ مَیں نے تمھیں نصرت کے لیے نہیں بلایا تھا اور اپنا حق یاد نہیں دلایا تھا اور مَیں نے فاتحہ سے خاتمہ تک تمھیں کتابِ خدا کی دعوت نہیں دی تھی۔

حضرت عمر نے کہا: کیا وہ قرآنِ مجید کافی نہیں ہے جو ہمارے پاس ہے کہ ہم یہ قرآنِ مجید لے لیں جس کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو۔

یہ سن کر امام علیہ السلام اپنے گھر واپس چلے گئے۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ علیؑ کو پیغام بھیجو کہ وہ ضرور بیعت کرے کیونکہ اس کی بیعت کے بغیر ہم کوئی شے نہیں ہیں۔ اگر بیعت کرے تو ہم اُسے امان دے دیں گے۔

حضرت ابوبکر نے پیغام بھیجا کہ آؤ تمھیں خلیفۂ رسولؐ بلا رہا ہے۔ ایلچی نے پیغام دیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: تم نے کتنی جلدی رسولِؐ خدا پر تہمت باندھی ہے حالانکہ وہ اور اُس کے ساتھی بخوبی جانتے ہیں کہ خدا اور رسولؐ نے میرے علاوہ کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔

ایلچی نے جا کر جواب بتایا تو حضرت ابوبکر نے اس سے کہا: جاؤ اور اُسے کہو کہ امیرالمومنین بلا رہا ہے۔ اُس نے آ کر پھر پیغام پہنچایا تو امام علیہ السلام نے کہا: سبحان اللہ! اتنا وقت تو نہیں گزرا کہ لوگ بھول جائیں بخدا قسم! وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ لقب میرے سوا کسی کے لیے سزاوار نہیں ہے۔ رسولِؐ خدا نے انھیں حکم دیا تھا جو وہ سات کے ساتویں تھے اور انھوں نے مجھے امیرالمومنین کہہ کر سلام کیا تھا۔ بلکہ سات میں سے اُس نے اور اس کے ساتھی حضرت عمر نے آپؐ سے پوچھا تھا کہ کیا یہ حکم اللہ اور رسولؐ کی طرف سے ہے تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ ہاں۔۔۔ علیؑ خداوند کی طرف سے مومنوں کا امیر ہے۔ مسلمانوں اور روشن پیشانی والوں کا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے پُل صراط پر بٹھائے گا۔ وہ اپنے محبوں کو جنت میں اور دشمنوں کو جہنم میں داخل کرے گا۔

ایلچی نے واپس جا کر انھیں صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ یہ سن کر وہ اُس دن خاموش ہو گئے۔

رات کو حضرت علیؑ نے بی بیؑ اور حسنین شریفینؑ کو ساتھ لیا اور سب صحابہ کرام کے گھر جا کر ہر ایک کو اپنا حق یاد دلایا اور نصرت کی دعوت دی۔ لیکن ہم چار کے علاوہ

کسی نے لبیک نہ کہی۔ ہم چار نے اپنے سر مونڈھوائے اور ان کی نصرت کے لیے وقف ہو گئے۔ ہم میں سے زبیر سب سے زیادہ ماہر تھا۔ جب امامؑ نے دیکھا کہ وہ انھیں چھوڑ گیا ہے اور ان کی نصرت کو ترک کر کے حضرت ابوبکر کا پیروکار ہو گیا ہے تو امامؑ خاموش ہو کر خانہ نشین ہو گئے۔

حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا: تمھیں علیؑ کو یہ پیغام دینے میں کون سی شے مانع ہے کہ وہ بھی آ کر بیعت کرے۔ اس لیے کہ اب اُس کے اور اُن چار کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا ہے جس نے بیعت نہ کی ہو۔

حضرت ابوبکر بہت نرم مزاج، میٹھے، دُور اندیش اور کم مکر کرنے والا تھا اور دوسرا بہت سخت طبیعت، تلخ مزاج اور زور آور تھا۔

حضرت ابوبکر نے کہا: کس کو بھیجوں؟

حضرت عمر نے کہا: قنفذ کو بھیجو۔ وہ سخت طبیعت، تلخ مزاج، ڈرانے والا اور آزاد ہے۔ وہ بنی عدی بن کعب کا فرد ہے۔ اُسے بھیجو اور اس کے ساتھ کچھ اور مددگار بھی بھیجو۔

اُس نے حضرت علیؑ سے اجازت طلب کی۔ امامؑ نے اُسے اجازت نہ دی۔ قنفذ کے ساتھیوں نے آ کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو اس صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اُس وقت دونوں مسجد میں بیٹھے تھے۔ لوگ ان کے گرد جمع تھے۔ قنفذ وہیں کھڑا رہا۔ حضرت عمر نے کہا: واپس جاؤ اگر اجازت نہ ملے تو بھی گھر میں داخل ہو جاؤ۔ انھوں نے پھر سے اجازت مانگی۔

بی بی فاطمہؑ نے کہا: کیا تم میرے گھر میں اجازت کے بغیر داخل ہو گے۔

یہ سن کر وہ واپس ہو گئے اور قنفذ ملعون کھڑا رہا۔ انھوں نے جا کر بتایا کہ فاطمہؑ نے یہ یہ کہا ہے کیا آپ ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ان کی اجازت کے بغیر ان کے

گھر میں داخل ہو جائیں۔

یہ سن کر حضرت عمر غصہ میں آ گیا اور کہا: عورتیں کہاں اور ہم کہاں۔ پھر اپنے گرد کے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہاں لکڑیاں جمع کریں۔ انھوں نے اور حضرت عمر نے مل کر بی بی کے گھر کے پاس لکڑیاں جمع کیں حالانکہ گھر میں علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے بچے موجود تھے۔

حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو سنا کر اُونچی آواز میں کہا: اے علیؑ! بخدا قسم! تجھے گھر سے نکل کر خلیفۂ رسولؐ کی بیعت کرنا پڑے گی ورنہ میں تمھیں آگ سے جلا دوں گا۔

بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا نے کہا: تمھارا ہم سے کیا مطلب ہے؟

حضرت عمر نے کہا: دروازہ کھولو ورنہ ہم گھر جلا دیں گے۔

بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا نے کہا: تم خدا سے نہیں ڈرتے اور میرے گھر میں گھستے ہو۔ اُس نے واپس جانے سے انکار کیا اور دروازے کو آگ لگا دی اور دروازہ گرا کر گھر کے اندر داخل ہو گئے۔

بی بیؑ نے فریاد کی: اے بابا جان! اے رسولؐ خدا! اُس نے تلوار نکال کر بی بیؑ کے پہلو پر ماری۔ بی بیؑ نے چیخ کر کہا: ہائے میرے بابا!

حضرت عمر نے کوڑا اُٹھا کر ان کے ہاتھ پر مارا۔ بی بیؑ نے فریاد کی۔ اے رسولؐ خدا! آپؐ کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے کس قدر بُرا سلوک کیا ہے۔

حضرت علیؑ نے دوڑ کر اُس کا گریبان پکڑ لیا اور اُسے اُٹھا کر زمین پر دے مارا جس سے اُس کی ناک اور گردن زخمی ہو گئی۔ اُسے قتل کرنے لگے تو رسولؐ خدا کی وصیت یاد آئی جس میں آپؐ نے صبر کی تلقین فرمائی تھی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابن ضحاک! خدا کی قسم! جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو نبی بنایا اگر خدا کا لکھا ہوا اور رسولؐ خدا کا مجھ سے عہد نہ ہوتا تو تم دیکھ لیتے کہ میرے گھر میں کیسے داخل ہوا جاتا ہے۔

اُس نے لوگوں کو پکارا اور لوگ گھر کے اندر آگئے۔ امامؑ نے تلوار کا رُخ کیا، فوراً قنفذ خلیفہ کے پاس پہنچا۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں امامؑ تلوار نہ نکال لیں کیونکہ اُسے ان کی شجاعت اور جنگجوئی یاد تھی۔ اُس نے اُسے حکم دیا کہ واپس آجاؤ۔ اگر وہ باہر نہ نکلیں تو ان کا گھیراؤ کرو اور اگر رکاوٹ کریں تو گھر کو آگ لگادو۔

قنفذ ساتھیوں سمیت گھر کے اندر داخل ہوا۔ امامؑ نے تلوار کا رُخ کیا۔ ان سب نے جو کثیر تعداد میں تھے انھیں گھر لیا۔ کچھ نے تلواریں سونت لیں اور انھیں ہر طرف سے گھیر کر ان کے گلے میں رسّی ڈال دی۔ یہ دیکھ کر دروازہ کے قریب بی بیؑ درمیان میں آگئیں۔ قنفذ نے ان کے بازو پر اتنی زور سے کوڑا مارا کہ وفات کے وقت بھی نشان موجود تھا۔ پھر کھینچتے ہوئے انھیں حضرت ابوبکر کے پاس لے گئے۔ حضرت عمر سر پر تلوار لیے رہے۔ خالد بن ولید، ابوعبیدہ بن جراح، سالم غلام، ابوحذیفہ، معاذ بن جبل، مغیرہ بن شعبہ، اسید بن خضیر، بشیر بن سعد اور دوسرے تمام لوگ اُس کے گرد ہتھیار لیے اکٹھے تھے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمانؓ سے کہا: فاطمہؑ کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہو جاؤ۔

سلمانؓ نے کہا: ہاں مگر خدا کی قسم! اُس پر چادر نہیں ہے اور وہ فریاد کر رہی تھی: اے بابا جانؐ! اے رسولؐ خدا! آپؐ کے بعد انھوں نے کتنا برا سلوک کیا حالانکہ ابھی قبر میں آپؐ کی آنکھیں بند نہیں ہوئی تھیں ـــــ یہ کہہ کر بلند آواز سے فریاد کر رہی تھیں۔ میں نے دیکھا ان کے گرد جتنے لوگ تھے رو رہے تھے سوائے حضرت عمر اور خالد اور مغیرہ بن شعبہ کے۔ اور اُس نے کہا: ہم عورتوں کی رائے کی کوئی پرواہ نہیں

کرتے ہیں۔ وہ علیؑ کو کھینچ کر دربار میں لے آئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا: بخدا قسم! اگر میری تلوار میرے ہاتھ میں آجاتی تو تم یہاں تک کبھی نہ پہنچ پاتے۔ بخدا قسم! تم سے جہاد کرنے کو برا نہیں سمجھتا کاش مجھے چالیس ساتھی مل جاتے تو تمھاری جماعت کو اِدھر اُدھر کر دیتا۔ خدا ان پر لعنت کرے جنھوں نے میری بیعت کر کے مجھے چھوڑ دیا۔

جب حضرت ابوبکر نے انھیں دیکھا تو چیخ کر کہا: راستہ چھوڑ دو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم نے رسولؐ خدا پر کیسا حملہ کیا ہے؟ کس حق اور کس وجہ سے تم نے لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے بلایا ہے؟ کیا کل تم نے خدا اور رسولؐ کے حکم سے میری بیعت نہیں کی تھی؟

جب فاطمہ سلام اللہ علیہا حضرت علیؑ اور قنفذ کے درمیان آئیں تو اُس نے بی بیؑ کو پکڑ کر کوڑا مارا جس کا حضرت عمر نے اُسے حکم دیا تھا: اگر فاطمہ زہراؑ درمیان میں حائل ہو تو اُسے کوڑے مار۔ پس قنفذ نے بی بیؑ کو ایسا دھکا دیا کہ بی بیؑ گر گئیں اور اُن کی پسلی ٹوٹ گئی اور محسنؑ شہید ہو گئے۔ بی بیؑ بستر بیماری پر آ گئیں یہاں تک کہ بی بی شہید ہو کر انتقال کر گئیں۔ ان پر خدا کا درود و سلام ہو۔

جب امام علیہ السلام حضرت ابوبکر کے پاس پہنچے تو حضرت عمر نے آواز دی کہ باطل باتیں چھوڑ دو اور اس کی بیعت کرو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں بیعت نہ کروں تو تم کیا کرو گے؟

انھوں نے کہا: تمھیں ذلیل و رُسوا کر کے قتل کر دیں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم خدا کے بندہ اور رسولؐ خدا کے بھائی کو قتل کرو گے؟

حضرت ابوبکر نے کہا: تم خدا کے بندے تو ہو لیکن رسولؐ خدا کے بھائی ہونے کا ہم انکار کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم اس بات کا انکار کرتے ہو کہ رسولؐ خدا نے مواخات

کے دن مجھے اپنا بھائی بنایا تھا۔ اُس نے کہا: ہاں۔

امام علیہ السلام نے یہ بات تین دفعہ کہلوائی اور پھر قبرِ رسولؐ کی طرف رُخ کر کے کہا:

یا ابن ام ان القوم استضعفونی کادوا یقتلوننی

''اے بھائی! قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قتل کرنا چاہتے ہیں''۔

پھر لوگوں کی طرف رُخ کر کے کہا: اے مسلمانو! اے مہاجرین و انصار! میں تمھیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں: بتاؤ کیا رسولِؐ خدا نے غدیر کے دن من کنت مولاہ فعلی مولا نہیں کہا تھا؟

رسولِؐ خدا نے ان کے بارے میں جو کہا تھا سب کو بیان کیا اور کچھ نہیں چھوڑا۔ سب کچھ یاد دلایا، سب نے کہا: بے شک یہ فرمایا تھا۔

حضرت ابوبکر کو اندیشہ ہوا کہ یہ لوگ حضرت علیؑ کے مددگار نہ بن جائیں اور اسے ان کا امیر بننے سے روک نہ دیں۔ اُس نے کہا: آپؑ نے جو کچھ کہا ہے درست ہے۔ ہم نے اسے اپنے کانوں سے سنا ہے اور ہمارے دلوں نے اسے اپنے اندر جگہ دی ہے لیکن میں نے رسولِؐ خدا سے سنا۔۔۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: ہم اہلِ بیتؑ کو خدا نے منتخب فرمایا ہے اور عزت سے نوازا ہے۔ ہمارے لیے دنیا کے بجائے آخرت کو چنا ہے اور خداوند متعال ہم اہلِ بیتؑ میں نبوت اور خلافت کو جمع نہیں کرنا چاہتا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: صحابہؓ میں کوئی ہے جو اس وقت تمھارے ساتھ موجود تھا۔

حضرت عمر نے کہا: خلیفہ رسولِؐ خدا نے سچ کہا ہے۔ مَیں نے آپؐ سے ایسا ہی سنا ہے جیسا انھوں نے بیان کیا ہے۔ ابوعبیدہؓ اور سالم غلام، ابوحذیفہؓ اور معاذؓ بن جبل نے بھی ان کی تائید کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اصل میں تم اُس معاہدے کی تکمیل کر رہے ہو جس پر تم نے کعبہ میں عہد کیا تھا کہ اگر خدا نے محمدؐ کو قتل کر دیا یا وہ مر گئے تو ہم اس امر کو اہلِ

بیتؑ سے پھیر دیں گے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: آپؑ کو کس نے خبر دی ہے ہم نے تو آپؑ کو نہیں بتایا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں اے زبیر! اے سلمانؓ! اے ابوذرؓ! اے مقدادؓ! میں تمھیں خدا اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ تم نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فلاں فلاں پانچوں کے نام لے کر فرمایا تھا کہ انھوں نے باہم یہ معاہدہ کر کے تحریر لکھ دی اور طے کیا کہ ایسا کریں گے۔

ان سب نے کہا: بے شک ایسا ہی ہے۔ ہم نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، انھوں نے باہم معاہدہ کر کے تحریر لکھ دی ہے کہ اگر میں قتل ہو جاؤں یا مر جاؤں تو وہ یہ منصب چھین لیں گے۔

آپؑ نے کہا تھا کہ یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ایسا ہو تو میرے لیے کیا حکم ہے؟

آپؐ نے فرمایا تھا: اگر مددگار پاؤ تو ان سے جہاد کرنا اور اگر مددگار نہ ملیں تو اپنی جان کی حفاظت کرنا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ چالیس آدمی جنھوں نے میری بیعت کی ہے میرے ساتھ وفا کرتے تو میں راہِ خدا میں ضرور جہاد کرتا۔

یاد رکھو تمھاری اولاد میں یہ منصب قیامت تک کسی کو نہیں ملے گا اور تم نے جو تہمت رسولِؐ خدا پر لگائی ہے اس کی رد اس آیت میں موجود ہے:

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا

(کیا یہ لوگ انسانوں سے حسد کرتے ہیں اس بات پر جو خدا نے اپنے فضل سے انھیں دی ہے۔ بے شک ہم نے آلِ ابراہیمؑ

کو کتاب اور حکمت اور ملکِ عظیم دیا ہے)۔

کتاب نبوت ہے، حکمت حدیث ہے اور ملکِ عظیم خلافت ہے اور ہم آلِ ابراہیمؑ ہیں۔

مقدادؓ کھڑے ہوئے اور کہا: اے علیؑ! مجھے کیا حکم ہے؟ حکم دیں تو سر اُڑا دوں؟ اجازت نہ ہو تو خاموش رہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مقدادؓ خاموش رہو۔ رسولؐ خدا کی وصیت اور عہد کو یاد رکھو۔ پس میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا: خدا کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر مجھے علم ہو جائے کہ میں ظلم کو دفع کر کے خدا کے دین کو عزت دوں گا تو میں اپنی تلوار اپنی گردن پر رکھ کر بڑھ بڑھ کر اس سے حملے کروں۔ کیا آپؐ کے بھائی اور ان کے وصی اور ان کی اُمت پر ان کے خلیفہ اور ان کی اولاد کے باپ پر حملہ کرتے ہو۔ پس تمھیں مصیبت کی بشارت ہو اور آسائش سے نا اُمید ہو جاؤ۔

ابوذرؓ کھڑے ہوئے اور کہا: اے حیران اور اپنے نبیؐ کے بعد ذلیل اور بے وفا اُمت! خداوند متعال نے فرمایا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ إِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

(بے شک خدا نے منتخب کر لیا آدمؑ، نوحؑ، آلِ ابراہیمؑ، آلِ عمران کو تمام عالموں پر ــــ یہ ایک دوسرے کی ذریت ہیں اور خدا سننے والا اور جاننے والا ہے)۔

آلِ محمدؐ نوحؑ کی ذریت ہیں اور ابراہیمؑ کی بھی اولاد اسماعیلؑ میں سے منتخب ہیں اور رسولِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت اور اہلِ بیتؑ نبوت و رسالت کی کان اور فرشتوں کے آنے جانے کا مرکز ہیں۔ وہ بلند آسمانوں، مضبوط پہاڑوں، پردہ پوش

کعبہ، صاف ستھرے چشمہ، راہ بتانے والے ستاروں اور بابرکت درخت کی مانند ہیں، جن کا نور ساطع اور مبارک ہے۔ آپؐ آخری پیغمبر اور اولادِ آدمؑ کے سردار ہیں اور علیؑ اوصیاءؑ کے سردار، متقیوں کے امامؑ، روشن چہروں اور قدموں والوں کے قائد ہیں۔ یہی صدیقِ اکبر اور فاروقِ اعظم، آپؐ کے وصی اور وارث اور تمام مومنوں کے حاکم ہیں جیسا کہ خداوند متعال نے فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ

(نبیؐ مومنوں کے نفسوں کے حاکم ہیں اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ دار بعض سے بعض مقدم ہیں)۔

پس اُسے مقدم کرو جسے اللہ نے مقدم کیا ہے اور اسے پیچھے رکھو جسے خدا نے پیچھے رکھا ہے۔ ولایت اور وراثت اسی کے لیے رکھو جس کے لیے خدا نے مقرر کی ہے۔

حضرت عمر نے کھڑے ہو کر حضرت ابوبکر سے کہا جو منبر پر بیٹھا تھا۔ کیا وجہ ہے تم منبر پر بیٹھے ہو اور یہ لڑنے کے لیے بیٹھا ہے اور اُٹھ کر تمھاری بیعت نہیں کرتا یا حکم دو کہ ہم اس کی گردن اُڑا دیں۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کھڑے تھے۔ یہ سن کر گریہ کرنے لگے۔ حضرت علیؑ نے انھیں گلے لگا کر کہا: گریہ مت کرو، ان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ تمھارے باپ کو قتل کر سکیں۔

رسولِؐ خدا کی دائی اُم ایمنؓ دوڑی آئی اور کہنے لگی: اے ابوبکر! تم نے کس قدر جلدی اپنا حسد اور نفاق ظاہر کر دیا اور حضرت عمر نے حکم دیا کہ اسے مسجد سے نکال دو۔ چنانچہ انھیں باہر نکال دیا گیا اور کہا کہ ہمارے کام میں عورتوں کا کیا دخل ہے؟

ابوبریدہؓ اسلمی نے کھڑے ہو کر کہا: تم کیوں اس کا بدل لیتے ہو جو رسولِؐ خدا

کا بھائی اور آپ کی اولاد کا باپ ہے۔ قریش میں تمھاری حیثیت کو بہتر جانتا ہوں جیسا کہ جانتا ہوں کہ تم دونوں وہی ہو جن کو آپؐ نے حکم دیا تھا کہ تم دونوں جا کر علیؑ کو امیرالمومنین کہہ کر سلام کرو اور تم نے پوچھا تھا کہ یہ خدا اور رسولؐ کا حکم ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں خدا اور رسولؐ کا حکم ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں آپؐ نے فرمایا تھا مگر اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ میرے اہل بیتؑ میں نبوت اور خلافت جمع نہیں ہوسکتی۔

ابوہریرہ نے جواب دیا: خدا کی قسم! آپؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا بخدا میں اس شہر میں نہیں رہوں گا جہاں کے تم امیر بنو۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ اسے مار کے باہر نکال دو۔

زبیر سے کہا گیا کہ بیعت کرو تو اُس نے انکار کیا تو اُسے حضرت عمر، خالد اور مغیرہ بن شعبہ نے دوسرے لوگوں سمیت پچھاڑ دیا اور اُس کی تلوار کو چھینا اور زمین پر اس زور سے ماری کہ ٹوٹ گئی اور اُس سے کہا کہ اب بیعت کرو گے؟

زبیر نے کہا جبکہ حضرت عمر اس کے سینہ پر سوار تھا اے ضحاک کے بیٹے! اگر میری تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو وہ میری حفاظت کرتی پھر اُس نے بیعت کرلی۔

سلمانؓ کہتے ہیں: پھر سب نے مجھے پکڑ کر میرا گلا دبا دیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر جبراً میری بیعت کروائی۔ پھر ابوذرؓ اور مقدادؓ سے اسی طرح جبری بیعت کروائی۔ ہم چاروں سے جبری بیعت لی گئی۔ ہم سب سے زیادہ سخت جواب زبیر نے دیے اس لیے کہ اُس نے بیعت کے وقت ابن ضحاک کہا تھا۔

سلیم کہتا ہے: میں نے سلمانؓ سے پوچھا کہ آپ نے بیعت کرلی اور کچھ نہیں کہا۔ (کتاب سلیم بن قیس: ۱۴۳، بحارالانوار: ۲۸/۲۶۱، حدیث ۴۵)

حضرت سلمانؓ کی وفات کا واقعہ

شاذان بن جبرائیل قمی نے کتاب الفضائل میں اصبغ بن نباتہؓ سے روایت کی

ہے: سلمان فارسیؓ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے دور میں مدائن کے گورنر تھے اُنھیں حضرت عمر بن خطاب نے مدائن کا گورنر بنایا تھا۔ وہ حضرت علیؑ کے دور تک وہاں کے گورنر رہے۔

اصبغ کہتا ہے: میں ایک دن اُنھیں ملنے کے لیے آیا وہ اُس مرض میں تھے جس بیماری میں وہ فوت ہوئے۔ مَیں نے اُن کی تیمارداری کی یہاں تک کہ ان کی بیماری نے شدت اختیار کی جس کی وجہ سے اُن کو اپنی موت کا یقین ہوگیا۔ وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: اے اصبغؓ! مجھے رسولؐ خدا نے بتایا تھا کہ اے سلمانؓ! جب تیری وفات قریب ہوگی تو مُردہ تجھ سے کلام کرے گا۔ میں پتا لگانا چاہتا ہوں کہ میری موت قریب ہے یا نہیں؟

اصبغؓ نے کہا: اے بھائی سلمانؓ! میرے لیے کیا حکم ہے؟

اُنھوں نے کہا: جاؤ اور میرے لیے تخت لے آؤ جس پر مَیں لیٹ جاؤں اور وہ تخت وہ ہو جو مُردوں کے لیے ہوتا ہے۔ پھر چار آدمی مجھے اُٹھا کر مقبرہ میں لے جائیں۔

اصبغؓ نے کہا: یہ آپ کی محبت اور میرے لیے اعزاز ہے۔ مَیں جلدی سے نکلا اور ایک دیر غائب رہا اور تخت لے آیا وہ اُس پر لیٹ گئے۔ لوگ آئے اور اُٹھا کر قبرستان لے گئے۔ اُنھیں قبرستان میں رکھا تو اُنھوں نے کہا: اے قوم! میرا منہ قبلہ کی طرف کرو۔ اُن کو قبلہ کی طرف کیا تو بلند آواز میں کہا:

السلام علیکم یاعرصة البلاء ، السلام علیکم یا محتجبین عن الدنیا

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری دفعہ آواز دی:

السلام علیکم یا من جعلت المنایا لهم غذاء ، السلام

علیکم یا من جعلت الارض علیھم خطا ، السلام علیکم
یا من لقوا اعمالھم فی دار الدنیا ، السلام علیکم یا
منتظرین الفخۃ الاولی

تجھے اللہ عظیم اور نبی کریمؐ کا واسطہ مجھے جس نے جواب دینا ہے وہ جواب دے۔ میں سلمان فارسیؓ غلام رسولؐ خدا ہوں۔ مجھے آپؐ نے کہا ہے جب تیری موت قریب ہوگی تو مُردہ تجھ سے کلام کرے گا۔ میں جاننا چاہتا ہوں میری موت قریب ہے یا نہیں؟

ابھی خاموش ہوئے تھے کہ ایک قبر سے مُردے کی آواز آئی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! اے گھروں والو! اے فنا والو! اے دنیا کے کاموں میں معروف ہم تمھاری بات سنتے ہیں اور جلدی سے تمھارا جواب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے جو چاہو پوچھو!

سلمانؓ نے کہا: اے مرنے کے بعد بولنے والے اور فوت کی حسرت کے بعد کلام کرنے والے کیا تو اُس کی معافی کی وجہ سے جنتی ہے یا اُس کے عدل کی وجہ سے اہلِ دوزخ ہے؟

اُس نے کہا: اے سلمانؓ! میں ان میں سے ہوں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی معافی کا انعام کیا ہے اور اپنی رحمت سے جنت میں داخل کیا ہے۔

سلمانؓ نے کہا: اے بندۂ خدا! میرے لیے موت کا وصف بیان کر، تم نے موت کو کیسا پایا اور اس سے کس شے کی ملاقات کی ہے؟ کیا دیکھا، کیا معائنہ کیا؟

اُس نے کہا: ہائے اے سلمانؓ! خدا کی قسم! ایسا لگا جیسے قینچیوں سے جسم کاٹ دیا گیا ہے اور آرے سے جسم کا کاٹنا آسان ہے۔ موت کا غصہ آسان نہیں ہے تلوار کی نوے ضربیں نزعاتِ موت سے کھانا آسان ہیں۔

سلمانؓ نے کہا: دنیا میں تیرا حال کیا تھا؟

اُس نے کہا: مَیں دنیا میں ان لوگوں میں سے تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے نیکی کا الہام فرمایا اور عمل کا الہام کیا ہے۔ مَیں نے اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ادا کیا۔ اُس کی کتاب کی تلاوت کی، والدین سے نیکی کرنے میں حریص تھا، حرام سے اجتناب کرتا تھا، محرمات سے بچتا رہا ہوں۔ ظلم سے دُور رہا، دن رات حلال کی طلب میں لگا رہا ہوں۔ مجھے قیامت کے دن کھڑے ہو کر سوال کیے جانے کا خوف تھا۔

میں خوشی بخوشی زندگی گزار رہا تھا کہ بیمار ہو گیا اور کئی دن تک بیماری میں مبتلا رہا۔ میری دنیا میں رہنے کی مدت ختم ہو گئی اور میری موت قریب ہو گئی۔

اُس وقت میرے پاس عظیم الخلقت، قطیع المنظر شخص آیا۔ وہ میرے سامنے کھڑا ہو گیا، نہ آسمان پر چڑھ سکتا تھا، نہ زمین کی طرف اُتر سکتا تھا اُس نے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا، میں اندھا ہو گیا۔

اُس نے میرے کانوں کی طرف اشارہ کیا۔ میں بہرہ ہو گیا۔ اُس نے میری زبان کی طرف اشارہ کیا۔ میں گونگا ہو گیا۔ اب میں نہ دیکھ سکتا تھا نہ سن سکتا تھا اور نہ بول سکتا تھا۔ اس وقت میرے گھر والے اور مددگار رونے لگے۔ میری خبر میرے بھائیوں اور ہمسائیوں کو مل گئی۔

مَیں نے اُسے کہا: تو کون ہے؟ جس نے مجھے میرے مال، اہل اور اولاد سے بے خبر کر دیا ہے اور تیرے خوف سے میری ہڈیاں کانپ رہی ہیں؟

اُس نے کہا: مَیں ملک الموت ہوں۔ میں تیری روح قبض کرنے آیا ہوں۔ تجھے دنیا کے گھر سے آخرت کے گھر کی طرف منتقل کروں گا۔ تیری دنیا میں رہنے کی مدت ختم ہو گئی ہے۔ تیری موت کا وقت آ گیا ہے۔

وہ باتیں کر رہا تھا کہ دو آدمی آئے جو بہت خوبصورت تھے۔ ایسے خوبصورت

میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ ایک میری دائیں طرف بیٹھ گیا اور دوسرا میری بائیں طرف بیٹھ گیا۔ انھوں نے مجھ سے کہا:

السلام علیك ایها العبد ورحمة الله وبركاته۔

ہم تیرا نامۂ عمل لے کر آئے ہیں۔ اب اِسے پکڑ لے اور پڑھ لے اور اس میں غور وفکر کر لے۔

میں نے کہا: اللہ تم پر رحم کرے، تم دونوں کون ہو اور یہ کون سا نامہ عمل ہے جسے دیکھوں اور پڑھوں؟

انھوں نے کہا: ہم وہ دو فرشتے ہیں جو دنیا میں تیرے ساتھ تھے اور تیرے دونوں کندھوں پر تھے۔ تیری نیکیاں اور برائیاں لکھتے تھے۔ یہ تیرا وہی نامۂ عمل ہے۔

میں نے نیکیوں والی کتاب میں دیکھا جو رقیب کے ہاتھ میں تھی اُس میں جو تھا اُس نے مجھے خوش کیا اور میں نے نیکی دیکھی تو ہنسا اور بہت زیادہ خوش ہوا اور میں نے برائیوں والی کتاب دیکھی جو عتید کے ہاتھ میں تھی۔ اُس میں موجود برائیوں کو دیکھا تو مجھے برا لگا اور رونا آ گیا۔

اُس نے مجھے کہا: تجھے بشارت ہو تیرے لیے خیر ہے۔ پھر پہلا شخص میرے قریب ہوا اُس نے میری روح قبض کی۔ وہ آسمان تا زمین شدت اور سختی تھی جس کا مجھے سامنا کرنا پڑا۔ اسی طرح رہا یہاں تک کہ میری روح سینے میں آ گئی۔ پھر اُس نے میری طرف بیلچہ سے اشارہ کیا۔ اگر اُسے پہاڑ پر رکھا جاتا تو وہ پگھل جاتا۔

میری روح میرے ناک کے نتھنوں سے نکالی، میرے گھر والے بے چین ہو کر رونے لگے۔ کوئی شے کسی یا کی نہیں جا سکتی تھی مگر میں اس کا جاننے والا تھا۔

جب لوگوں کا مجھ پر رونا دھونا زیادہ ہوا تو اُن کی طرف ملک الموت غصے سے متوجہ ہوا اور اُس نے کہا: اے لوگو! روتے کیوں ہو، خدا کی قسم! ہم نے اس پر ظلم

نہیں کیا ہے کہ تم شکایت کر رہے ہو اور نہ ہی ہم نے اس پر زیادتی کی ہے جس سے تم پکار اُٹھے ہو اور گریہ کناں ہو۔

البتہ! تم اور ہم ایک ہی پروردگار کے بندے ہیں جو حکم ہمیں تمھاری بابت دیا گیا ہے اگر یہی حکم تمھیں ہماری بابت دیا جاتا تو تم بھی ایسا ہی کرتے۔ جس طرح ہم نے کیا ہے۔

ہم نے بخدا قسم اسے نہیں پکڑا ہے۔ اس کا رزق فنا ہو گیا تھا اور اس کی مدت زندگی ختم ہو گئی تھی۔ اپنے کریم پروردگار کے ہاں چلا گیا وہ جو چاہے گا اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔ وہ ہر شے پر قادر ہے! اگر تم صبر کرو گے تو اس کا تمھیں اجر ملے گا۔

اگر جزع فزع کرو گے تو گناہ گار ہو گے۔ میں کتنی دفعہ تمھارے پاس آؤں گا۔ بیٹوں، بیٹیوں، باپوں، ماؤں کو لے جاؤں گا۔ پھر میری روح لے کر چلا گیا۔ پھر ایک اور فرشتہ آیا۔ اُس نے اُس سے روح لے لی اور اُسے ریشم کے سبز کپڑے میں رکھا اور اُوپر چلا گیا اور اُسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رکھا۔

جب میری روح میرے رب کے سامنے آئی تو اُس نے صغیرہ کبیرہ سب کے بارے میں پوچھا۔ نماز، ماہِ رمضان کے روزے، بیت اللہ الحرام کا حج، تلاوتِ قرآن، زکوٰۃ، صدقات اور سارے گزارے ہوئے اوقات اور دنوں کے بارے میں پوچھا۔ والدین کی اطاعت، ناحق قتل، یتیم کے مال کھانے، سود، زنا، برائیوں، حقوق العباد، تہجد کے بارے میں پوچھا جب لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ تہجد پڑھتا ہے اور اس کی شکل کے بارے میں پوچھا۔ پھر اس کے بعد روح کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے زمین کی طرف واپس بھیج دیا گیا۔

اتنے میں غسل دینے والا آیا۔ اُس نے میرے کپڑے اُتار دیئے اور غسل دلانے لگا۔ پس روح نے آواز دی: اے بندۂ خدا! تجھے خدا کی قسم! کمزور بدن سے نرمی سے

پیش آؤ۔ بخدا قسم! جس رگ سے نکلی ہوں وہ کٹ گئی ہے، جس عضو سے نکلی ہوں وہ ٹوٹا ہے۔
خدا کی قسم! اگر غسل دینے والا اس بات کو سن لیتا تو کبھی کسی مردے کو غسل نہ دیتا۔

پھر اُس نے میرے اُوپر پانی ڈالا اور مجھے تینوں غسل دیئے، تین کپڑوں کا کفن دیا اور حنوط کیا یعنی اعضائے سجدہ پر کافور لگائی۔ یہی دنیا کا توشہ تھا جو آخرت کی طرف جاتے ہوئے مجھے دنیا سے ملا۔ پھر مجھے غسل دے چکنے کے بعد میرے دائیں ہاتھ سے انگوٹھی نکالی اور میرے بڑے بیٹے کو دے دی اور کہا: اللہ تجھے تیرے باپ کی بابت اجر دے اور تیرا اجر اچھا ہو اور تیری تعزیت اچھی ہو۔ پھر مجھے کفن میں لٹایا اور کفن لپیٹ دیا اور میرے گھر والوں اور ہمسائیوں کو آواز دی: آؤ اور اسے وداع کہہ دو۔

اب وہ مجھے الوداع کہنے کے لیے آگے بڑھے پس جب وہ مجھے وداع کر چکے تو مجھے لکڑی کی چارپائی پر رکھا اور چار آدمیوں نے کندھا دیا۔ اُس وقت میری روح میرے چہرے اور کفن کے سامنے میری لاش پر کھڑی تھی اور کہہ رہی تھی:

اے میرے گھر والو اور میری اولاد! دنیا تمھارے ساتھ اُس طرح نہ کھیلے جیسے میرے ساتھ کھیلی ہے، اس لیے مَیں نے اسے حلال و حرام طریقے سے جمع نہیں کیا۔ میں نے اسے خوشی اور صحیح سلامت چھوڑ دیا ہے۔ اس کی بابت مجھے بچانا۔

اسی طرح چلتے گئے یہاں تک کہ مجھے نمازِ جنازہ کے لیے رکھا گیا۔ انھوں نے میری نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے قبر کی طرف اُٹھا کر لے گئے اور اُس میں مجھے ڈالا۔ پھر میری روح کندھوں اور چہرے کے درمیان بلند ہوئی۔ مَیں اپنی قبر کے قریب ہوا، مجھے قبر میں ڈالا تو بہت زیادہ خوف آیا۔

اے سلمانؓ! اے بندۂ خدا! جان لے جب مجھے میری قبر میں رکھا گیا تو مجھے ایسا لگا جیسے مجھے آسمان سے زمین کی طرف میری لحد میں پھینک دیا گیا ہے، اینٹوں کو لگایا گیا اور پھر مجھ پر خاک ڈال کر مجھے چھپایا اور گھر والے گھروں کو لوٹ گئے۔

روح میری طرف واپس آگئی اور میں شرمندگی میں گھر گیا اور میں نے کہا: کاش میں واپس جانے والوں میں سے ہو جاتا۔ اُس وقت روح نے زبان کو سلب کر دیا۔ سماعت اور بصیرت میں تبدیلی ہوگئی۔ جب منادی نے واپس جانے کا کہا تو میں نے ندامت کی اور میں قبر میں رونے لگا اور تنگ دل ہوا۔ میں نے کہا: کاش! میں واپس جانے والوں میں سے ہوتا تو نیک عمل انجام دیتا۔

قبر کی جاب سے مجھے جواب دینے والے نے جواب دیا:

کلا انها کلمة هو قائلها ومن وراءهم برزخ الی یوم یبعثون

(ہرگز نہیں یہ بات ہے وہ اس کے کہنے والا ہے اور اس کے پیچھے اُٹھائے جانے والے دن تک برزخ میں ہے)۔

میں نے اُسے کہا: اے شخص! تُو کون ہے جو میرے ساتھ بات چیت کر رہا ہے؟

اُس نے کہا: میں منبہ ہوں (تنبیہ کرنے والا)۔

میں نے کہا: منبہ کیا ہے؟

اُس نے کہا: میں وہ فرشتہ ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کو مرنے کے بعد تنبیہ کے لیے موکل قرار دیا ہے تا کہ وہ اپنے اعمال خداوند متعال کے سامنے لکھ لیں۔

اب اُس نے مجھے بٹھایا اور کہا: اپنے عمل کو لکھ، جو تیرے لیے ہے اور جو تُو نے دنیا میں اپنے نقصان کے کام کیے یعنی اپنی نیکیاں، برائیاں لکھ؟

میں نے کہا: میں انھیں شمار نہیں کر سکتا اور نہ ہی انھیں جانتا ہوں۔

اُس نے کہا: کیا تُو نے اپنے رب کے اقوال کو نہیں سنا: احصاه الله ونسوه

(اللہ نے اُسے شمار کیا ہے اور انھوں نے اُسے بھلا دیا ہے)۔

پھر اُس نے مجھے کہا: اب لکھ میں لکھواتا ہوں۔

مَیں نے کہا: سیاہی کہاں ہے؟ اُس نے میرے کفن کی ایک جانب کو دبایا اور کہا: یہ تیرا صحیفہ ہے؟!

مَیں نے کہا: قلم کہاں ہے؟

اُس نے کہا: اپنی انگلی سے لکھو۔

مَیں نے کہا: سیاہی کہاں ہے؟

اُس نے کہا: اپنی رال سے لکھو۔ پھر اُس نے مجھ سے، مَیں نے دنیا میں جو کچھ کیا تھا لکھوایا۔ اوّل عمر سے لے کر آخر تک سب کچھ لکھوایا۔ میرا کوئی عمل چھوٹا بڑا نہیں تھا جو باقی رہ گیا ہو۔ پھر تلاوت کی:

لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّ لَا كَبِيرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ (سورۂ کہف: آیت ۴۹)

(کوئی چھوٹا بڑا نہیں مگر اُسے شمار کیا اور انھوں نے جو کیا اُسے اپنے سامنے حاضر پایا تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے)۔

پھر اُس نے کتاب لی اور اُس کو سر بمہر کیا اور میری گردن میں ڈال دیا۔ مجھے خیال ہوا کہ دنیا کے پہاڑ سارے کے سارے میری گردن میں ڈال دیے گئے ہیں۔

مَیں نے کہا: اے منبّا تُو نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا ہے؟

اُس نے کہا: کیا تُو نے خداوند کا فرمان نہیں سنا:

وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۱۴)

(ہم نے ہر انسان کی گردن میں اُس کے پرندے کو لازم قرار دیا ہے اور اس کے لیے قیامت کے دن کتاب کو نکالیں گے جو

اس سے کھلی ملے گی۔ اپنی کتاب کو پڑھ آج تیرے نفس کے
لیے تیرا ہی حساب کافی ہے)۔

یہ وہ ہے جس کا تجھے قیامت کے دن خطاب کیا جائے گا۔ تجھے اور تیری آنکھوں کے سامنے تیرے عمل کو کھلا رکھا جائے گا تاکہ اس کے ذریعے سے اپنے نفس کے خلاف گواہ پائے۔

پھر میرے پاس سے چلا گیا اور میرے پاس منکر (فرشتہ) آیا جو بہت بڑا اور ڈراؤنا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں لوہے کا نیزہ تھا۔ اگر ثقلین اُسے حرکت دینے کے لیے جمع ہو جائیں تو اُس کے وزن کی وجہ سے اُسے حرکت نہیں دے سکیں گے۔ اُس نے مجھے ڈرایا دھمکایا اور داڑھی سے پکڑ کر بٹھا دیا۔ پھر اُس نے چیخ ماری اگر اُسے زمین والے سن لیں تو سارے کے سارے مر جائیں گے۔

پھر مجھے کہا: اے بندۂ خدا! مجھے بتا تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ تیرا دین کون سا ہے؟ اور تو کس دین پر تھا؟ دنیا میں تیرا قول کیا تھا؟ اُس کے ڈر سے میری زبان لڑکھڑانے لگی۔ میں اپنے امر میں حیران ہوا۔ پتا نہ چلا کہ کیا کہوں۔ میرے جسم میں کوئی عضو نہیں تھا مگر خوف سے الگ ہوا اور میرے اعضا منقطع ہوئے۔ مجھے ڈر نے گھیر لیا۔ اتنے میں میرے رب کی رحمت آئی جس سے میرا دل سکون میں آ گیا اور میری کمر مضبوط ہوئی اور زبان چلنے لگی اور ذہن واپس آ گیا۔ اس وقت میں نے کہا: اے بندۂ خدا! ڈراتا کیوں ہے حالانکہ میں مومن ہوں جان لے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اللہ میرا رب ہے اور محمدؐ میرا نبیؐ ہے۔ اسلام میرا دین ہے اور قرآن میری کتاب ہے اور کعبہ میرا قبلہ ہے اور علیؑ میرا امام ہے اور اس کے بعد اس کی پاک اولاد میرے آئمہؑ ہیں اور مومنین میرے بھائی ہیں اور موت برحق ہے۔ قبر کے سوال برحق ہیں،

صراط برحق ہے، جنت برحق ہے اور جہنم برحق ہے اور قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ قبر والوں کو اُٹھائے گا۔ یہ میرا قول اور عقیدہ ہے۔ اس پر میرا رب مجھے قیامت کے میدان میں ڈالے گا۔

اب اُس نے مجھے کہا: اے بندۂ خدا! تجھے سلامتی کی بشارت ہو تو نجات پا گیا ہے۔ پس دُلہن کی طرح سو جا اور پھر وہ چلا گیا۔

اس کے بعد اُس سے بھی زیادہ ڈراؤنا شخص آیا جو نکیر کے نام سے معروف تھا۔ اُس نے خوف ناک آواز نکالی جو پہلے والے کی آواز سے زیادہ سخت تھی۔ میرے اعضا ایک دوسرے میں جا لگے اور انگلیوں کی طرح کڑا کے نکلنے لگے۔ پھر مجھے کہا: اے بندۂ خدا! اپنا عمل لے آ اور جن اعمال کے ساتھ دنیا سے نکلا ہے۔

تیرا رب کون ہے اور تیرا نبی کون ہے، اور تیرا دین کون سا ہے؟ مَیں حیران پریشان رہ گیا کہ اسے کیا جواب دوں۔ اُس کی صورتِ حال دیکھ کر میں ہکا بکا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے میری گھبراہٹ کو دُور کیا اور مجھے حجت کا اور حسنِ توفیق اور یقین کا الہام کیا۔ مَیں نے اُسے کہا: میرے ساتھ نرمی کر اور اے بندۂ خدا! مجھے مت ڈرا اور مجھے مہلت دے تا کہ کچھ کہہ سکوں!

اُس نے کہا: کہہ۔ مَیں نے کہا: مَیں دنیا سے نکلا اس حال میں کہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہ ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے بندے اور رسولؐ ہیں اور امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام جو اُس کی ذُرّیت سے ہیں ـــــ میرے امامؑ ہیں۔

موت برحق ہے، قبر برحق ہے، صراط برحق ہے، میزان برحق ہے، حساب برحق ہے، منکر و نکیر کے سوال برحق ہیں۔ اُٹھایا جانا برحق ہے۔ جنت اور اس میں موجود نعمتیں جن کا وعدہ کیا گیا ہے برحق ہیں اور جہنم اور اس میں موجود جس عذاب کا وعدہ کیا

گیا ہے برحق ہے۔ بے شک قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ جو قبروں میں ہیں___ اللہ تعالیٰ اُن کو اُٹھائے گا۔

اُس نے کہا: اے بندۂ خدا! تجھے دائمی نیک قائم رہنے والی نعمتوں کی بشارت ہو۔ پھر اُس نے مجھے سیدھا لٹا دیا اور کہا: دلہن کی طرح سو جا۔ پھر اُس نے میرے لیے سرہانے کی طرف سے جنّت کا دروازہ کھول دیا اور میرے پیروں کی طرف سے جہنم کا دروازہ کھولا اور کہا:

اے بندۂ خدا! اُس کی طرف دیکھ جو تیرے لیے جنّت ہے اور نعمتیں ہیں اور اس کی طرف بھی دیکھ جس سے تُو نجات پا گیا ہے جو جہنم ہے۔ پھر پیروں کی طرف والے دروازے کو بند کر دیا اور سرہانے والا جنت کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا اور مجھ پر جنت اور اس کی نعمتوں کو کھلا چھوڑ دیا اور میری لحد حدِ نظر تک وسیع ہو گئی اور میرے لیے سورج اور چاند سے بھی زیادہ روشن چراغ جلا دیا اور میرے پاس سے چلا گیا۔

یہ میرا وصف اور بات ہے اور جو ہولناکیاں دیکھیں اور میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں کہ موت کی تلخی قیامت تک میرے حلق میں رہے گی۔ اے سوال کرنے والے! اللہ تجھے اُس خوف سے بچائے جو سوال و جواب کی جگہ پر لاحق ہوگا اور میں نے جو تیرے لیے ذکر کیا ہے، یہ وہ ہے جس کی میں نے ملاقات کی اور میں نیکوکاروں میں سے ہوں۔

تاریخ انس الجلیل سے مروی ہے: سلمانؓ ۳۶ھ میں فوت ہوئے اور مدائن میں دفن ہوئے ہیں۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ الطیبین الطاہرین

المعصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین

سلام

از قلم: محسن نقوی

تسلیم کہ دنیا میں گنہگار بھی ہم ہیں
لیکن تری بخشش کے پرستار بھی ہم ہیں

اک شام غریباں کو منور کیا ہم نے
اک صبح فلک ناز کے آثار بھی ہم ہیں

ہم پیاس کے صحرا بھی سجاتے ہیں لبوں پہ
آنکھوں میں لیے بارش انوار بھی ہم ہیں

اے گرد رہ شوق ہمیں ڈھانپ کے اُڑنا
اے نوک سناں قافلہ سالار بھی ہم ہیں

اس واسطے جنت کی فضا حق ہے ہمارا
شبیرؑ ترے غم میں عزادار بھی ہم ہیں

اے صبر ترے واسطے ہم دولت بیدار
اے ظلم تری راہ میں دیوار بھی ہم ہیں

محسنؔ ہمیں اُلجھے ہیں سدا اس کے عدو سے
زہراؑ کی شفاعت کے طلب گار بھی ہم ہیں